

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222451

UNIVERSAL
LIBRARY

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

دیوانِ احقر

معہ نظم نوشتہ تقدیر

منوچا آشوب ہر اضرط طبعیت

مصنفہ

مرزا محمد امیر الملک عرف مرزا ابلاقی تیموری سنی تحفہ

بسی حاجی نصرت اللہ صاحب سودا گردہلم

سلا اللہ تعالیٰ

۱۹۱۹ء

علاء الدین حسین خاں فیض الحسنی اہل بیت حبیب

دیباچہ

حضرات ناظرین! یہ احقر دیباچہ لکھنے پر حیران ہے کہ کیا بیان ہو۔ اگرچہ خدا تعالیٰ جل جلالہ وجل کمالہ والا الہ غیرہ بیان کروں تو ہر شخص باہر ہے اور سب پر ظاہر ہے کہ یہ قدرت بشر سے باہر ہے کوئی جو کچھ کہے یا کہنا یا کہ رہا ہے وہ اس سے دردی بلکہ دردی الودی ہے یہ تو یوں ہی اور نعت حضرت سرور کائنات خضر موجودات حبیب کبریا محبوب درے الوری باعث شہزادہ ہزار عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کروں تو وہی مجبوری درپیش ہے کہ ایسے بیچ بڑیا یاں کا حبیب کسی کی تعریف کے قبضہ میں کیونکر آ سکتا ہے۔ بس محبوب رب العالمین ختم رسالت و سر دار مرسلین ہونا بڑی تعریف و نعت ہے اور رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا حمد باری تعالیٰ جل علی شانہ ہے یہ یوں قابو سے گئی۔ ۵

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی خدا سے پوچھئے شان محمدؐ اب جو خاندانی حالت لکھوں تو جو چیز ہاتھ سے نکل گئی اس کا اب ذکر کیا کرنا مروں کے اوپر کیا مرنا۔ انہیں ایک عالم جانتا ہے کہ قطب السلاطین صاحب قرآن حضرت امیر تیمور گورگاں۔ طاب ثراہ وجل الجنة مشواہ۔ سے لیکر حضرت خلد مکان خاتم السلاطین مغلیہ ابو ظفر سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ

تک اس خاندان کے ادنیٰ کی بھی کس آب و تاب کیساتھ بسر اوقات ہوتی تھی اور اس کے عیب ہنر تھے اور بڑے بڑے صاحب شان و شوکت رؤساء اختیار خادم خاص کہنا اور لکھنا اپنے اوپر سزاوار سمجھتے تھے اور خادم خاص الخاص کی عطا کی تمنا رکھتے تھے اور ادھر سے جواب پاتے تھے کہ تم اس قابل نہیں ہو۔ اور حضور پر نور محمد زادہ آفاق مدظلہ تعالیٰ القاب لکے ادنیٰ کو لکھتے تھے ہر شخص تاریخدان اس کیفیت سے واقف ہے اور اب یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ انقلاب کی شمشیر نے ایک دم سب آب و تاب شان و شوکت حکومت وغیرہ وغیرہ کو قتل کر کے ٹکڑے اڑا دیے اور بد اعمالی کی چہرہ ہی نے فوج کر کے سب حالت کو خون کر کے بہا دیا ہنر عیب ہو گئے اگر کوئی ان میں سے اچھو کام بھی کرے تو اس کہو کے قابل ہو کہ ح - منہ لگایا نہ بتوں نے تو خدا یاد آیا

اگر کوئی پیٹ بھرے کو کوئی کام یا مزدوری کرنی سکھے اور کرے کہ وہ ایک ہنر ہے تو اسکو عیب کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ شہزادے ہو کر تارکشی اور اور اور کام کرتے ہیں لکھنا پڑھنا چھوڑ بیٹھے انقلاب کی نقاب انکو یہ نہیں دیکھنے دیتی کہ کسی مدرسے یا مکتب وغیرہ میں کہا کر کیا جائیں اور اگر کیا کہائیں اور بد قبالی یہ یاد نہیں دلاتی کہ یہی جہالت انکو کس نظر سے دکھاتی تھی انکو یہ کہا جاتا تھا کہ امیر و نئے بچے ایسی ہی ہوتے ہیں اور آج انکے اچھے کام بھی برائی کے ساتھ دیکھو جاتے ہیں۔ اور جو نمک خواری کے تفاخر کیساتھ دعویٰ دار تھے۔ وہ حضور اور جناب کی جائے اور ابلے اور تبے سے پیش آتے ہیں اور اسی قابل بتاؤ ہیں اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں اور سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ مثل انکے ہر چیز ہر زمین ہر مکان ہر درخت جو اسوقت عروج اور عزت کے ہوا دار پر سوار تھا اب وہ کمال ذلیل و خوار ہے ہم نے نظروں سے گرا لیا ہمیں ہر سبکی نظروں سے گرجا رہی ہیں

اور ایسی حالت میں یہ کس سے کہیں اور کون منسوب ہے کہ۔

ج۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا

کیونکہ انقلاب اسی کے معنی ہیں کہ ہر چیز برعکس ہو کر صورت دکھائے اور پہلی حالت کسی کو یاد نہ آئے تو اب اس افتخار کی تاب بھی ہاتھ سے چھٹ گئی اور اب انقلاب نے زمین پر گرد دیا اور ذلت کے ہاتھوں نے خاک میں ملا دیا تو اس کا ذکر کرنا بھی موجب نفرت سامعین ہو تو عجب نہیں تو اس کو بھی چھوڑا اب شاعری کی طرٹ خیال آیا تو انقلاب کی حکومت سے احمق خطاب پایا تو آخر کس مضمون کو دیا چہ بنایا جائے واقعی امر یہ ہے کہ بعض حضرات مخدوم اور احباب نے مجبور کیا کہ کلام طبع کر لیا جائے ہر جذبے لیاقتی اور انجانی کا عذر کیا گیا کہ احمق کچھ لکھا پڑا نہیں اور شاعری میں جامع العلوم ہونا چاہیے کہ اس میں سب علوم کا کام پڑتا ہے۔ شعر میں کبھی کسی اصلاح لی نہ کبھی کسی نے دی۔ عروض میں کبھی دو چار سطر نہیں دیکھیں ایسے شخص کو شاعری کیا آئے اور اس کی خوبی کہاں سے لائے صرف عقیدت مندی سے بزرگوں کی غزلوں پر اس امید پر مصرعے لگائے کہ خاص حضرات کے کلام میں ملے رہنا باعث نجات ہو گا کیونکہ۔

ج۔ ساتھ اچھوں کے برسے بھی تو لگوتی ہیں

اپنی بے لیاقتی اور انجانی کی پرواہ نہ کر کے جرات کی اور وہ بعض تضمین وغیرہ کا مضمون کسی اہل دل کی پسند آیا اسے احمق کو شاعر بنایا مثل ہے کہ گھی بنائے سالن اور بڑی بھوکا نام۔ غرض کوئی عذر احباب اور مخدوم حضرات کی پسند نہ آیا اور قبول نہ فرمایا ناو سستی کے عذر کو ایک حضرت نے رد فرمایا کہ ہم اپنا روپیہ صرف کر کے چمپو امیں گے وہ صاحب ایک جوان صالح اور صاحب ہمت مقبول نام حاجی نصرت اللہ صاحب نام میں غرض کوئی عذر باقی نہ رہا اور صوفی صافی عالم باعمل جناب ملا

مولوی کرامت اللہ غانصا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشتغال نے ہر ایک کے خیال کو
جمایا اور احقر نے اسکو موجب برکت پایا تو جب نصرت اللہ اور کرامت اللہ مددگار
ہو تو پھر کیا انکار ہو ترتیب اور تصحیح وغیرہ میں ایک میرے مہربان نے تیار ہو کر پوری
گوشش کی اور سب کلام کی ترتیب اور سرکاری کو دیکھنا اور صحیح کرنا جو بہت بڑا کام
ہے کہ جب کامچھو انعام دینا دشوار تھا پورا کیا وہ صاحب خود نو جوان جو شبلی طبیعت
اور شعر فہمی سے نسبت حسن خلق کی عادت رکھنے والے میان محمد غلام نبی امقرری
نام تخلص بہ حسن ہیں۔ کرامت اللہ۔ نصرت اللہ کی امداد میں تیسری مدد غلام نبی
سے کیونکر سرتابی ہو اور ہو تو وہ کون ہو احقر کو اپنے لئے رکھنے میں دھم آگے
اور خدانہ کرے کیوں ہو کہ احقر نے اسکو منظور کیا۔ اگرچہ سوائے شاعری کے
سب معاملات میں اوروں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلنے کو تیار ہو گیا جب ہی
شاعری میں نقصان رہا مگر ان حضرات نے شرمائے نہ دیا۔ اب ناظرین سے
التجاہے کہ عیوب پر نظر نہ فرمائیں اور عذر کو قبول کر کے دعائے خیر و شوق سے
یاد فرمائیں۔ والتسلیم

احقر العباد محمد امیر الملک عرف مرزا بلاقی اخلص باحقر
(تیموری)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مندرجہ ذیل نظم اس محرکہ اللہ سوال کا جواب ہو۔ جسکی نوعیت ذراکت میں کسی کو کلام نہیں سدا باب جل وعقد نے اس مصرعہ سوالی کا جواب دیتے ہوئے کہ
”بشر تو ہے اک کیوں مقدر جدا ہو“

نہایت جستیا ط اور ہوشیاری سے کام لیا ہو۔ اور ہمیں شک نہیں کہ عقلی و فطری
 دلائل سے سائل کی تسلی و تسفی کرنے میں کوئی دستیقہ نہیں چھوڑا۔ لیکن صاحب یونانی
 فخر خاندان۔ عہد ماضی کی نشانی جناب شہزادہ محمد سیال الملکیت زابلاتی صاحب
 احقر دست برکاتہم نے اس سوال کا جواب جس دلنشین پیرائے میں دیا ہو۔ اور جس
 پیارے استدلال سے کام لیا ہو۔ اور غلام نے اسکو تصدیق کیا ہو۔ وہ صد بار لائق
 تحمیں ہو تحریک نظم کے بانی میزا صاحب موصوف کے ایک محترم کرم فرمایاں جن کی
 خاطر میزا صاحب کو اپنی خاطر سے زیادہ عزیز ہو۔ ورنہ جانتے والے جانتے ہیں کہ حقیر
 صاحب کو صوفیانہ ذوق و شوق سے اتنی فرصت کہاں کہ حال کو چھوڑ کر خالص تسبیح
 کریں۔ اس نظم کا طرز بیان دلکش۔ اور وسیع مدی سادی۔ زبان قلعہ مٹنے کی نمکالی ہو
 امید ہے کہ ناظرین کرام اسے غایت دلچسپی سے مطالعہ فرمائیں گے۔ اور اپنی جلوہ
 میں ایک بیش قیمت اضافہ پائیں گے اور اسکے بعد غزلیں، نغمینیں وغیرہ ملاحظہ فرمائیں گے
 خاکسار حاجی نصرت اللہ



الہی! تری حمد بے حد ہے جب
 ہی زیبا تری ذات تجھ کو خدا!
 وہ سمجھے جو ہو کوئی تیرا نظیر
 ہو ایسا کوئی - یہ تو ممکن نہیں
 خدا وہ ہے جب چاہے جو کچھ کرے
 کہ اُس کی کیا کوئی پائے یہاں
 بہلا اُس کے کرنے میں چون و چرا
 ہو جس میں کہ کیا اور کیوں اور کہاں
 مقدر میں انسان کرے گفتگو
 یہ رستہ ملے گا کہیں خیر ہے
 بجا وہ ہے جو اُس کی تدبیر ہے
 کیا اُس نے جو کچھ وہی ہے بجا
 جہاں عقل و دانش کی چسلی نہ ہو
 سمجھ میں نہ آئے جو کچھ اُسکی بات
 یہ چون و چرا تو بڑا عیب ہو
 جو اُس نے کیا ہے وہی لا کلام
 اُسے ماننا چاہیے بے دلیل

تو اُس کی کوئی حد کو پائے گا کہ
 بشر کوئی بھی اُس کو پائے گا کیا
 حکیم و علیم و خبیر و قدیر
 تو حکمت کو سمجھے ہی ممکن کہیں
 کوئی کچھ سمجھنے کا کیا دم بھرے
 بلا سمجھے کیا، اور کیوں، اور کہاں
 اور اُس کے لیے پھر ہو کیوں اور کیا
 خدا یا! بس اِس عقل سے الاماں
 ہے نایاب شے کی اِسے جستجو
 قدم اِس میں رکھو تو اندھیر ہے
 وہ موزوں ہے جو جسکی تقدیر ہے
 سمجھ کہ کو کسی کی یہاں دخل کیا
 وہاں عقل و دانش کو جائے نہ دو
 تو سمجھو سمجھ کر ہی ہے کیا کائنات
 نشانی تو ایمان کی لاریب ہی
 جو نہ رما میں شارع علیہ السلام
 خلاف اُسکے جو ہو ہی خوار ذلیل

یہی دین و ایمان اسلام ہے
یہی ہے نہ بس کہ سوال آپ کا
ہے کارِ خدا میں یہ دخلِ بشر
یہ ہے انتظامِ خدا کے عظیم
تعلقِ صفاتیِ مقدر سے ہر
کیا آپ جس طرح چاہا کیا
جسے ہو تمام و کمال اختیار
حکومت میں اپنی جسے ہو کمال
اسی پر ہے فرمانِ عز و جل
وہ دیتا ہے اچھوں کو عقلِ سلیم
جو چاہے کرے شانِ مختار ہے
تقاضائے حکمت یہی ہے ضرور
اسی واسطے ہے ضرور اختلاف
ہر اک شے کی ہے موجبِ قدر و ضد
ہر اک شان کا مختلف ہے ظہور
مقدر میں سب کے جو ہو ایک بات
جو یکساں کرے خالق بے نظیر
یہی خالقیت کا ہے مدعا،
دکھائے سنائے بتائے جدا
کہ خالق ہے ہر طرح ہر طور کا
نہیں خالقیت کا ہرگز کمال

اسی عقل کا نیک انجام ہے
بشر ایک ہے کیوں مقدر جدا
نہا سمجھو پہنچے کہ ہر کے گھر
مگر وہ ہی سمجھے جو ہو گا فہیم
ہے بہتر سے بھی اور بدتر سے،
ہے مختار ہونے کا یہ مدعا
تو طاعت ہر اک کے گلے کا ہر اک
تو پھر این و آن کی کسے ہر مجال
کہ یہ ہے کالائفاہر کل ہما ضل
کہ ہے ذات اُس کی علیم حکیم
کسی اور کا دخل ناچار ہے
کہ سب کا جدا طور سے ہو ظہور
سمجھ کر چلو تو یہ رستہ و صاف
کسی سے اکیلے کی ملتی ہے رہ
ہر اک آن میں ہے جدا اُس کا نور
جہاں میں نہ ہو پھر ظہورِ صفات
نہ ہو پھر علی کُل شئی قدیر
کہ ہر چیز ہو ہر طرح سے جدا
کہ دیکھو سناو اور سمجھو ذرا
اجارہ نہیں ہے کسی اور کا
کہ سب ایک ہو دو سرا ہو محال

نہیں ہو یہ خالق کی قدرت کی شان
وہ جس طرح ہر طور مختار ہے
دکھاتی ہے یہ قدرت بے نظیر
تمہاری سمجھ کو ہوا آج کیا
مقدر نہ ہوتا جو سب کا جدا
جو ہر چیز کا یاں نہوتا بدل
یہاں سارے گونگے ہی ہوتے اگر
کوئی گونگا کیوں کر کسی کو بتائے
اگر ہوتا سارا جہاں کو رو کر
جے آج اور مرنا کل ہو گیا
نہ تجھ پر ہے اور نہ کھین ہے
جو سب گورے ہوتے تو کالا کلا
جو ہوتے جہاں میں سبھی بادشاہ
جو تکلیف دنیا میں ہوتی نہیں
ہدایت ہی ہوتی جہاں میں تمام
ضلالت نہ ہوتی جو جلوہ نما
زیادہ کوئی اور کوئی کم نہ ہو
سبب کیا تھا اس عالم اسباب کا
کوئی منظر نامہ ستارے
ہوئے پیدا اور ہوتے ہی مر گئے
برا ہوتا کوئی نہ اچھا کوئی

کہ پیدا کرے ایکساں سب جہاں
یہی خالقیت کا اظہار ہے
کہ میں ہم علیٰ کُل شیخ قدیر
خدا کو بھی سمجھا ہے مقلج کیا
تو دنیا میں ظاہر نہ ہوتا خدا
عبث ہوتا سارا ہی حکم ازل
تو باتیں کہاں تھیں بیان کہ ہر
زباں والے کو ڈھونڈنے کون جائے
نہ شب دیکھتا اور نہ سنتا سحر
یہ عالم ہی سارا رٹل ہو گیا
نہ کچھ کفر ہے اور نہ کچھ دین ہے
ہے کالا تو گورا نہ ہوتا یہاں
تو تھا بادشاہی کا سامان کیا
تو راحت کی پہر قدر ہوتی کہیں
تو دنیا میں ہوتا مصل کس کا نام
تو ہوتی ہدایت کی پہر قدر کیا
تو پھر تو یہ عالم ہی عالم نہ ہو
مسبب کا بھی یاں نہ لگتا پتا
کوئی ستر مخفی کا اظہار ہے
خبر کیا تھی کیوں آئے کیا کر گئے
نہ جھوٹا کوئی اور نہ سچا کوئی

کہے گر کوئی یہ کہہ دے کہ یہ کیوں
 تخیل پہ لا حول پڑھتے رہو
 صفاتی تجلی ہے عالم تمام
 جو اسم صفاتی ہیں سارے جدا
 اگر ایک صفت کو وہ ظاہر کرے
 تقاضائے قدرت یہی ہے ضرور
 ضلالت کے منظر کا شیطان ہونا
 اب اسمانے چاہا ظہور صفت
 قیاس ان مثالوں پہ کر لو میاں
 ہے اسم خداے تعالیٰ غفور
 اس عالم میں بیدخل ہو کر رہو
 نبی کون؟ یعنی رسول کریم
 اُسے حق نے محبوب اپنا کیا
 یہ قصہ نیا ہے نہ کچھ ہے عجیب
 جو ہو طور متبعوع کا لازمی
 نہ کہنا خدا کے برابر کیا
 خدا پاک ہے وحدہ لا شریک
 مگر رتبہ محسوب کو جو دیا
 وہ اس کا کیا سب کا مختار ہے
 سبھی کچھ خدا نے دیا احترام
 یہ قصے تو سارے صفاتی ہوئے

بدی بھی کسی کا مقدر ہو کیوں
 کہو تو موافق نبی کے کہو
 طرح طرح کی ہے تقسیم عام
 جدا ہونا منظر کا ہے مقتضا
 تو پہر دوسری اپنی وہ کیا کرے
 کہ ہر شے کا ہر طرح سے ہو ظہور
 پیہر ہدایت کے منظر تمام
 تو کثرت کی جانب ہوئی احدیت
 ہر اک بات ہی انہیں سکھڑیاں
 تو معتب اسکے لیے ہو ضرور
 کہو تو موافق نبی کے کہو
 نبوت کے دریا کا درِ تسیم
 محب بن کے پہر انکو کیا کیا دیا
 کہ ہوتا ہے ناب بجائے منیب
 وہ ہی لازمی ہو گا تاج کا بھی
 خدا سے ڈرو جی یہ کیا کہہ دیا
 بشر کیا کوئی اُسکے ہو گا شریک
 وہ بے انتہا ہے پر اسکی عطا
 وہ بے بہرہ ہے جسکو انکار ہے
 عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ السَّلَامُ
 یہ سارے کے سارے برائی ہوئے

ہے یاں باہم بے ہمہ ایک بات
وہ اسکی کُنہ خود سمجھتا ہے آپ
کہ ہوا ایک سے جس میں دو تین چار
وہ ہے اس سمجھ سے درار الورا
کہ ذات بحت کا یہی کام ہے
وَرَاءَ الْوَرَاءِ وَرَاءَ الْوَرَاءِ
سنو سب کی اور کچھ نہ اپنی کہو
ذرا پہلے خود تو سمجھ لے کہیں

کہ دُلھا تو ہے ذات و لا صفات
وہ کیتا فی میں اپنی کیتا ہے آپ
ہماری سمجھ کلہ ہیاں کیا شمار
بشر کیا ہے اور ہے سمجھ اسکی کیا
ہاں ایک ہی کفر و اسلام ہو
خدا یا! تجھے یہ ہی کہنا پڑا
بس اب تم بھی خاموش اتھر رہو
تو کچھ بھی تو کہنے کے قابل نہیں

خاکسار امیر الملک اتھر دہلوی

تصدیقات

تصدیق منجانب مولانا قاری محمد صدیق صاحب مدرسہ نعمانیہ ^{ہلہ}

اَلشَّمْسُ تَشْرِقُ اِنْ لَمْ يَرَكَ الضُّلُمُ الْاَنْفَابُ تَوَاقِبِي هُوَ اَلْمَرْجُو دِكِّجُو تَوَادُّو

حسین

محمد صدیق غفارشہ عنہ

تصدیق از جناب مولانا مولوی صفوی محمد کرامت اللہ خاں صاحب دہلی

اَللّٰهُ دَرُ النَّاسِطِ - واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ کو جو غنی ظلم کرنا چاہی

حسین

محمد کرامت اللہ عنہ

تصدیق از جانب مولیٰ محمد عماد الدین صاحب مہربان لغوی

علی الحبیب سقطت

(منسخت) محمد عماد الدین الحقہ اللہ تعالیٰ بسلفہ الصالحین

تصدیق از مولانا محمد کرن الدین صاحب نقشبندی الوری

فقیر حقیر مسکین محمد کرن الدین نقشبندی الوری ملتس ہے کہ حضرت صوفی باصفا افتخار
یادگار خاندان تیموریہ مد اللہ فیوضہم نے سعی وافر جو اس جواب کی تحریر میں فرمائی ہے وہ بلا
قابل تحسین و تکریم ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مروج کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

از جانب مولانا محمد منظر اللہ صاحب انام مسجد تچپوٹی ملی

تیرے حبیب بھی کوئی انسان نہیں
کرتا ہے وہ کہ نقص کا جبین نشان نہیں
دریا سمائے کو نہیں ایسا گمان نہیں
تحسین میں کیا کروں تیری ایسی باتیں
کس طرح سے کہوں کہ یہ شافی بیان نہیں
جان کے عوض بھی لے تو یہ دگر انہیں
سائل نے کیا سوال کیا جبین جان نہیں
اسکا جواب اب بھی ہو کچھ عیاں نہیں
اور اک کر کے کہ یہ ایسی جان نہیں
ایسے امور میں خند امتحان نہیں

تراشر کیلے مرے مولا جہاں نہیں
جو چاہے تو کرے کسی طاقت سوال کی
حادث کے اے فہم میں فعل قدیم کیا
صد آفرین مجیب جزا دے تجھے خدا
کیا حل کیا ہے مسئلہ یہ فہم عام میں
یہ بحر معرفت کے نہ گہر میں نہ کوئی
پیش فرما بل معارف وحید دہر
انسان جب ایک ہے تو مقدر جد و کیوں
ہو کیا مجال عقل کا حقہ انہیں
جو کچھ بتا دے عقل وہی شرع جب کو

ہاتیں تو امتحان کی وہی ہیں عزیز من بایں ہمہ یہ بات تو سیدھی سی ہے جناب جس مرتبہ میں کہتے ہوں انسان کو ایک جس جاب تبار ہے ہر وقت درجہ اول تفصیل اسکی چاہو تو خاصان حق ستم مظہر صفات حق میں اگر گفتگو کرو	عقل میں جنہیں تیری حکم اس نہیں سمجھیں اگر اسے تو یہ اندھا کنول نہیں ہو ایک سے زیادہ مقدم ہاں نہیں انسان بھی تو ایک ہاں مہر ہاں نہیں پوچھو بغیر ان کے ہلاؤ زبان نہیں کرنا نہ وہ کہ شرع میں جبر کیا نہیں
---	--

دستخط

محمد مظہر اللہ غفرلہ

از حضرت مولنا ابوالقاسم سید احمد صاحب دامت برکاتہ

ہذا الجمل صحیحہ و منکر فضیہ یہ جواب صحیح ہے منکر اسکا برابر ہے

دستخط ابوالقاسم سید احمد عفی عنہ

از جناب مولنا ابو الجلیل سید عزیز الرحمن صاحب مدنیہ

من اجاب اصحاب جسے جواب یا بیجا وہ مقصود کو

دستخط

ابو الجلیل سید عزیز الرحمن غفرلہ المنان

من جانب فقیر محمد الدین غفرلہ کاتب و بیان ہذا حضرت مرزا صاحب صرف ایک صوفی صافی
 بزرگ ہیں۔ اور شاہی خاندان کی یادگار ہیں۔ ایک شکل اور دقیق

سوال مرزا صاحب کچھ دست میں پیش ہوا۔ آپ نے جس عمدہ پیرائے میں اسکا جواب دیا سو وہ آپ کی نظر اور علما
 کی تصدیقات سے روشن ہو۔ کہنا پڑتا ہو کہ یہ کام آپ ہی کا تبارع ہر کے راہبر کا رے خستہ نہ زیادہ کہنا بیجا

تصدیق از ابو الحسنات مولوی سید محمد صاحب ناصردہلوی

(۱)

خدا کی شان ہو بندے خدا کے ذرا سی دانش وادراک پا کے
ہوئے جانے میں اپنی حسے باہر یہی گویا ہیں رب بندہ پر
کبھی کرتے ہیں تفسیک اولیاد کی اڑاتے ہیں کبھی بھند بیا کی
بچا۔ ان کی زباں سے کبریا کب نہ کوئی دین ہے ان کا نہ مذہب

خدا پر استراض انکا عجب ہو
غضب ہو غضب ہو غیظ ہو

(۲)

بشری ایک قسمت کیوں جدا ہو کوئی ہے بادشہ کوئی گدا ہو
کوئی منظلوم ہے ظالم کوئی ہے نہیں ہے ایک حالت پر کوئی شے
کسی کے ہاتھ میں ہے تخت اور راج کوئی نان شبینہ کا ہے محتاج
کوئی ہنستا ہے ہر دم کھل کھلا کر کسی کو زسیرت ہو دشوار دم بھر
کسی کو مشل بلبل آہ وزاری کسی کو یاد گل میں تقبیراری
کسی کا اوج پر ہے کارخانہ کسی کا جان نہ سرا ہے فسانہ
کوئی ترچھا کوئی بانکا جواں ہے کوئی اس طرح تقسیم کیوں کی
خدا نے اس طرح تقسیم کیوں کی

مناسب تھا متذرا یک ہوتا

برابر ہر ہر برا۔ اور نیک ہوتا

(۳)

ضروری تھا کوئی عاشق خدا کے خدا کے واسطے ترید کرتے
تو اُنھے اک بزرگ پاک طینت مصفا قلب اور خوش نیک سیرت

(۴)

خدا جو حضرت مرزا ابلاقی بنے سینا نہ وحدۃ کے ساقی
پلائے عشق حق کے جام پر جام مٹائے لوح دل سے نقش اہام
زباں میں شنگی طرز اوصاف جو تھا حکم خدا وہ بی کہا صاف
مناسب طرز سے ترید لکھی سمجھ جائے سمجھ ہو جسکو کچھ بھی
دکھائی دینداروں کو حقیقت سنایا۔ ہے جو فرمان شریعت
نہ سمجھے جو جہنم اسکا گھر ہے یہی برگشتہ حق کا ثمر ہے

(۵)

یہی اللہ کی ہے عین حکمت بنائی مختلف ہر اک کی قسمت
جدا ہر اک کی گر قسمت نہ ہوتی تو دنیا کی جو ہے۔ حالت نہوتی
بنا دیتا خدا اگر سب کو انساں نہ ہوتے دہریں پیدا یہ چوہاں
جو ہوتے تو وہی الزام ہوتا جدا مخلوق کا کیوں ہے نصیبہ

یہی ہے مصلحت ناصر خدا کی

سزا ہوگی۔ اگر چون چسرا کی

غزلیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دلیف الف

الہی! پہریاں کیونکر ہو تیری کبریائی کا
کہ ملتا ہے سہارا ہر طرف ہمکو بہلائی کا
وسیلہ کر دیا محبوب کو ان کی رسانی کا
دیا اپنے کرم سے ہم کو موقع خود نمائی کا
فریہ واہ وا کیا مل گیا ہم کو رسانی کا
کرے تو آپ ہی وہ خود کرے دعویٰ خدائی کا
تو پہر دعویٰ غلط کیونکر نہ ہو ہمکو جدائی کا
تو مثال آئینہ ہم آپ ہوں کہ صفائی کا
ہمیں کیا وصلہ ہو تیرے جاساں کی ادائی کا
اکہیں دھتتہ بھی لگ سکتا نہیں ہمکو برائی کا

ضعیف نہا تو اس کیا دم بہرے مع رسانی کا
ترے لطف کرم ہی وہ بے پایاں میں مولیٰ کا
گنہگار و نکی وہ تجھ کو حمایت ہو مرے مولیٰ کا
سنا کر سخنِ آفرین اور بنا کر احسن التوفیق
اَنَا الْمَوْجِعُ فَأَظْلِمْنِي وَفِي أَنْفُسِكُمْ سُنْدُ
نہیں کہتے ہم میں اور سب کہتے ہیں میں تنہا کہتے ہیں
تَخَفُّفٌ فِيهِ مِنْ رُوحِي كَاخْلُوتِ جِبِلٍّ بِكُمُ
لے گرنی بحقیقت ہو کے درخشاں حقیقت میں
کیا مخلوق میں اشرف ہوئے محبوب کی امت
شفیع ہو غنائت کہ کیا ہو اپنی رحمت سے

الہی! صدقہ محبوبی کا اس محبوب کی اپنے

لے اسحق کو رتبہ اپنے دے پر جہد مافی کا

جو باعث ظہور ہوا کائنات ہوا

ہمکو ملا ہے ایسا وسیلہ نجات کا

تقریف تو محال ہو والا صفات کی	کیونکہ وہ ذات پاک ہو آئینہ ذات کا
محبوب کی رتبہ سمجھنا محال ہے	آساں ہو گویا بل سے تو کھدینا بائٹ کا
محبوب حق ہو شافع محشر تو عاصیوں	حل ہونا ہلکو سہل ہو اشکلات کا
یہ وہ نہیں ہے رتبہ کہ ہر ایک تاب	کچھ سہل تو نہیں ہو سمجھنا نکات کا
خالص ہو ای کو چمن خوش کو فزنی	حصہ ملا ہو زلف سے تو اسرار کا
تماہ کیا ملے گی مجمع بحرین کی کہ جو	آئینہ ذات کا ہو نینہ صفات کا

مزار ہے جو عشق میں آحقہ خند کے
ہے جام اُسکے ماتھ میں آب حیات کا

جنس حق است از گرانمایہ سیدار شما	بست مطلوب خدا بیشک طلبگار شما
مَنْ دَرَانِی کَر دَ آسَاں شَکْلَمْ رُو جُو فِی ذَالِش	وید حق الحق محقق شد بدیدار شما
یا حبیب اللہ! شد یحییٰ بکَر اللہ شان	ہر کہ شد قربان و شیدا و گرفتار شما
ز آن محبوبی تو شانِ محب گرد و عیاں	منظر ستار شد لاریب انظار شما
از زبانِ پاک آید کلام کبیر یا	اے اے آئے گفتہ حق بہت گفتار شما
مَا دَمِیْتَ اِذْ رَمِیْتَ اِیْنَ شَہَادَتِ مِیڈ	یا محبت خود یکے بنمود کردار شما
اختیاراتِ تمامی بر تو ظاہر یکند	اسمِ محبوبی و اسمِ پاک مختار شما
چشم بد و دراز توئے محبوبِ العالمین	شانِ محبوبی بہ محبوبی سزاوار شما
حُسنِ و عشقِ عاشق و معشوقِ عکسِ حسنِ تو	حُسنِ یوسف بتر شد آئینہ بزار شما
تو طبیبِ بی تو شقایقِ تو دوائی تو علاج	منبتِ عیسیٰ نثار و گاہِ ہمیار شما
بندہ تو بادشاہِ دو جهان سبکِ حبیب	بادشاہی را نمیخواہد پرستار شما
با حرامِ ناز خود از دلِ عاشقِ پیرس	حشر بر پا میسکند ہر گاہ زفقار شما
دیدہ مانے عاصیاں بہتند و آرام خواب	از کرم مانے فرار اں چشمِ بیدار شما

میدہ جاں مردہ را فزندہ را آجیات	آن محسوبی و خوش انداز ولد ارشما
یا رسول اللہ! براحق قرنگا ہے از محرم برسگان کو سے تو قرباں کنہگار شما	
ختم تھانہ مے تھی نہ کوئی جام بچانے میں تھا اپنے گھر سے لیس کر آیا تھا کہیں سے زوگدا اُن کو تھا پاس حیا اور ہکو تھا پاس اب برق اک چمکا دکھانیکے لیے تھی بھریں یاں کے آئینہ نراکت سے نہ اٹھتا تھا قدم ہم تو یوں جیتے ہیں کہ مرتے ہیں تپسدا اپنے چھتے میں ہنسایا سارے عالم کو غرض کوئی کیونکر لے گیا انداز تیرے حسن کا غیر تھا آہ و فغاں میں میں تمہارے گرد تھا دیکھے اپنے خرد باروس اب دعویٰ ہو کیا میں یہ سمجھا تھ مراد دل کچھ نہ سمجھ کا کبھی میرا بسکے اٹھ بیٹھے میں سارے مردہ دل	چشم ساقی کا اثر ہر ایک ستانے میں تھا یہ اثر تیرا ہی سبب شمع پروانے میں تھا بیجا بی کا تقاضا اُن کے شرانے میں تھا اگر کے بھی اسکا ٹھکانا میرے کاشا میں تھا جانے میں کیا ہو گیا وہ عذ جو کئے میں تھا ورنہ ہکو عذر کیا اک بار مر جانے میں تھا راز و چھیدہ یہ تیرا زلف بل کھانے میں تھا جواز دل سے ہی ہمارے دلکے چائے میں تھا وہ زنانے میں پڑا تھا اب میں مرانے میں تھا اک نگہ کے اپنی جان و دل بیانے میں تھا کچھ اثر تو خیر نا صحرے سے سمجھانے میں تھا کیا کہیں شور قیامت تیرے افسانے میں تھا
گرم ہو کر کچھ تو غیر دل پر گئے وہ ہر دم سے غیر سمجھے شعلہ رواحق کے بڑکانے میں تھا	
تیری یکتائی کا ہر جانی نے چرچا کر دیا ہم تو اس انداز پر مرتے رہینگے عمر بھر دروالفت اپنا دیکھ لے طیب جان دل چپکے لگ جانے نے گمولا راز پنہاں ہوا عشق	اور ہر جانی نے یکتائی کا کیا کیا کر دیا جس نے دل لکھ دیا اور درد پیدا کر دیا واہ تو نے اپنے دیوانے کو چھپا کر دیا میری خاموشی کو گویاں تو نے گویا کر دیا

میں اچھلتا کودتا شوق شہادت میں چلا
تن کے اٹھنے میں حق قاتل کی ادائیں میں تھیں
زلیست نے قاتل کو بھی محو تماشا کر دیا
اور حسد نام ناز نے تو حشر برپا کر دیا

آپ اپنا ہو کے مائل وہ جس میں کہنے لگا
ہم نے اپنے دل کو احقر اب تری جا کر دیا

بنے ہر جانی ہو اور پھر جدا رہنا جدا کرنا
تہا سے ماتم کے پختہ ہوئے خوش نفس میں
تمہیں جس معافی کی صدف میں سیلے پالا
جگر ہو دل ہو جاں ہو صبر ہو یا خیر سب ہے
نگاہ دلربائی سے ہمیں تم دیکھ کر دیکھو
لو پہلے ایک محبوبی نظر سے مارتو ڈالو
قد بالا دکھا کر زلف پوچھاں بھی کھا دینا
نظر ساتی کی ہو مدھوش ہوں اور دور مینا ہو
جفا سے تم اگر خوش ہو تو ناخوش ہوں فاسم
تمہارے حسن کی ہو خیر اک جلوہ اور ہر کوی
ہمارا صاف ہو دل جاں بھی حاضر ہو چلے آؤ
فراغت پس کہیں اس سہمی ہو پس اپنے جیسے جی
ہماری رات فرقت کی بھی کٹانی ہو نہیں ہکر
ہمارے دل کو عادت ہو گئی ہو مجھ سے ہو گیا
ہمارے دل کو تو لیکر ملا کرتے ہو چنگی میں
ہماری خاک تن کو تو ہوا پر تم اڑاتے ہو
بد لکرتیوری کیوں ندگی میں جھنڈے ڈالتے ہیں

تمہیں زلیبا ہے یکتائی کا چرچا جا بجا کرنا
جسے آزادی کی منظر ہو اُس کو رہا کرنا
کہ نکو در بنانا تھا تمہیں تھا بے بہا کرنا
ہمیں تو ہر طرح لازم ہے مذر دریا کرنا
اگر ہم جی بچے تو اور کچھ اس سے سو کرنا
پہر اپنے ناز و انداز و اداسی سے کیا کرنا
ہمیں آزاد کر کے پھر گرفتار بلا کرنا
ہمارے واسطے زائد ہو تو یہ دعا کرنا
جنا کرنا، جفا کرنا، جف کرنا، جفا کرنا
فقیر دل کی بھی سن لینا بھلا ہوگا بھلا کرنا
ہماری یہ صفائی یار سے اہل صفا کرنا
خرام ناز سے اگر کبھی حشر برپا کرنا
ہمیں بہانا نہیں ہے آہ و نالہ مارنا کرنا
مزا ہے تلو حسی زلف کو اپنی دوتا کرنا
قرار جو سبر کو لیکر بتاؤ تو کہ کیس کرنا
سر و جاں کو مگر تم اپنی خاک زیر پا کرنا
خدا سو جان سے ہونے کو ہو تلو خفا کرنا

کھجائوں گا کپڑے پہاڑ کا باز کو اک دن مجھے بے شرم کرو دیکھتا رہا پاس حیا کرنا

تمہارے تیرے کمال ہو رہے تھی دل اختر
یہی مجھ سے تو تو اسے چشم مست مہر سا کرنا

یہ کیا کہا کہ خدا جا بجا نہیں ملتا
وہ بحرِ حسن ہو اُن کا کہ نہ نہیں ملتی
جہاں میں پرے تو ہیں ہم بہت سہل
نہ چاہی دل تو مروت دلہری کرنے
جو درد مند کو ڈھونڈ تو دل بھی بھتا ہو
کبھی وہ غیر نہیں مجھ کو بھی یاد کرتے ہیں
وہ لینے بیٹھے میں کیا سے دین یا کو
یہ ایک دل تھا وہی تم نے لیلیا دلبر
جفا و طعنہ ہو چکے ہیں گھر کی جہر کی ہو
ہو عاشق کے دماغ میں نہکتے جہاں

جو درد عشق ملے جا نہ ہی کے بدلے میں
تو بے بھی لو کہیں تیرے رہا نہیں ملتا

مرنا ہو جس کو تمہیہ تو آرام جاں سے کیا
دل خود نکلتے ہاتھ میں اُنکے چلا گیا
کھل کھلیں چلکے کو پتہ دلدار ہیں بس
جو دور ہی سے دیکھ کر تیرا ہوں جاں نشا
دل لیکے میرے کہہ دیا اُنکو نہیں آئے
اس سے غرض ہے بے دین بے کم نہی

عاشق کو بحفیظ سے ادا لا ماں سے کیا
جب دلہن نہیں تو کلاہ دستان سے کیا
بھلکے گا کام شوق کا درد نہاں سے کیا
کو پتہ سے در سے اور سیو باں سے کیا
اچھا مکھیں سے کام ہو کو کھان سے کیا
رخ سے دین خود سے نمود میلاں سے کیا

نشہ ساہو رہا ہو اسی کے خیال کا جسکو غور و خشن ہو اور زور و لہری احوال حسن عشق کو سن کر بنا قریب تن کو اجیہو میری نہ کچھ چار کا پاس تجھ کو تو یہ گماں کہ میں عاشق نہیں ترا جاں پر بنے کیسی بنے تم بنے رہو مجھ سے نہیں نہیں کہ مجھے اس کام ہے نانا ہوا ہے حسن تمہارا جہان میں چمکے دُعا کی دیں و دولت پدیا کے	پہرا و کچہ طلب ہیں پیغمبر کیا تا ب تو اس کو اکی کسی تا تو اس کیا راز دل ب کہو کہ کہیں از داس کیا اور با امید ہو دل نہ مہرباں کیا تجھ کو تو یہ یقین ہو کسی کے گماں کیا تم حسن کو سنبھاؤ نہیں میری حیا کیا تجھ کو کہیں نہ آگئی ہوں اور عاش کیا سائے جہاں پہ چہو ہا کر بیاں کیا ہوتا ہو درد و بھر کی آہ و فغاں کیا
---	---

احقر کی جاں بھی لیلو جہاں چاہو طرح
جاندا وہ کو تمہارا کچھ میں رکھاں سے کیا

ترسے ہی واسطے سر تھا جگر تہا دین دایاں تھا
نہ ہوا تو اگر دل میں تو دل بھی تیرے قرباں تھا
وصال دلربا اور میں ہوا تو یوں ہوا بائے
وہ صاحب خانہ دل تہا ملام دم کا مہاں تھا
نہ دیتا دین دایاں میں نہ لیتا وہ تو کیا کرتا
بھلا اسے ناصح ناداں وہ کافر بھی سلماں تھا
میں بیدل اور وہ کم تر قریب عشق اب کیا
وہ ناداں اپنے بچپن میں قریب ناداں بھی ناداں تھا
یہاں نہ تہا دال ہم تھے حرم اور دیر تم جانا
ہمارا منزل مقصود ناصح کوئے جاناں تھا

اٹھایا کیوں؟ پڑا تھا تیرے در پر اپنے مطلب کے
 دل جاں ہی عموں میں نہ جان کا نگہاں تھا

کسی ہرجائی نے میسر لٹھکانا کر دیا ہرجا
 جہاں دیکھا وہاں گویا ہمارا یار نہماں تھا

کھیں بلبل بھی غمی گل بھی تھا بلبل بھی صبا بھی تھی
 ابھی کا ذکر ہے میں بھی شریک سیرستاں تھا

وہ حسن دلر باکھویا تو کھویا وہ کہاں کھپینکا
 دل دسبر و تحل اور جو کچھ سیرساں تھا

میں ہی وحشی تھا اک۔ بوچھے تو کوئی غاصحہ ہے
 لپٹے اور لپکنے کو یہ کیا سیرساں تھا

یہ پہر تاسے کوہ و دشت میں اب کون حیرت
 کبھی دشت تھی دہسگیر تو گھر بھی بیتاں تھا

پٹک کر اور جھٹک کر کیوں کیے ٹکڑے ٹکڑے
 تمہارا ہی یہ آخر زخمیے پیکانِ شرکاں تھا

پڑے کہتے تھے صحرا میں کہ حق حقدار کو پہنچا
 مرا یہ آبلہ پا حستہ غارِ غیلاں تھا

بکھر جائے نہ کیونکر دیکھ کر تیری صبا تیری
 دلِ نازک مراد بسترِ زلف پریشاں تھا

دم اکاؤٹنگ جگلی میں آنکھ بس اس تمنائیں
 کوئی پوچھے یہ شیدا ہے تمہارا تم کٹھن تھا

۷۷ دیکھ پیچھے پیچھے میں پڑا ہر تانہ کیوں آفر

کہ اُسکے آگے آگے کوئی میرے دل کا ارماں تھا

بت ہر جانی اثر ہے تری ہر جانی کا حضرت ضبط کو حضرت ہر وفا کی ہیر ہجر اچھا تھا کہ جیتے تھے باسیدِ حال بلبلو! آج وہ گل سیہ چہن کو نکلا جان دیتا ہو جہاں تیری خود آرائی ہے جگے در پرتما جہاں ناصیہ فرسا اُنکو	ایک جا کیونکہ لگے جی تھے شیدائی کا عشق میں کم نہیں صبر و شکیبائی کا وصل میں مازتا ہر غم شب تنہائی کا باغ میں آج تماشا ہو تماشا نی کا کیا موافق ہو تجھے شیوہ خود آرائی کا نخربہ در پرتے ناصیہ فرسانی کا
--	---

پاس ناموس ہو آحق تو بنے گی کیونکر
اور ابھی دور ہے عالم میری رسوائی کا

یاں تو شروع عشق ہی میں کام ہو گیا یاں دل فدا ہوا ماں سب حال کھل گیا کہ زلف کا اسیر گئے جاں نثار رخ تشہیر نام اور ہر مرنے عشق میں کا فر ہوا جو دیکھ کے زلف سیاہ کو در د جگر سے سیر انہیں بھی خیال تھا اُنکھول میں ٹھنکی سے اندھیرا ہوا میری جلدی بلاتے ہیں ہر اشارے کو یہاں مگر خوش کہی مولیٰ کبھی کبھی ہو کچھ کس کا گلہ کہاں کی شکایت کہ ہم سید اتیسے اُنکے بزم میں ششدر ہیں ابنِ زم بس اپنا اپنا حصہ ہر صاحبِ تیرا کلام	آغاز اپنا صورتِ نجس بام ہو گیا شوقِ دلِ فرغیتِ پیغام ہو گیا میں عاشقِ جمالِ صبح و شام ہو گیا یہ نام ہو رہا کہ میں گمنام ہو گیا رخ کو جو دیکھا و خلِ سلام ہو گیا کیوں کہد یا کسی نے کہ آرام ہو گیا یہ شور ہے وہ آکے لبِ بام ہو گیا سو کو بر کل خوشی سو چراگ کا م ہو گیا دل میرا لئے گردشِ ایام ہو گیا واں عرضِ حالِ دل بھی تو لازم ہو گیا محفل میں اُنکے جانیسے کرام ہو گیا ہر پند یہ کہیں کہیں دشنام ہو گیا
---	--

کہتے تو ہو کہ کچھ نہیں اتھر نہیں سہی
پر کیوں تمھارا بند بے دام ہو گیا!

دل کا مرنا ہے اپنا مرجانا ہم بُرا مانتے نہیں اس کا فریج میں تم سمیٹ لو دامن فریج ہو کر پڑے ہیں قتل میں دیکھئے کتنوں کو بگاڑے گا اپنی کم ظرفی کا ثبوت ہی یہ ظلم سارے ہزار دل سے قبول عشق میں یہ تو ہو در اسی بات تیغ ابرو کے سانسے اُن کی بہتے دیکھا جو زخم دل ہر دم بیش قیمت ہو عشق میں رونا رہنے والے تو ہو مرنے والے کچھ اثر بھی کہیں کبھی دیکھا اُسے کیوں پوچھنے کو عاشق کے	تمنے جو روستم ہی کر جانا لیکے دل ناز سے شکر جانا ہے ثبوت امکان میں ہر جانا آخر ہکو ہے اب کدھر جانا آپ کی زلف کا سنور جانا اک نخطہ دیکھ کر ابھر جانا اک گوار نہیں مگر جانا پاؤں رکھتے ہی اسیں مرجانا زندگی کو ہے بس سپر جانا ہمنے اسکو بھی چشم تر جانا جس نے ہر اشک کو گھر جانا اور سیکھے ہو در بدر جانا یا کہ رونا ہی نوحہ گر جانا تم نے نالے کو بے اثر جانا
---	---

بھجے جھٹ کر کو ہم پر مڑتا ہو
ہم نے جینے کا یہ ثمر جانا

خدا نہ دے کسی انسان کو غم جدائی کا جو اُن کا آنا قیامت ہی تو ہمیں کیا غم فلک کا ڈھانا ہی لازم ہو شوق جلدت کو	بڑا ہی غم ہے خدا کی قسم جدائی کا اٹھائے بیٹھے ہیں رنج و الم جدائی کا کہ نام لیوتا ہے یہ دہم دم جدائی کا
--	---

لمے جو بلبل شیدائیں خزانہ میں فلک سے گردشِ ایام سے مقدر سے نہ غیر پر ہے نہ غماز پر نہ اعدا پر خبر سناتے ہو کیا وصلِ غیر کی ہم کو	زمانہ مل کے گزاریں بہم جدائی کا مواخذہ کریں کس کس سے ہم جدائی کا ہمیں یہ ہوتا ہے لطف و کرم جدائی کا ہمارے واسطے کیا غم ہے کم جدائی کا
--	---

امید وصل ہمیشہ لگی ہے جہت سے
 کہ دل پہ غم نہ کہیں جائے جم جدائی کا

تمہارا دردِ الفت یار ہو موٹس مری جاں کا تمہارا عشق ہر اک دم نکلا نشانِ ہنرِ خوشنور کھٹکتی ہو جگر میں سرتی نوکِ سنانِ ہر انگلیں تپ رہیں شہرِ طبلین سے ٹپ رہیں خنجر نہیں دلیں تمنا کچھ اگر ہے بھی تو اتنی ہے لبِ خشک آہِ سُر و چاکِ ارنی بی غاشق ہو میں در مانقہ دلبر ہوں میں عابدہ جانان ہوں مرا اسلام دین مضبوط ہو جائے جو ہو چلے	اکھی دل نشاندہ موتھما سے تیر مڑگاں کا تصور جوشِ نجائے ہماری چشمِ گریاں کا دلِ زخمی ہو اور اس میں گہر تو پھر پکڑاں کا میں یوانہ ہوں دانی ہوں شیدائی ہوں جانان کا کہ نجائے ہمارا دل ٹھکانا تیرے ارماں کا خوشی سے نہ کڑے ہو جاننا تفاخر ہو گریباں کا میں بیجا محبت ہوں نہیں محتاجِ درماں کا ترا جامِ مے الفت محافظ میرے ایماں کا
---	---

ہر اک جائے پہا کرتا ہی آحق شاد اور خرم
 ہوا ہے جبے سوئی تری زلف پر ریشاں کا

غم تمہارا دل ہمارا ہو گیا مر کے تیرے میکانے ناں شوق میں جو روجھا و ظلم کے تم تو کچھ میرے ہو ہی ایک دم اس پیارے کا مفرقت ہوئی	فکر بھی آنکھوں کا تا ہوا گیا زندگی کا کچھ نہ سہارا ہو گیا دل ہمارا سنگِ خار ہوا گیا اور میں سارا تمہارا ہو گیا شادمانی سے پیارا ہو گیا
---	---

کل ہی کل کے عدو و امید پر سرنیک کر جام چشم مست پر غم بھی اسکا اور غم بھی اسکے ہیں رخ نے چوڑا سر جوئی زلفِ تانا ہر خیال پر پاہ کے طعنے نہ دو جان تو الفت میں آدھی رہ گئی حسرتیں فرقت کی لدا لیں تیں جان پر آتھر کی تم قافض ہے	عمر بھر کا کچھ گزارا ہو گیا شیشہ دل پارہ پارہ ہو گیا اس لیے غم بھی ہمارا ہو گیا میں تو سودا کی دو بار ہو گیا وہ جو ہونا تھا خدا را ہو گیا اور دل سب غم کا مارا ہو گیا آنسوؤں سے اُن کا گارا ہو گیا اور دل پر بھی اجارا ہو گیا
--	---

دریغ

رشتہ کس کا کہاں تو غیر درغیب ہم سے تم اور غم سے ہم ہوں جدا تم رہو ملیں اور غم میں بسے تم ہی پکھتا ہو تم ہی جرجائی تم تو وہ ہو کہ اپنے عاشق کے تیری بیداد و جور و ظلم و جفا حسن و خال و خط و ادا و آواز یہ سرکسی اور دامن چاک	ہو ہر اک جا پر جب وصال حبیب وہ گہری بس خدا کرے نہ نصیب نہ رہے فکر تا نبیب و قریب یہ تو قصہ ہے اک عجیب و غریب درد ہو، اور ودا ہو، اور طیب اور دیتے ہیں عشق کی ترغیب جان لینے کی کرتے ہیں ترکیب عشق بازی میں جڑ ہی تہذیب
کچھ ادا سے بے فوج کا انکار قلِ احقر کی ہوتی ترکیب	
موسیقی و شائق مے ناب	جانتا ہی نہیں نوابِ عذاب

شیشہ و جام و بزم و دور شراب کر دیا مثل ماہی بے آب پہ تو حاصل ہو بس شرب کباب آپ کا ہے کد ہر خیال جناب دل بیتاب کو کہاں ہے تاب سینہ داغوں سے ہو مرشارب چشم گریاں سے ہو جاں غرقاب وہ بھی ہونگے جو ہو گئے سیراب ہم تمہیں تم ہمیں ہونے نایاب رہا ملحوظ۔ عشق کا آداب ہم کو معذور اب کہیں احباب	دید ساقی میں ہے غزیر ہمیں کند خنجر تیرے لبسل کو چشم ساقی رہے جلے دل پر ہم ہی مرتے ہیں ہم ہی چاہتے ہیں وعدہ نہ دے سچ سہی۔ لیکن ابھی جاؤ کبھی ٹھٹھلنے کو تم ہی ہو اس میں تیرے پرتے پیاس بھر کافی آبِ خنجر نے تم نزاکت سے ہم خافت سے فوج ہونے میں کیا ٹپتے ہم دشمنی ہو گئی سلیقے سے
---	---

بے تمیزی شعار ہے حق
 عشق نے کر دیا تباہ و خراب

وہ زور اور وہ قوت طاق کماں ہو اب وہ شکل و شبابت صورت کماں ہو اب رہنا کماں صال میں قوت کماں ہو اب صبر و شکیب طاق و جرات کماں ہو اب یاں التجا کی فصلت عادت کماں ہو اب یہ تاب یہ مجال یہ قوت کماں ہو اب انداز و غمزہ ناز و نزاکت کماں ہو اب پہر تو یہاں گزارہ وحشت کماں ہو اب	جب عشق کا مرض ہو تو صحت کماں ہو اب دو چلو خوں بھی چہرے پہ چھڑا نہ عشق نے کہو کہ خودی کو اپنی فراغت ملی ہمیں غارت گری میں طاق ہو اور بھر بھی یہ کہو مسرور کر رکھا ہے تصور نے رات دن تو بہ طبع مرضی جانناں کو شوق وصل سائے کے سائے کیا مرے دہیں سا گئے دامن رہا یہاں نہ گریباں رہا نہ سر
--	--

یاں کام ہی تمام ہوا شوقِ صیل میں معتشوق ہے وہ اور ہم عاشق ہیں تو بہلا پہرنے سے اک نگاہ کے نقشہ ہوا ہرن	شیخ نگاہ ناز کی نوبت کہاں ہوا ب پہر موقع گلہ و شکایت کہاں ہوا ب احقر وہ دست سانی کی کیرٹ کہاں ہوا ب
دل میں ہو تم تو دل سے ہوئی دل لگی لے احقر کو انتظار کی فرصت کہاں ہوا ب	
مستحق ہیں جہان کے محبوب ہو کسی صورتِ شبابت میں منہ ہو فتنہ رنگے دو دہن چاک جان لیکر بھی وہ خطای رہے آنسو بہتے ہیں اور وہیں ہیں کھرے رگن ریشہ سے آنسو بہتے ہیں گل و گلزار و نکمت و رنگت آبِ خنجر ہو جاو آبِ حیات	کہ تم اچھے ہو اور تم ہی ہو خوب دید سے آپ کی عینِ مطلوب عاشقوں کو یہ کچھ نہیں معیوب اس نفا پر بھی میں رہا معیوب جسم عاشق پہ لگ رہی ہے دُوب عشق بھی ہے تراہت مرطوب تم نہیں ہو تو کچھ نہیں مرغوب زندگی نے کیا ہمیں محبوب
صبر کو آزمائے گے کب تک میں ہوں احقر نہ حضرتِ ایوب	
خوبی حُسن ہے شانِ محبوب آتش و سوز و دردِ رہنے دو دُروغِ نسیم اور جاہیں جا کر قتل کا ذکر یا کہ جو رکاو لڑی آنکھوں سے تصویر میں بند سو بُرائی کے ساتھ ہو لیکن	عشق بھی ایک ہوا آنِ محبوب ہے یہی دلیں نشانِ محبوب دل عاشق ہے مکانِ محبوب ہو گا محبوبِ بیانِ محبوب ہے گہر بار وھیانِ محبوب ذکر یہ سرِ ہوزبانِ محبوب

جان انکھوں میں چلی آتی ہے کیوں	دل میں ہے دردِ نہانِ محبوب
سچ ہے جاں ہوگی غریزِ عاشق کو	جھوٹ کیوں ہوگا گمانِ محبوب
فرقت و درد و غم سے بچکر دل	چاہتا ہے یہ امانِ محبوب
جاناںِ احقر وہ ہو کہ سو جاں سے	جس پہ قرباں ہو یہ جانِ محبوب

دریغ

ہم کیا بتائیں دیکھ کر کیا لگ گئی ہو چپ	کہہ سکتے ہی نہیں ہیں قریب سے پہلی ہو چپ
سو آنکھوں سے تم کو جو محفوظ رکھ سکے	وہ حاکموں نے بولنے والو کھی ہو چپ
واغظ ہو، ناصحا ہو، مقرر ہو، کوئی ہو	سب کو ہر کے جیتی جو وہ توجہی ہو چپ
ہر دم خیالِ یار سے ہمیں ہے گفتگو	اگر دل لگا رہے تو بڑی دل لگی ہو چپ
گر بولنے کیوقت بھی کرتی ہے بندہ	اس بات میں توجہ ہو بڑی ہو چپ
آنسو بہاتی رہتی ہے سن کر بھلا بُرا	ہم کیا کہیں کہ موتیوں کی اک لڑی ہو چپ
چپ رہ کے دیکھ لو نہیں کہنے کی بات	کیسا بڑا حسنِ زمانہ سترِ خفی ہے چپ
کہہ تو رہتے ہیں یارِ اشاروں سے کچھ لو	اب تو ہماری سوسِ خاطر بھی ہو چپ
خاموشی کیا ہوئی جو ایسے کہہ سکے کوئی	کہنے کی اور بولنے کی معی ہے چپ
واسطہ ابر سے سرے کی ہو اونیک نام ہو	لیکن تمہارے واسطے بیشک ہی چپ

احقر بھی کوئی آدمیوں میں ہے آدمی
اس سے کنارے بھٹکے جب ہی تولی ہو چپ

ہر جانی میں ہر ایک کی گویا زبان میرا ہے	یکسانی میں خود آپ ہی اپنا بیاں میرا ہے
آنکھیں جو بند ہیں تو یہ آیا غصہ میرا ہے	اپنی خودی میں آپ ہی میرا زہن میرا ہے
دو دو دیکھ سکتے کہ انکا الجھتی ہے وہ جی	ہم سب کچھ کہیں کے بھلا ہم کہاں میرا ہے

دیکھا جو اپنے آئینہ دل میں آپ کو اپنی خودی کو ڈھونڈتے پھر نیسے کیا ملا پہنچے جو لامکاں میں تو معلوم یہ ہوا مطلوب آپ آپ طلب طالب آپ میں جب آپ ہی نہیں تو کہاں ہی صفات ذات	تو ہو گیا یقین کہ ہم اپنا گماں میں آپ کھو کر خودی کو دیکھا تو اپنا نشان میں آپ ہم آپ میں مکین مکان لامکاں میں آپ ہر رنگ میں خود آپ ہی ریکان جاں میں آپ ہم خود عیاں میں اپنی خودی میں ناں میں آپ
--	---

ہر جانی ہم بھی کیونکہ نہ ہو جائیں مثل یار
اتھرت بھی اب تو رہتا ہاں ہو جاں میں آپ

دریفات

بنی ہے واسطے عاشق کے آہ و زاری رات وہ رات جس میں تمہیں نچھایا وہ روزِ عید سلامتی میں تمہاری ہو رات دن ہر وقت بس اک نگاہ میں سہا سہا ہر کو کر جاؤ تقدیرِ رخ روشن میں دن گزرتا ہے امید روز وصال حبیب میں ہم نے چلے بھی آؤ یہ شبِ بزم نہیں ہے دیکھو تو بگڑ چکی تھی مثالِ سیاہ بختی سے	غرض ہلکی دکھاتی ہے بقراری رات وہ دن جو تم نہ ملو ہے وہی ہماری رات ہی روزِ رخ ہمیں اور زلف ہی تمہاری رات نہ سارا روز ہمیں چاہئے نہ ساری رات خیال زلف سپہ فام میں گزاری رات فراق و درد و مصیبت کی بھی سہاری رات ہمارے حال پہ کرنی ہو آہ و زاری رات تمہاری زلف کی تشبیہ نے سنواری رات
---	---

رات کا فکر چڑھا رہا ہوں دن بہرِ حشر
کیونکہ بیمار پہ ہوتی ہے بہت ہماری رات

یاد جاناں اسیکم ہوں دن رات آبِ خنجر کے پی رہے دو گنوٹ	درد سے ہو اگر نہ جس کو نجات چاہے عاشق جو پیا آبِ حیات
--	--

اگر نظر کر کے دیکھو ایک نگاہ دم آخر بھی وہ نہ آئے تو تم تو اپنی کہو ہم اپنی کہیں جیتے جی کیا وہ قبر پر بھی نہ آئے	نظر آئے جو ایک ذات صفات آہ و نالے یونہی گئے ہیہات اپنے مطلب کی ہر طرح جو بات ایکساں ہے ہمیں حیات و مات
قتلِ جستہ اگر ثواب ہو تو تم بھی ہو جاؤ درِ خلِ حسنت	
وہ کہتے ہیں دیکھو تو کہا تو نکلی بات بلائیں لیئے جائیں ہر دم کہو نکالا ہے محفل سے پر دل تو دو وہ اب نہ نکوتارے دکھانے لگے	محبت بھی جو ایک باتوں کی بات اُجی یہ تو جو اپنے باتوں کی بات ذرا سن لو تو ایک باتوں کی بات لگے کرنے نہ کو وہ راتوں کی بات
اداؤں کرشموں نے بیدل کیا یہ جو احقران ساتوں پانچو نکلی بات	
میں پسند ہوں ہر بہار کی صورت نظر میں ایک جو آیا رہی ہمسا ہے صبا ترے لئے چلی تھی مگر نقامت سے نہیں ٹھیرتے نہ شہر و نہ ایک ٹھوکر سے مجھے نہ دیکھو اٹھاؤ نظر کو تو اپنی ہماری بزم میں کوئی نہ غیر ہے نہ رقیب اٹھاؤ چہرہ زیب سے جب نقاب اپنے بیانِ خوب نشے ہو رہے ہیں یار و کو دُرا سے ناز سے احقر کو یوں ہی کہہ جاؤ	دکھا رہی ہے ہر اک جا مگار کی صورت ہزار دیکھ رہے ہیں ہزار کی صورت ہم اٹھ کے بیٹھ گئے خود غبار کی صورت بگاڑ جاؤ جی میرے مزار کی صورت کھٹک رہی مے و لمیں خار کی صورت ہے اپنے بدنِ نظر اپنے یار کی صورت تو جب ہی دیکھنا ہے اختیار کی صورت دکھا رہا ہے تصورِ حشر کی صورت خدا دکھائے نہ اس نابکار کی صورت

اک نانا اٹھانے کی بھی ہم میں نہیں طاقت کثرت میں جو وعدہ ہر وحدت میں ہے کثرت وہ دل بھی کوئی دل ہو جس میں نہو الفت زاہد کو یہ سب جماؤ اپنی نہ کئے جائے اک جہرے میں ہرست ہر شرار بنا دینا بیہوش نہ ہشیاری کچھ غم ہے نہ غمخواری اپنے میں ذرا دیکھے کیا جملہ نمائی ہو راضی برضا رہنا کچھ سننا نہ کچھ کہنا محبوب کرے کچھ بھی اگر سلسلہ جنبانی محبوب ہو کر اپنے ہمراہ تو کیا غم ہے انساں کو ضعیفی پر اپنی ہے گماں کیا کیا	ہم کچھ بھی نہیں کئے لا حول لا قوت پھر رشک غیریت یا فراق نہاں فرقت وہ گل بھی کوئی گل ہو جس گل میں نہو محبت کچھ ہے میں نہیں حرمت ساقی کی جو ہفت کیا مویں ہوئے نوشوا ساقی کی ہو یہ برکت یہ درد ہے اور ہم ہیں کچھ رنج نہ کچھ حجت کیا ڈھونڈتے پھر نیکی زاہد کو ہونی وحشت ہو وصل کا طالب یہ عاشق کی نہیں حجت تو عشق کے رستے میں کچھ بھی تو نہیں وقت پر کیا کرے رونے کی عاشق کو تو ہو عادت اسکی بھی خبر ہے کچھ کیا شان ہو کیا شوکت
---	--

فرقت میں تو ہے دیکھو بیٹا بے تو اں احقر

اور وصل کا طالب ہے اللہ سے تری محبت

عاشق کا سبھا ہے یہ آزار محبت تمہارے ملامت کے خجالت کے بلا سے جان و دلیاں سے جو حاضر ہوں خیر بے صبر قرار دے جان اب تو اں ہو سرا نکلوں پہ پتھر نہیں لینے ہی دلا پھر کون ہو محبوب کی جو یاد دلاؤ ساقی کے تصور میں ترشی ہو کہ ہر دم اک آن میں سیر کرے تشنہ لبونحو	مارے سو بھی مرنا نہیں بجایا محبت آنا نہ کیوں کر ہو گرفتار محبت پھر گرم نہ کیوں کر رہے بازار محبت عاشق ہے تو ہے یہ ہی منزل محبت ہر ایک کی اٹھتا ہے کہیں اب محبت دل میں جو کہلانا نہ رہے خار محبت ہو شیار ہو اپہر تا ہے شہر محبت یہ آب رواں رکنتی ہے تلوار محبت
---	---

سو داتو کرے کوئی بھی لے دیکے تو دیکھے
 احقر تو ہے سو جاں سے خریدی محبت

اریف نث

کمال چوڑے میں ہم روال کے باعث
 بغیر مرنے کے نہیں حال حبیب
 یقین کو پہنچا کی اک دن یقین ہے کہو
 یہ فہم و عقل تمیز و دھاس لے لیجے
 غور و محسن انہیں اور سرور عشق ہمیں
 سمندر شوق پہ پڑتے مرنے کی سی

زوال آتا ہوا آخر کمال کے باعث
 لو سہل ہو گیا ہمو مجال کے باعث
 کہ تم ہی سو جتے ہو سر خیال کے باعث
 یہی بنے مرنے والے و بال کے باعث
 اوہ راہ ہر ہیں ہی تو ملال کے باعث
 نگاہ و زلف و رخ و خط و خال کے باعث

خیال اسکا ہے احقر تصور اسکا ہے
 یہ حال قال ہی و قال حال کے باعث

ہو گئے انبے دل جاں الغیث
 کیا دکھاتی ہے اثر اب دیکھئے
 زردیے رخ بنکے اور خشکیے لب
 کیا جی بے پڑائی سے کہتے ہیں وہ
 ہم تو چپ بیٹھے ہیں شوق دید میں
 بے نیازی سے تری لے بے نیا
 زخم کا مشتاق ہے دل اور جگر
 دیکھ کر نہ یاد اس محبوب کو
 کسکی ہو فریاد اور کس منہ سے ہو

تم ہی سے کہتے ہیں جان الغیث
 بے کسی کا بن کے سامان الغیث
 کر رہا ہے درد و پنہاں الغیث
 تجھ کو ہے زریا و شایاں الغیث
 کیا کریں کرتا ہے اراں الغیث
 رہ گئی ہو کر پریشاں الغیث
 الغیث اسے تیرے شرکاں الغیث
 ہو رہی ہے میری جویاں الغیث
 ہو کے رہ جاتی ہے حیراں الغیث

رودیہ فریاد سن کر وہ قواب ہے ہماری گوہر افشاں الغیاث

دیکھو! اتھر کو نہ رُلو او بہت
ایک آفت ہر مری جاں الغیاث

دریفج

کیا کوئی بتائے کہ ہو کیا شبِ معراج
کیا اسکی صفت ہو کہ بلایا گیا شب کو
ممدن وہ جسکا ہر وہی آپ کا مدح
شان انکی دکھائی شبِ معراج میں سب
مدح کو ممدن نے خود آنکھوں سے دیکھا
بس ایک خدا ہو نہیں سکتے کہ میں بنا
وہ نشان وہ شکر تہ عنایت و حمایت
ہم کو تو الیٰ عَزَّوَجَلَّ مَآؤ سخی پے ٹالا
اپنے کو دکھایا کہ میں ہم رب محمد
پوچھو اُسی سے اور کوئی کیا بتا سکے

جو کچھ کہ ہوا تھا وہ ہوا تھا شبِ معراج
کیا اُسکو کہیں جسے بلایا گیا شبِ معراج
اور آپ ہی پھر اُسکو سرِ امشبِ معراج
نور اپنی خدائی کا دکھایا شبِ معراج
پروے کو اُٹھا سامنے آیا شبِ معراج
ورنہ انہیں کیا کیا نہ بنایا شبِ معراج
محبوب بنا اپنا دکھایا شبِ معراج
اُن کو جو سنا یا وہ سنا یا شبِ معراج
کیا کیا نہ محمد کو بنایا شبِ معراج
جس نے کہ مراد صل کا پایا شبِ معراج

صلوات و سلام آپ پر لکھتے ہوں حقرا
جن کے لیے وہ نقشہ جمایا شبِ معراج

کس سے پوچھیں کون فرقت میں تباہی علاج
ور و بچراں کی دو کیا آرزو سے وصل کیا
وہی وہی ہے جو کہ ہے دوائے درد و دل
اپنی ناکامی سے نادم تھے درِ عشق سے

تم ہی کچھ فرماؤ جانناں تم کو آتا ہے علاج
جان سے اگر کہیں تو مار جاتا ہے علاج
ہم کو ہر طرح سے ہر پہلو ستاتا ہے علاج
بھاگ جاتا ہے طیب اور مہر چاہا ہے علاج

ترک عشق یا رک کو کہتا ہے نامحرم طبیب	درد جس سے ہیز یا وہ بتاتا ہے علاج
ہو مرض کا جو سبب وہ ہی مرض کی جو دوا	درد ہے ہکو پسند اور دلکو بہاتا ہے علاج
روتے روتے بچکی بندھ جاتی ہے انکو دھیکر	درد کرتا ہے زیادہ خوں رلاتا ہے علاج
اس طرف کینچھے لینے جاتا ہے دیکھو اضطراب	درد اپنا خود بخود ہسکو دکھاتا ہے علاج

ہے غنیمت درد اسکو یا جسکو موغریز
درد کی حسرت بدولت یا داتا ہے علاج

کہتے ہیں کہ دل لیکے ترا آئے اور ہر آج	تہلے رہو ماتیوں سے ذرا اپنا جگر آج
کل کینکے بھی تم آئے نہ ہامی سے گھر آج	ہر لمحہ مرے واسطے تو آٹھ پہر آج
اور کل بھی نہ آئے تو یہ کہہ نہ ابھی سے	سُن جائیے تا کل کے نتیجہ کی خبر آج
کل سے لب دندان کا تصویر ہو چلیں	بہر نے لکے آنکھوں سے مری علی گھر آج
آئے ہو تو کچھ نیند کے متوالے ہو بندر	کیا شام ہی سے چلنے لگی باؤ سحر آج
اگر یہاں بیٹھے تو ہو پر مار نہ جانا	جینے کی تمنا تو نہ تھی ہکو مگر آج

تم سامنے غیروں کے تو احقر پہ نہ گرجو
طوفان اٹھا بیٹھے کہیں بدہ تر آج

ریف چ

اے مصو! یا رکی میرے نہ تو تصویر کھینچ	اُسکی بچپانی کی ہر اک دے کیوں تا شیر کھینچ
ناز سے ابر ہلانے میرے قاتل سے کہو	دست نازک سے مگر اپنی نہ تو شمشیر کھینچ
اک نگاہ ناز عاشق پر پڑی تو پڑ گئی	اب اُٹھا کر کہیں اپنے زخم جگر سے شیر کھینچ
دل کسی کے ہاتھ میں ہو اور جگر میں عشق	اب پرلہ بستر پہ آہ و نالہ شب گیر کھینچ
یہ تیرا گھس گیا دل میں تو اُمین لکھنا	ساتھ ہی اب یہ بھی اُسکے ای بٹلے شیر کھینچ

میں نکالے سو نکلتا ہوں کہیں توبہ کرو | تیرے کوچہ میں مجھے لایا خطِ تقدیر کہینچ

زلف کے پھندی میں ل احقر کا اب تو ہنس گیا
جس طرح جی چاہے اسکو ڈالکر زنجیر کہینچ

ایک ن لیگا تجھے ایدل بت بے پیر کہینچ | کون کہتا ہے تجھے کہ آہ بے تاثیر کہینچ
دل نہیں رکھنا تو اچھا خیر جو چاہے کرو | ورنہ کیوں سے مرے اپنی نگہ کا تیر کہینچ
کیا ہی بل کھاتا ہوں دین لطف بچا کا خیال | میں بھی کہتا ہوں ل شید کو یہ زنجیر کہینچ
وہ نہیں کہتے جو دل سے تیری جان بقیہ پر اب | اپنے دل کو ہی کہیں تو عاشق دلیگر کہینچ
دل سے اُن کا اپنے چہرے پر آتا ہوں خیال | اے معنوا! تجکو کچھ آتا ہے تو تصویر کہینچ

وصل کی احقر اگر چاہے تو قدر و عافیت
ہجر کی سختی گوارا کر غمِ تاحسیر کہینچ

کون کہتا ہے نہیں ہم کو کہیں کا لالچ | ہم کو دنیا میں لگا رہتا ہے دیر کا لالچ
ہم کو دن رات اندھیرے میں پڑا کہتا ہوں | وصل کا اپنے کسی ماہِ حبیب کا لالچ
دل کا ہلانا ہے جس طرح ہل جائے یہ | ہم کو کچھ سن کا لالچ نہ حسرت کا لالچ
وعدہ وصل کی جہت میں باغیر بھی ساتھ | ماں کی خواہش تھی مجھے ہم کو نہیں کا لالچ
میں سلامت تو تجھے دیکھ لیا کرتے ہیں | تیری الفت میں دوسرا جانِ عزیز کا لالچ
ہم ترے سر پہ چڑھیں اور گلے تیرے پُر | ہم کو بننے کا ہے خود تاج و نگین کا لالچ
جہاں کتنے تانے کی ہم کو پڑی یوں عادت | دلِ مشتاق کو ہے پردہ نشیں کا لالچ
کچھ ضرورت جو نہ افشانِ خط و خال کی بس | ہے حسنیوں کو چناں جو نہیں کا لالچ
چلو لا حول پڑو عشقِ تباں چہرِ تیرے | کیا پڑا ہے تمہیں شیطان لعین کا لالچ

اریف ح

ملتی ہے اس میں قلمت ولداری کی طرح
 غم کھاتے ہم بھی آپ کا غمخوار کی طرح
 اغیار مجھ سے ملنے لگیا رکی طرح
 دیکھے تو کوئی آنے کے اقرار کی طرح
 ازار دینا چاہیے ازار کی طرح
 کرتے ہو سہل کام کو دشوار کی طرح
 اب تو نہ آنکھیں بہیرے ہر بار کی طرح

یوں مل رہی ہے سحر دل زار کی طرح
 تم میرے دل کو رکھتے جو دلدار کی طرح
 ملتا ہے مجھ سے یار جو اغیار کی طرح
 کہتے ہیں آئیں ہم جو نہ لو نام عاشقی
 تم حد سے بڑھ گئے ہو خدا خیر ہی کرے
 راک ہوسہ تو دیا ہے مگر ناک چڑھ گئی
 اپنی غرض کو غیر کی صورت میں آئے ہم

اک بار چشم مست کو ساقی کی دیکھ کر
 احقر پڑے ہی رہے ہیں سرشار کی طرح

تم بھی تو دل رکھو مراد دلدار کی طرح
 دل بانٹ دیتے ہو مرا محتار کی طرح
 ہنسیار بھی تو پہرتے ہیں سرشار کی طرح
 ہر دم پڑے ہی رہتے ہیں بیکار کی طرح
 اک آن کو جو آئے وہ ہر بار کی طرح
 آنکھوں کو بند کر لیا مکار کی طرح
 اُسے تو پہرے دیکھ لو بازار کی طرح
 کوئی بچا تو دیکھے گا اس درار کی طرح
 زنا ہر بھی مست ہو گئے میخوار کی طرح
 ڈالے گلے میں پہرے ہیں وہ ہار کی طرح
 برہا کرے جو شریہ زقار کی طرح
 احقر کو تو پسند ہے بس یار کی طرح

غم کو تمہارے لیلیا غمخوار کی طرح
 ناز و ادا و عنسنہ رخ و زلف و چشم کو
 مفتوں جو ہو گئے ہیں کسی چشم مست کے
 فرقت کے غم کا کام کچھ ایسا گلے پڑا
 دم کچھ اٹکے رہ گیا سینے میں قوت نزع
 محبو اور اُن کو ساتھ جو دیکھا رقیب نے
 بن ٹھن کے تم جو آئے تو سنان ہو گیا
 مقتل میں اک نگاہ میں سب مر کے رہ گئے
 ساقی کی اک نگاہ نے سرشار کر دیا
 ڈالادلوں میں رشتہ زنا رچھید کر
 ہم بھی حساب دینے کو بس ساتھ ساتھ ہیں
 یاں تو کوئی رقیب نہ غیر اور ہم بے غم

دریغ

اندازِ فنا ز بھی ہے اسی سیتن کی شاخ
تقلید کر رہی ہے اسی گلبدن کی شاخ
میں خوب رو بھی دیکھو کسی کے چمن کی شاخ
غیروں کی انجمن تو تری انجمن کی شاخ
دو گالیاں ہاں سے زباں ہو دہن کی شاخ
اس میں لگائی اور غضب بانگین کی شاخ
رہ جائے دل میں ٹکے رخ و محن کی شاخ
ہوتی لگی ہوئی جو نہ رخ و محن کی شاخ
عاشق کو کونسی ہے چمن میں امن کی شاخ

نخل قد اسکا ہو کسی جاں کے چمن کی شاخ
وہ چار گل کے بوجھ سے جھکنے لگی کمر
اس گلستاں کے رنگ میں ہوگی کسی کی بو
اب جوتیوں میں بیٹھنا بھی ہو کہو ہو قبول
ہم عاشق دہن میں تو سب کچھ سنینگے ہم
مرنے تو یہی سادھی وضع پر ہمارے ہم
کھل کیلنے سے عشق میں ڈبے لگا ہوا
کھل کیل چلتے عشق میں اب تک کبھی کے ہم
گن میں ہے رنگ و بو کا تصور بہر اہوا

پہلو دبا کے بیٹھے ہفت بھی مثل غیر
ہوتی لگی ہوئی جو نہ دیوانہ پن کی شاخ

پہر تو ہونڈتے پھر تو کھیں بھی نپے شوخ
ہر کان میں پہنچتی ہے ابکی ادائے شوخ
شوخی وہ کیا ہوئی کہ رہے ایک جاک شوخ
ہاں میں گے وہ ہی ناچ جو ہو کہو نچائے شوخ
بل کھا رہی ہے آج تو زلف و قاتے شوخ
شوخی اب اور کوئی نہ باقی بتائے شوخ
اک آنسو وہ کار کو کیا آزمائے شوخ
دیکھیں تو ہم بھی ہم سے کہاں بچے جاک شوخ

میں جگر میں آنکھوں میں آوازے شوخ
شوخی ہو تو ابکی ہر اکب چیر شوخ ہے
شوخی کو بھی شوخی سنے ہر جانی کر دیا
شوخی ہے تو ہم بھی ہیں شوخی کے جانی کر
شوخی! دیکھئے کس کس کا دل پہننے
شوخی کو دیکھے دلو جگر کو بچانی جان
شوخی سے وہ جہاں میں خیال کے ساتھ
اقتصر بھی اسکا رہتا وہاں ہو جہاں ہے وہ

دیکھیں کہاں رُکے نظر خود نماے شوخ کیونکر نہ دلربا ہو وہ کیونکر نہ جاں ستاں شوخی سے وہ کہی ہیں یہاں اور کہی وہاں اپنے خیال یار کے قربان جلائے شوخی وہ ہی تیرے ہی دیتی نہیں کہیں شوخی نے اسکی اُسکو غضب بے پتہ کیا	چاروں طرف ہی تیرے فکں یہ بلائے شوخ کیوں ہو نہ شوخ جبکو خدا خود بنائے شوخ یہ کیا عجب ہے آئے کہی بن بلائے شوخ نظروں میں آ رہا ہے یہاں جلائے شوخ کیونکر کسی کی نظروں میں اگر سائے شوخ شوخی ہو تو اپنا پتا کچھ بتائے شوخ
--	--

احقر نے اپنے دلیس پیکر بٹھالیا
 ہلے بھی اب دینگے یہی ہے نزلے شوخ

دریاد

کسے کیا کوئی شایانِ محمد زبانِ حال سے گویا ہے حیرت غرض اندازِ محبوبی ہیں کیا کیا سبک کیونکر گناہوں نے نہ ہوں ہم ڈرے کیوں آفتابِ حشر سے وہ محمد خود نگہباں ہیں ہمارے یہ ہم کو اذِ دُمیت نے بتایا بشارت ہے تھیں یحییٰ مَکَمُ اللہ حیاتِ جاودانی ہے تو یہ ہے جو اُن چاہے اُسکو چاہے اللہ جہاں کیا ہم تو پہنچیں گے خدا تک	خدا کی شان ہے شانِ محمد کہ کیا شے ہی خدا جانے۔ محمد کہ ہے خواہاں جاں آں محمد کہ جب وہ ہوں گراں جانِ محمد ہو سر پر جس کے دامنِ محمد خدا خود ہے نگہبانِ محمد کہ ہے اللہ سامانِ محمد مبارک ہو غلامانِ محمد کہ جاں ہو جائے قربانِ محمد محبِ حق ہے خواہاںِ محمد لیے ہیں سر پہ احسانِ محمد
--	---

وہ کیوں گہرائیں محشر میں کہ حق کی	حفاظت میں ہیں اوسان محمد
مجھے کہتا ہے آحق کون آحق کہ تو تو ہے ثنا خوان محمد	
کوئی دنیا میں ستم کش نہ رہا میرے بعد نام لیست انہیں افسوس محبت کا کوئی کون کوئے گایہ دنیا کے مزے مائے خدا آپ کے کون اٹھایا گستاخ مائے ستم غزنی طالع اغیار ہے یہ وائے نصیب	ہو گئے اہل جفا اہل فامیرے بعد حسن حیران و پریشان ہوا میرے بعد کون دیکھے گایہ انداز ادا میرے بعد کون سہوے گایہ بجا و بجا میرے بعد تو بہ کرتے ہیں جفا سے وہ دلا میرے بعد
عشق کا ترک مسلم ہے وگرنہ آحق آپ ہو دینگے پشیمان بخدا میرے بعد	
چُپ ہیں خوبانِ جہاں میرے بعد نام عشاق عیاں تھا مجھ سے ہو چکا لطف کے پرفے میں ستم سب کے خواہاں میں جہاں میں لیکن خبط ہے ناز و ادا بعد مرے	گنگ ہیں سحر بیاں میرے بعد ہو گیا عشق نہاں میرے بعد اب یہ ہو دے گایاں میرے بعد آپ جائینگے کہاں میرے بعد وہم ہے عشق بتاں میرے بعد
جائے ماتم ہوئی دنیا آحق روتے ہیں پیر و جواں مجھے بعد	
معلوم ہوگی میری وفاتین دن کے بعد جیتے رہیں گے تک اب امید وصل میں جانبر ہوا نہ مائے ترا کشتہ ستم مرنے میرے خوش تھے اسکی خبر بھی ہے	جب غیر کچھ ستم سے خفا تین دن کے بعد ہوتا ہے انھو غدر نیاتین دن کے بعد آخر کو دیکھو مری گیا تین دن کے بعد کیجے گا کس سے ناز و ادا تین دن کے بعد

شہانی تھی دلیں اپنے طینکے تمام عمر	قالبو میں اپنے دلخیز راتیں دن کے بعد
گو خوش ہے وصال میں ہم میں ان کو کیا	پہرہ ہی اپنا حال ہوا تین دن کے بعد

برسوں سے اپنا کام ہے آحق ستم کشی
ہوتی ہے ایک تانہ جفا تین دن کے بعد

دریغ

دونوں طرف ہی حال پر اپنے بجا گھنٹ	اُن کو غورِ حسن ہیں عشق کا گھنٹ
سمجھتے ہیں وہ تو حسن کے زیبا غرور کو	یہ اور ہے غرور پہ اک دوسرا گھنٹ
سارے ہیں جہان کے ہوتے ہیں غرور	کتے ہیں وہ ہیں کوئیں ہی نیا گھنٹ
کتے ہیں میرے دلوں کہاں بچکے جائیگا	ہم دستانِ عام ہیں تجھ کو ہی کیا گھنٹ
اُن کا غورِ حسن ہی خود اُن کا جاں نثار	سوا بار اُن پہ ہوتا ہے اگر خدا گھنٹ
جس دلربا کو حسنِ خدا داد ہو نصیب	اُس کو خدا نہ دے گا تجھ غنا گھنٹ
اُنکے فدائی کے لیے سب اُن ہی آن ہیں	غیر، غور، ناز، تکبر، او گھنٹ
گریزی ترپ ترپ کے ہے ساری شبِ فراق	اب اپنے جذبِ شوق کا جاتا گھنٹ

یہ قدرواں کا مارنا ہوتا ہے ویسے لو
احقر کے ساتھ حسن کا سارا کیا گھنٹ

دریغ

عاشق صادق کو تو معشوق کا ہی غم لہند	حضرت معشوق کو ہر دم ہی اپنا دم لہند
جس کو لذتِ زخم کی ہوا سکے دل سے پوچھے	جو جرات ہی بڑا تا اُس کو وہ مرہم لہند
کام معشوق کا ہے دن رات ہنسنا بولنا	وہ ہنسے بولے گا کیا جس کو ہو ماتم لہند

جو سنا کرتا ہی باتیں عشق و عاشقی کی کبھی دل کیسے کا پنس ہے گم ہوا نہ ہیری ایش و لکھو لیک رہا گنا ایسا اسے مرغوب ہے	درواگو بھی کہی ہوتا ہے بیش کم لذیذ انکھ اپنی زلف پچاں کا ہے خم پر خم لذیذ جیسے صحرائیں غزالوں کو ہے اپنا دم لذیذ
--	--

اپنے ہی دم سے ہو قائم عاشق و معشوق مجھوتی
اس لیے آتھر میں اپنے آپ کو خود ہم لذیذ

کسی الفت کو گلے کا جو بسایا تعویذ آنکھ ملے ہی یہ دل چین لیا کرتا ہے جان و دل کا جو مری پہنا تھا تم نے لیکر دل پہ چہنچام لکھا ہے تو وہ آئینہ کا کبھی عل حب وہ سدا ساتھ لیٹے پھرتے ہیں کچھ بھی تاثیر محبت کا اثر ان پہ نہیں ہم نے دل ڈال دیا اپنا گلے میں ان کے ان کو یاں لاسے نہ لیجائے تصور ان کا	واہ کیا خوب یہ حب کا ہمیں پایا تعویذ واہ اچھا یہ ہمیں تم نے دکھایا تعویذ وہ بتاؤ کہ کہاں تم نے گنوا یا تعویذ پاس کے پاس یہ حب کا نکل آیا تعویذ ناز و انداز ادا غمرہ بسایا تعویذ کیا کسی نے انہیں اس کا بھی بتایا تعویذ چشم بدور کہ یہ ان کو بھی بسایا تعویذ ایسا تو دیکھا نہ اپنا نہ پرایا تعویذ
--	---

خال و خط زلف و وہن حُسن کی زینت کیلئے
اتھراں سب کو نظر کا ہے بتایا تعویذ

دریغ د

ہم خوش ہیں ہر اک جائے جو کاشانہ بھگد قسمت میں تو کچھ دل تہا زیاں تہا نہ دیر تھا مائل نہ ہو کیوں خال پہ صید نسیم ابرو سرست کسی کے توبہ نہ رہنے میں ہر دم	سمجھے ہیں تجھے صاحب ہر خانہ بھگد جاں لیگئے وہ حُسن کا بیجانہ سمجھد عارض کی چکا چوند میں کیلئے نہ سمجھد رہتے ہیں تصور میں جو مخخانہ سمجھد
--	---

وہ زور جو تھا ہمت مردانہ سمجھ کر جان لیتے ہیں وہ جو رکا ہر جانہ سمجھ کر عین آنکھوں میں رکھ لیتے ہیں پیمانہ سمجھ کر دل ہنسنے دیا تھا تمہیں فرزانہ سمجھ کر پنی لی کرم ساقی مستانہ سمجھ کر ہم غیر بنیں کیوں تمہیں بیگانہ سمجھ کر یہ درد نکل جائے نہ دیرانہ سمجھ کر سر رکھتے ہیں اپنا در جانانہ سمجھ کر کعبہ میں چلے آتے ہیں بیتخانہ سمجھ کر	سب چن گیا اب عشق میں نازک سی کمر کے دیکھا جو مجھے ضعف سے ناقابل برداشت چشموں کے تصور کو نشہ باز تمہارے کیوں خچکی میں ملتے ہو سدا کھیل سمجھ کر مے کو نہیں مطلب ہو تو حرم سے غرض کیا تم غیر کے پہلو میں ہو تو بھی ہو ہمارے اس واسطے رکھا ہو تمہیں دلیں کہ تم بن ہر جانی ہے محبوب تو ہر جائے پر ہم بھی بیت آنکھوں کے رستے کو چلے آؤ تین ملیں
--	---

سو ہوش بعد خرمی قرباں کریں احقر
اک بار اگر دیکھیں وہ دیوانہ سمجھ کر

جان میں جان نہیں عشق نبا میں کیونکر وہ ہوں یچین تو ہم پر کریں میں کیونکر شیریں اس عارض تاباں پہ گاہیں کیونکر جان باقی ہے تو اسکو بھی بچائیں کیونکر	دل تمہیں دے ہی چکے پہ نہیں چاہیں کیونکر آہ کو اپنی رسا دیکھ کے چپ رہتے ہیں یاں تصور سے ہی آنکھوں میں چکا چوند آئی ہوش جانے رہے جب سے کہ دل آیا تجھ پر
---	--

جو کہ آنکھوں میں سما یا ہو بسا ہو دلیں
اسکے انداز پہر احقر میں نہ آئیں کیونکر

سو شکر ادا کرتے ہیں اس اپنی فنا پر عاشق ہے جو مشوق کی اضی ہو ضیا پر کیا چوڑویں اب تنگو کہیں اپنی خطا پر دم اپنا فنا کیوں کریں وہ آب بقا پر	ہم مرٹے اک آن پر اک ان کی ادا پر معتوق وہ ہے جسکو نہ ہو رحم فغاں پر اگر چاہنا تیرا ہے خطا ہم ہیں خطا دار ہر آن پہ ہر آن جو مرتے ہیں تمہاری
---	---

مستوق کو کس طور سے پاسکنا ہی عاشق جو کمد یادہ شن لیا کمر بہت اچھا عاشق کی دعا خیر کبھی لے کے تو دیکھو اسے جو رو بھاکیش تجھے چاہتے ہی کیوں	مائل نہوا عشق کے گریخ و بلا پر عاشق کو خستیدار نہ کیوں پر نہ کیا پر رہتے ہیں لگے کان اجابت کے دعا پر ہوتا نہ ہر وہ جو ہیں فضل خدا پر
دونا ہوا جنجال گرفتار بلا پر مائل ہوئے آہر جو کسی زلف و تا پر	
گسار رہتا ہی دلیں عشق اک درد نہاں ہو کر اُبھرنے ہی نہیں دیتے ہو بچپن میں جانو کو دل جاں کے مرے لینے کو بس تیار رہتے ہو غم فرقت کو ہم تو وصل میں جانے نہیں دیتے ہوئی رنج و بلا فتنہ مصیبت عشق میں حیرت میں ہنس کر زلف میں آیا ہوں خیر تم تو یوں میں اپنے مر رہا ہوں اور وہ کہتے ہیں جو کچھ دل چلونا قہ پہ ہو بیٹھو نہ کہینچو رنج تنہائی عجب تاثیر الٹی کچھ موافق ہو حسینوں کے عیاں ہوتا ہی در عشق مستوق کے چہینے سے کہیں ڈیر نہ آئے سامنے مشر میں بھی اپنے	کبھی باہر نکل آتا ہے یہ آہ و فغاں ہو کر کرو گے اور اس سے بھی زیادہ کچھ جو اس ہو کر کبھی کچھ مہرباں ہو کر کبھی نامہرباں ہو کر کہ یہ غیروں میں کیوں جا ہمارا یہ سماں ہو کر ہمارا کر سکا کیا کہیے دشمن آسمان ہو کر خبر بھی ہے کہ آیا ہوں کھانے میں کہاں ہو کر قضا تو فیصلہ انے کا دے دیاں ہو کر تمہارا عشق لے جایگا تمکو سارباں ہو کر کہ کہلاتے ہیں لبراک جہاں کے دلتاں ہو کر بڑا دیں درو پناہی کو جو رخ و خیال ہو کر تمہاری سی ماں بھی سب کمدیں کنہ بات ہو کر
عدو سے کٹہ دینا حال در عشق کا آہستہ یہ دکھا ہیہ لیتے ہیں تمہارے رازواں کو	
جہاں میں تم ہی بن بیٹھے ہو سب کا دعا ہو کر اواؤ ناز و غم میں حسینوں نے بڑے آگے	تو پر آخر کرے گا کیا کوئی تم سے سوا ہو کر وفا میں کیوں بیٹھے جاتے ہو سچے پیشوا ہو کر

کہ تم میرے ہی بس ہو کر ہو آفت بلا ہو کر
 کس کا دلستاں کیوں ہو ہمارا دل رہا ہو کر
 وہ غیروں کے نوجواں ہیں میری عا کچھ
 خدا محروم رکھ گا کہیں ہم کو خدا ہو کر
 بھائیں بھی فراوانی تری ہم کو وفا ہو کر
 تم آتے آتے اٹھ پہر گئے میری قضا ہو کر
 ہمارے کس مرض کے ہو سچا و دوا ہو کر
 تمہاری سادگی دل چین لیتی ہے اوا ہو کر

اے! تمکو فتنہ و بلا آفت جہاں سمجھے
 ہمیں تو بیدلی کی بھی شراکت خوش نہیں آتی
 تمنا کیا کریں اُن کی نصیب اُنٹا اٹا اُنٹا
 جہاں میں حور کے بدلے تمہیں چاہیں تو ہانپینگے
 ہو پورا عشق کامل شوق تو یہ کیا ہمیں غم ہو
 یقین آیا کہ اتنی بھی بھل جایا کرتی ہے
 میسر خواب میں بھی تم نہیں آتے کبھی ہم کو
 تمہارا حسن کب محتاج جو اندازو غم ہے کا

گچھنے کا فراحت رعنائیت سے زیادہ،
 یوں ہی غیروں میں گر بیٹھے رہو جسے خواہو کر

دیفاز

کیا خوب سچ ہے بات بنائی نہیں ہنوز
 صورت بھی زخم و لکی دکھائی نہیں ہنوز
 پر ہم میں کہاں سے کہ آئی نہیں ہنوز
 کوئی خطا ہماری بتائی نہیں ہنوز
 ہم پر کہ جو نہ آئی ہو پائی نہیں ہنوز
 صورت کبھی کسی کی بھی بھائی نہیں ہنوز
 پر کیا کریں کہ دلیس سمانی نہیں ہنوز
 ٹھہر و ا مصیبت اپنی سنانی نہیں ہنوز
 تقدیر عاشقوں نے یہ پائی نہیں ہنوز

کہتے ہیں وہ جہاں میں آئی نہیں ہنوز
 بس سنے کیوں نے ہو نکپاش سینے تو
 ہر آن اُن کی مارنے والی تو ہے ضرور
 بیٹھے تو ہیں خطا و بہتہ دیر سے مگر
 کہتے ہیں وہ کہ ایسی طبیعت جہاں میں
 او کیا ہے جسے حسن خدا واد کو ترے
 خاموش شکوہ دیکھکے بیٹھے رہیں ضرور
 ایک آہ سن کے آپ تو گہرا اٹھے جناب
 اتھر کو جاں دہی کی لٹی واد بے برگ

قلہ

کہتے ہیں وہ کہ اپنی سی اچھی نباہ گئے
ایسی کہی کسی نے نباہی نہیں ہنوز

تم وہ انداز نا ہو کہ تمہارا انداز طرز رفتار کو زلفوں کا بلانا دیکھو میں مقتل میں کمرے ہاتھ کمر پر رکھے سو سو طرح سے عاشق کو دکھا دیتا ہوں اسکے بکھنے خدا اسکو جو کھنا چاہے سب میں دنیا میں انداز ادا کرتے ہیں پوچھو عشاق سیایا جو حسیں اور کوئی ان کا چپ ہنا بھی جھڑا ہوا عشاق کو ایک انداز ہو تو اس کا کریں انداز لنکے بچپن ہی میں مشوق گرے جاتے تھے کیا کریں لف سیاہ فرخ تابا کی صفت	پاکے چننا ہی تمہارا ہی سہارا انداز ہے قیامت کا مزا اور بلا کا انداز یہ تو قاتل نے نکالا ہو نرالا انداز حسن کا ناز و ادا غم سے کا کیا کیا انداز زخم و انگی ادا و رہے انکا انداز وہ کہاں حضریں انکے جو ہو کیا انداز جو ہمہ تن ہوا اور سہرا پاندا انگی خاموشی جو اک ادبھی گویا انداز ایک سے ایک پوچھے سو بھی اچھا انداز اب جوانی نے تو کچھ اور ابھارا انداز ایک کلی جو بلا ایک ہو گورا انداز
---	--

انہوں نے یہ بہت جیسے کہ ہم میں نازک
کہہ رہے ہیں کہ ہے احتقر بھی ہمارا انداز

عشق میں جان ہی دینا ہے ہمارا انداز آکے تم میں اسے قتل ہی کرنا سب کا سرمد سے خال سے افشاں سے لب رخ نئے ہو کہتے ہیں جیتے رہو دیکھو میرا وہ سلام خال پر کوئی سے رخ پہ مڑے یا کچھ ہو اسلئے ہم تو مسکتے ہیں بڑے مقتل میں	لو مبارک رہے اب تم کو تمہارا انداز نہ ہو قاتل تو کرے کیا یہ بچا را انداز آج سو طرح سے کچھ اور سخوارا انداز اور مر جائیکا کرتا ہے اشارا انداز ان کو ہر طور سے بے اپنا پیارا انداز دیکھ لیں اور بھی اک بار دو بار انداز
--	--

تھی زکین میں تو نادانے انداز غضب حسن وہ چیز ہے قدمت سے جسے بچائے	اور جوانی نے غضب اور بھارا انداز سر سے پاتک اُسے کروینا ہر سارا انداز
آئے تھے تاکہ جین میکہ کر ان کو احقر کیا کیا تو نے مجھے جان سے مارا انداز	
دریغ	
کہتے ہیں جان دل تو ہو میری اولکے پاس رہتے ہیں دور ہم تو حسینوں سے کیا کریں تاثر ایسی میرے کیے ہے اکھل کھری اک زلف ہی بلا نہیں، رخسارِ خالِ خالِ خالِ کیونکر نہ ہوں عزیز وہ مجسبو عیش کو کہتا ہوں میں کہ تم ہو دو امیر سے درد کی شاند اڑا کے لپچلے کو پچے میں یاد کے میں نے کہا کہ رہتے ہو اسے یار بچال	کچھ اور دینا کیجئے مجھ کو بلا کے پاس دل پاس ہو تو جانیں کسی لربا کے پاس جا کر کبھی پہنچتی نہیں ہے دعا کے پاس دو تین یہ بھی رہتے ہیں لہو دنا کے پاس رہتے ہیں مدعی بھی مے دعا کے پاس کہتے ہیں کہ تیری دعا ہی خدا کے پاس ہم بھی جسے ہی رہتے ہیں ہر جا ہو پاس کہتے ہیں ل سے پوچھو کہ میں فریا کہ پاس
تم دور ہی سے دیکھو احقر قرار و ہوش کہتے ہیں تم سے لینا ہی کیا ہمو کے پاس	
اٹھو ابھی ہیں ہم سے جلائر وفا کی آس مر جائینگے تمہارے ہی غم میں ہم ایک رنڈ اب تک نہیں تسول جی تیرے باب میں جیتے ہیں آرزو کے خط و خال زلف میں اب خاک ایک فتنہ محشر کی راہ میں	ظالم نہ توڑ رد کیجئے کسی مبتلا کی آس ہمو جلا رہی ہے ہماری قضا کی آس آگے ہو کس امید پہ بکود دعا کی آس پر آفتیں جلائیگی اور آگ بلا کی آس کردگی کوئی دن میں کسی نقش پا کی آس

کس کس بلا میں ہنسکے ایدل تجھے ابھی	کیا لگے ہی ہے اور بھی زلف و تاکی آس
سرجاتے ایک ناز وادایں کہی کے ہم	لیکن جلاہی ہے مکر ادا کی آس
امواج بے نیازی میں اور بحر درد میں	غوطے کہلا رہی ہے ڈریے بسا کی آس
مرنے سے پہلے مرنا ہے بہتر جو یسنا	ہم کو فانیں رکھتی ہے ہر دم بقا کی آس

احقر! لگائے رکھنا بتوں کے بھی عشق میں
مضبوط ہو کے خوب تم اپنے خدا کی آس

دیفش

کیا دیکھتے ہو دوستونا چار کی تلاش	ہو یا ر کی تلاش میں اغیار کی تلاش
کیا پوچھنا ہے اُسکا ستم بھی عزیز ہے	جب ہی تو ہے میں بھی ستمگاری تداک
اُسکا علاج کیا کرے حافظ طلیب بھی	ہو جس مریض عشق کو آزار کی تلاش
غم کی تلاش مجھ کو ہو کیونکر نہ چارہ گر	سنتا ہوں اُن کو سہ کی غمخوار کی تلاش
چھپتے ہیں میرے ڈھونڈتے پھر بیٹھے حضور	کرتی ہے گم انہیں میری ہر بار کی تلاش
دیکھو جنوں تو ڈالے ہی جائے گا آبلے	صحرا میں بھوکو کرنی پڑی خار کی تلاش
مقتل میں آہی پکڑا مجھے قتل ہونے ہوں	دیکھو تو اپنے یار کو گرفتار کی تلاش
اُن کی ہر اک ادایں ہزاروں ہیں بچ و تاب	زلفوں میں ہنسکے رہ گئی خسار کی تلاش

احقر مریض عشق کو بدلے طلیب کے
رہتی ہے روز اک نئے آزار کی تلاش

اُسکو نہ اپنا اور نہ ادھر اور ادھر کا ہوش	وہ اک نظر میں کو تے ہیں پیامبر کا ہوش
اپنی نظر تو زلف و رخ یار پر رہی	شب کی خبر ہی نہ رکا کچھ سحر کا ہوش
سر ہوڑتے ہیں کوہ و بیاباں میں ات و تاب	اب قبر ہی میں بیٹھا بس اپنے گھر کا ہوش

اب آیا ناز کی کو تمہاری کمر کا ہوش پرواز کی خبر ہے نہ کچھ بان پر کا ہوش کچھ ہے جگر کو دل کا نہ دل کو جگر کا ہوش آیا ہے اب شش کو مری کچھ لڑکا ہوش صبح کو سارا گم ہوا وہ رات بہر کا ہوش	گردن چکائے دیکھا جو زلفوں کے بوجہ ہنے قفس میں ہوش سنبھالا ہے بلبلا دونوں لگے ہیں ایک ہی ہندسے میں عشق کے آئے وہ بے مرگ جو میرے فرار پر گزی ہے رات وصل میں ساری ہنسی غشی
---	---

جانے میں تاج کا خوف بلانا جس کربماں
احقر کو عشق میں بھی ہے خوف خطر کا ہوش

دریغ

یہ نہیں کچھ کہیں سے دلاوے حرص یہ نہیں ہے کہ کچھ سداوے حرص اپنی درگاہ سے خداوے حرص پوچھو شیطان سے ابتلاوے حرص ناسوا اسکے اور کیا دے حرص عشق و معشوق کی لگاوے حرص وہ تو ہر کچھ نہ کچھ دلاوے حرص نہ ہو ایسا کہ ہر دغا دے حرص	عقل و دانش کو تو بھلا دے حرص مل ہی جاتا ہے کچھ کہیں سے کبھی نیک اعمال کی تو ہر اک کو ہم سے کیوں پوچھو ہم تو کیا جانیں جز پریشانی اور بدنامی وہ تو کچھ اور بات ہے کہ خدا گر ہو معشوق کی عنایت کی پر ہے اس میں مزاج وانی مشطر
--	--

حرص محسوس کی کر حقیقت
تاکہ اک گنج بے بہا دے حرص

اور معشوق کی نگاہ خاص مگر ہوتی ہے گاہ گاہ خاص	آہ عاشق کی ہے اک آہ خاص ان کی ساری آوازیں اچھی ہیں
--	---

کہنے کو چاہتا ہے ایک کو ایک کہنے سننے کی ہے پناہ کچھ اور اپنی لہ لہجے حضرت زاہد عاشقوں کا بھی دن وصل کا دن خاک میں کوئے یار کی بلینا بادشاہوں کے بھی لینے ہے ضرور	چاہ عشاق کی ہے چاہ خاص ہے حسد کی پناہ پناہ خاص ہے رہ عشق ایک راہ خاص ماہ رمضان ہے جیسے ماہ خاص عاشقوں کی ہے غزوہ خاص اُن کا معشوق ایک شاہ خاص
---	---

اُن کا کہنا کہ خواہ مخواہ آئے
 ہائے احقر یہ خواہ مخواہ خاص

دریغ

اُن کو ہے اپنی ہر ادا سے غرض اُن کے ہو کر میں کوئی ہو طور کیا غرض جانِ دل ہے نہ ہے بے غرض بھی جہاں میں تھے ہیں آنکھ چھپے چلے ہیں ہٹ کر دُور سامنے تم ہو کر تو سب کچھ ہے کچھ صدف سے غرض نہ دیا ہے اپنا مشرب تو عاشقانہ ہے تم رہو ساتھ ساتھ ہر جائے	ہم کو بھی ہے اسی بلا سے غرض مدعی کو ہے مدعا سے غرض عاشقوں کو ہے دلہا سے غرض ہمدردی جن کہے خدا سے غرض اپنی نکلے گی نقشِ پا سے غرض کچھ دُشمن سے نہ کچھ عات سے غرض جس کو ہے دُشمن سے بہا سے غرض نہیں کچھ زہد و پار سے غرض یہی حشر کی ہو سدا سے غرض
--	--

دریغ

عشق بھی ہوا اور ہو عاشق کو جاں کی احتیاط عاشق کی تاک کو خود بھی ایک ہونا چاہیے مرضی محبوب مولا پر ہو ہر دم ہاں نثار وہ ہوں تائیں نظر انگن بجے ہیں ہر طرف ہم کہیں معشوق انگو اور نہ وہ عاشق کہیں انگو پاس ننگ ناموس ہکوان کا خوف ہے ہم تو غیر دل کو بہر مخیل میں سب کچھ کہہ نہیں دیکھنے سے وہ نظر بکرا بھی ہوتے ہیں خفا	واہ وا یہ کیسا دل ہو اور گمان کی احتیاط اسکو رہنی چاہیے دونوں جان کی احتیاط ہے یہی بندے کو مولنے جان کی احتیاط کون کر سکتا ہے اب تیرا گمان کی احتیاط دیکھئے کیا گل کہلاتی ہو ویا کی احتیاط بے خوف کرتی ہو کیا کیا درمیان کی احتیاط سانس ہو یا بجی یوں ہو یا کی احتیاط دیکھنا پہنچی کہاں تک بد گمان کی احتیاط
---	---

آپ کے کہنے سے آحق سب نینے غیر کی
پہرٹانے میں ہیں ہاں میں لیں کی احتیاط

دل ستانی ہے دل ستاں کی شرط کہتے ہیں ہم سے پاک صاف ہو اُس جفا کار و بے وفا کی تو عشق و معشوق اور عاشق میں اُن کی تعریف ہم کریں کیوں کر کوئی تڑپے نہ زیرِ خنجر بھی ہر طرح تمپہ شرط ہے مرنا آپ آندھی میں وہ ستلے کو ساتھ مقتول کے انہیں آحق	جاں نثاری کو بس کہاں کی شرط کوئی دیکھے تو بدگماں کی شرط چاہنے میں بھی ہو جاں کی شرط مہر کی ہے نہ مہرباں کی شرط واں ہو اس میں بھی خوش بیا کی شرط کیا بلا سے بلائے جان کی شرط عشق میں کہے برون آن کی شرط کیوں اڑائیں نہ آسماں کی شرط قتل میں بھی ہو سخت جاں کی شرط
---	---

دریغ ظ

عشق ہو گا نہیں وہاں واعظ منہ میں جو آئے کہتے رہتے ہو کہو دل سے تو کچھ اثر بھی ہو میں براؤن کے اچھا ٹکڑوں ہم تمہاری بھی سب سمجھتے ہیں کچھ ہماری بھی تو کبھی سن لو کہنے سے پہلے ہم سمجھتے ہیں شکل کی دیکھ کر پریشانی ہجو زندوں کی کر چکے کہ نہیں! تم تو اپنے بیاں کے ہو پا بند تم نے لی زہاد اور ہم نے عشق عشق بازوں میں وعظ کیسے گا کیا کسی دل ربا کو دیکھ لیا	رہتے ہو تم جہاں جہاں واعظ آپ کی ہے فقط زباں واعظ بے دلی کا ہے سب بیاں واعظ میں جوں یا تم ہو! بند باں واعظ زندہ ہوتے ہیں رازواں واعظ اپنی کہنے کے ہو میاں واعظ ہم گنہگار! اور جہاں واعظ ہم پر ہوتے ہیں بدگمان واعظ جائیے اب ہوئی افاں واعظ زندہ کہتے ہیں وہ نہاں واعظ تم کہاں ہو اور ہم کہاں واعظ خیر ہے تم یہاں کہاں واعظ آج کیا ہے نہ ہوں ہاں واعظ
--	--

زاہد! حق کو زہد خشک نذر
کچھ کرو عشق کا بیاں واعظ

عشق میں بھی بے دل جاں کا لحاظ بڑی لگی رہتی ہے آنکھوں پر مانگنے والے کو تو ہے مانگنا شرم جہاں آتی ہے ہم سے نہیں بیٹھے راکرتے ہیں خاموش ہم کہنے سے ہر بار ہے مطلب نہیں	بہر حرف! یہ ہے کہاں کا لحاظ اس میں زباں کا نہ بیاں کا لحاظ اسکو کہاں سپہ رخ کا لحاظ چاہیے ہکو بھی دیاں کا لحاظ بائے غضب و دروناں کا لحاظ اسیں نہیں کہے نہ ہاں کا لحاظ
---	--

احقر ہوئے عشق میں آنا دوندنگ
اب کہاں پنہاں عیاں کا لحاظ

مرنے میں اور جینے میں یکساں نہیں ہے حظ وہ عشق میں تمہارے مزا ہے ہوا ہوا اس پر ہی مرتے ہم بھی رہینگے تمہیں اگر ہم کو مزا ہے اس میں بجا اور درست میں درد و غم و فراق و تمناؤ آرزو نیرنگیوں سے عشق کی اللہ کی پناہ	سمجھے بغیر عشق کہیں بھی نہیں ہے حظ جو تم کو اپنے حسن میں اوجھیں ہے حظ ناز و ادا و غمزہ میں اوی ناز نہیں ہے حظ ہر جا جو تم کو اپنی چٹاں اوجھیں ہے حظ شکوہ تو ان ہی باتوں میں غالب حزن ہے حظ آفت ہے درد و غم ہی کہیں اور نہیں ہے حظ
--	--

باریک جیسا دیکھتے ہو درد و عشق کو
اس سے بہت زیادہ بن احقر تمہیں ہے حظ

دریغ

مرنیے کیونکہ نہیں انکار بہر فزع کچھ عہد میں کچھ شکش ایسی جو بس لٹکے وہ آنکھیں دکھا کر کہی ابرو کو چڑھا کر اللہ سے مجبور بنی الفت کہ عدد کا سہما نیسے بھی انکی سمجھ میں نہیں آتا کچھ بھنے کی حاجت نہیں انکو پیرے لگے اتنے پہ بلانے پہ وفا پر کہ جفا پر غیروں پہ ہو وعدہ پہ مکر نے پہ ہو کچھ تو ہو عشق ہو گا بہر حال تو احقر	جب رہتے ہیں ہم جاں سیر بہر فزع انکار بہر فزع ہے نہ اقرار بہر فزع رہتے ہیں مے دہے آزار بہر فزع رہ جاسے ہیں منہ دیکھنے ناچار بہر فزع دل داری اگر ہو تو میں دلدار بہر فزع وہ جانتے ہیں مجھ کو غریبار بہر فزع اسے یار بڑی ہوتی ہے مکر بہر فزع مکرار کے ہرگز نہیں ہم یار بہر فزع عاشق کو تو آسان ہو دشوار بہر فزع
---	---

دریغ

تم کو دل لینے ہی میں یہاں ہو دریغ وصل میں تلو جبر میں ہم کو غیروں کی ہم اٹھائینگے سب کچھ عاشقوں کو کہاں لفتیس ہوگا یہ تمہارا ہے پڑ جفا شیوہ جاں دہی میں عدو کو اور محب کو ہے نگہ تیرا در کہاں ابرو ہم سے اغیار مانگ لیں سب کچھ اُسکے در پر ہو خاک عزت و شان یہ تو سچ ہے کہ بن گئی جاں پر	ہم کو دل لینے میں کہاں ہو دریغ دونوں جانب کے دیاں ہو دریغ ہاں مگر انکی ہاں میں ہاں ہو دریغ اپنی جاں تم سے جان جاں ہو دریغ مہربانی میں محسوس ہاں ہو دریغ دیکھ لو ہے یہاں وہاں ہو دریغ کہینچ دیکھو جہاں جہاں ہو دریغ وصل جاناں میں ہاں بجایاں ہو دریغ ہاں مگر پاس پاس ہاں ہو دریغ اسکا آفت زگر بیاں ہو دریغ
--	---

دریغ

اک بار دیکھو اپنے جو بیمار کی طرف دیکھو اثر کو اُسکے جو ہر پائمال میں جاں ہاتھ میں لیے جو ہو موجود ستائے نہ نظر بنایا تمہارے ہی حسن نے اپنے حسین کی قدر بڑھانے کے واسطے کیا دیکھا اُن کا حسن چکا چوند کے سوا دل بہر کے خوب کچھ لیا انکو بید ہرک	تا دیکھے وہ نہ زحمت آزار کی طرف کیوں لگ رہے ہو شوخ و فکار کی طرف کیا دیکھتے ہو غم سے ناچار کی طرف سب دیکھتے ہیں طالبِ یار کی طرف ہم دیکھ لیتے ہیں کبھی دھار کی طرف ہم دیکھ بھی سکے ہوں کبھی یار کی طرف وہ دیکھنے میں جب گئے اغیار کی طرف
--	---

بیہوش ہو کے جائینگے ہشیار کی طرف	احقر وہ ناز و غمزہ میں ہشیار ہیں تو ہم
ہر ایک شخص ہے بس اپنے حال سے وقف جو حُسن و عشق کے ہو بال بال سے وقف جو ہر حقیقتِ مثل و مثال سے وقف جو ہے نجوم و رمل حکم و فال سے وقف جب ہو گے حسن کے اپنے کمال سے وقف و بال وہ کہے جو ہو و بال سے وقف	نہو گا کوئی کسی کے خیال سے وقف تمہاری کا کل شرکاں کی قدروہ جانے تمہارا مثل بتائے تو ہم سلام کریں تمہارا اور مرزا انچہ وہ کہینچے گا ہماری آنکھ کو اپنا بناؤ آئینہ و بال عشق کو کہنا ہے بے تکی ناصح
غضب سے قہر ہے یا ایک آفت جا ہے ہے احقر انکے عتابِ مال سے وقف	
دریغ	
نیز نکلیاں ہیں آپ کی ساری جناب عشق یہ ترشیاں اتار سکیں کب شراب عشق منہ پر پڑی ہوئی ہے ہمارے نقاب عشق میرے لئے ہی حضرت سعدی باب عشق مارے بغل میں پہرتے ہیں ہم تو کتاب عشق ہے خوف یہ کہ پوچھ نہ بیٹھے حساب عشق دینے کو ہو گا پاس ہمارے جواب عشق ہو بچاں بنارنا ہے اسے پیچ و تاب عشق اور عاشقوں کے واسطے ہو گا ثواب عشق دیدار تک نہ پہنچے دے گا عذاب عشق	آراستہ کوئی ہے کوئی جو خراب عشق غصہ ہو یا ممالی ہو تیزی ہو کچھ بھی ہو ردی رنج یہ خشکے لب نہ کہتا ہے کون معلوم ہوتا ہے کہ گلستاں میں ہے لکھا سے ماجرا طویل کہاں تک سنے کوئی نیک اور بد تو اپنا بتا دینگے حشر میں آوارگی کی حشر میں ہو گی جو پوچھ پاچھ ترم زلف کو بناؤ گے کیا کچھ خبر بھی ہے زاہد ہمارے واسطے ہی یہ ذواب زہد زاہد یہ زہد خشک ہی گرے کے جاؤ گے

کیوں عاشقوں کو لذتِ خواری کا شوق ہو	قدرت نے آپ ہمیں لیا ہو حجابِ عشق
انکو جو دیکھا بیٹھے کے بیٹھے ہی رہ گئے	ویتار ماٹھو کے بہت اضطرابِ عشق

رسوا ہو پیغمبر ہو سخت رہو خوار ہو
یہ عاشقی کے واسطے ہے انتخابِ عشق

دریفک

ماں باغِ حُسن میں ہی گلرو حسیں ہو ایک	مجنوں بھی اس سہا بکاسِ خوشیہ میں ہو ایک
ایکسانی یہ ہے جسکو جہاں کے حسین بھی	بیشک میں متفق کہ یہی بالیقین ہے ایک
اس ماہِ رو پہ اپنے ہمیں کیوں نہ ناز ہو	مہ پارہ لوگ کہتے ہیں یہ جہیں ہے ایک
کنے کی ساری باتیں ہیں واپس نہیں اگر	کیا پوچھتے ہو ایسے کی ٹال و نہیں ہے ایک
ہے آنا جانا سارے حسینوں کا حُسنِ ناز	ماں اپنے حُسنِ ناز کا وہ خود امیں ہو ایک
اک حال ہی میں اسے جہانکے میں ازل	دل ہوں ہزار میں تو مگر دلنشیں ہو ایک

پُر ہے جہاں حسینوں سے اوزان سے حسیں
پراس ادا و غمڑے کا احقر کہیں ہو ایک

دریفک

جو وہ وصل کا دلیں پائیگی رنگ	شب بھر بچھ کیا دکھائے گی رنگ
یہ شوخی تری۔ گر میں جیتا رہا	تو پھر کہینے مجھ سے آئے گی رنگ
مرے باب میں گفتگو غیر کی	یہ زردی کا سُرخ دکھائے گی رنگ
یہ سنجے معشوقیت کی جہنگ	کہیں بستلا کا جمائے گی رنگ
ہے پہلی ہی لال رنگ چہرے کا فاق	ادا آپ کی کیا اڑائے گی رنگ

اب عاشق کا کیا آزمائے گی رنگ تو عاشق کا بیشک چپائے گی رنگ وہ میری طبیعت کا پائے گی رنگ یہ غصے کی صورت بنائے گی رنگ جوانی میں تو اور لائے گی رنگ تو عہد می تو کیا کیا دکھائے گی رنگ تو جتنے بڑھو گے بڑھائے گی رنگ یہ بانکی ادا کا جمائے گی رنگ	یہ مدہوشیے حسن اُن کی کہیں نقابِ محبت جو چہرے پہ ہے طبیعت جو ہے عشق کی قدرِ دال بگڑنے سے تیرا بگڑتا ہے کیا غضبِ نارہی ہے یہ نشی ہی جاں ہے گورے سے ہاتھ نہیں اپنی قضا یہ بچپن کی آفتِ نمائی ہے جب نمی اُنکے ابرو کی تم دیکھنا	یہ بے چینیِ جستِ سر کی دیکھا کرو کبھی نہ کبھی تو یہ لائے گی رنگ
معتوق کی بھی بنتی ہے لطفِ کرم کی آگ اپنی ہے یہ لگائی ہوئی چشمِ غم کی آگ دل کو لگا بھلا کے یہاں بنے کم کی آگ رودِ صبا کے آبِ چشم کے ہمنے ہم کی آگ یہ دم کے ساتھ جا بیگی بس اپنے دم کی آگ داغیِ خدا نخواستہ جھوٹی قسم کی آگ سمجھ نہ تم نہ وہ کہ ہے عشقِ صنم کی آگ	بہنیں بھڑک رہی ہے مے دردِ غم کی آگ رونیے بہرے اور وہ غصے میں بہر گئے اخیار تو لگائی تجھ سانی میں میں لگے ہنس منہس کے وہ خدو سے لگاتے پر آگ وہ دم ہی دم میں رکھ کے گزاریں گے سب کھائے کی چیز سمجھ ہو کر دے نہ یہ کہیں پتھر ٹپٹ پیسہ کی عقلوں پہ چارہ گر	قسمت میں اپنی جلنا جو آحق لکھا گیا دنیا میں آگے بھڑکی ہو ملکِ غم کی آگ
دریغ	دریغ	دریغ

ہیں اپنے اپنے تہ میں سارے جدار رسول انگھول کو میرے پاؤں بن کر بلائے اسد جس کو چاہے اسکو نہ چاہیں کوں کس منہ سے کھن باں سے ادا اسکا شکر ہو وے کر وہ ملا مال کیا دو جہان میں اُس سے بڑی تو بس کہ خدا ہی کی ذات ہے یکجانی میں خدا کی اور انکی ہے اتنا فرق	لیکن میں آپ ایک حبیب خدا رسول سر نہو کر نہیں آپ کی آجائے یا رسول اُسپر نہ نہ ہوں کہ میں جہنم رسول محبوب اپنا کر کے ہمارا کیا رسول جو جسہ ذات کا ہے وہ بے ہمارا رسول باقی تو ہے ہمارا ہی سبے سوا رسول وہ اپنی ذات سے ہی یہ اسکا کیا رسول
--	---

احقر کو کہنے سننے کی کچھ بھی نہیں مجال
پوچھو رسولوں سے کہ محمد میں کیا رسول

ہمارا ناتھ سے کہو یا ہوا دل تمہیں یاں کہیں چکرائے گا اک دن وہ جسدی آئیں یا ہکو بلا میں یہ تپسہ کیا تو بس کہ بھی آیا وہ جاں کیا جو خدا تجہ نہیں ہے کھلاتا دیکھ کر تم کو ابھی تو بہت دن منتظرہ کر یہ سمجھے کیا ایسا کہ اب تک پہر نہ ملٹا انہوں نے سیدھے منہ سے بات جو کیا میں پہلو سے چلا تو دل سے جانا	جو تم پائے تو ہم کو پا گیا دل مرا جو مغت میں کہیں چا گیا دل نہیں ہو جائے گا آ گیا دل یہ تم کہتے تھے کیوں کیا گیا دل وہ کیا دل ہے کہ جو گہر گیا دل عدو کو دیکھ کر مر جا گیا دل کہ کس آنے کی ہلا گیا دل کسی پر آ کے دل اچھا گیا دل تو اتنے ہی میں کچھ اتر گیا دل یہ میری جان کو سمجھا گیا دل
--	---

ہم اُن کو دیکھ کر جو سٹپٹائے
کھا احتہر کا ہم پر آ گیا دل

یہ خوبی شانِ محبوبی کی ہے اظہار کے قابل خدا جسکی کرے ہر بات میں ہر آنِ لداری شفیع المذنبین کر کے دیا خلقِ عظیم اُن کو شفاعت کے حمایتِ خدا کی مہربانی کے مدنیہ میں بلا کر اپنی محبوبی کے صدقے میں تمہاری اُسے شفقتِ مریضِ مصیبت کو بھی تمہارے فکر کے قربان کیونکر ہو ہمارا فکر بڑی مشکل میں ہیں مولا تمہاری مہر کے قربان	کہ ساری خوبیاں ہیں احمقِ مختار کے قابل وہ ہی ہر ایک کے ہو واسطےِ دلدار کے قابل کہ ہوں دونوں جہاں میں ہر گناہگار کے قابل ہوئے پیغمبروں میں آپ ہی سزا کے قابل کہ مجھ جیسے ناقابل کو بھی دربار کے قابل بھلا چنگا بنا دے گی جو ہر آزار کے قابل کبھی بھی پیغمبر ہوتی نہیں غنچہ آرزو کے قابل تمہیں ہو سہل کر نیکو ہر گناہِ شوار کے قابل
--	--

تمہاری درو مندی سب کو کتنی خوشنما بخشی
یہ صحت کے لیے آحق ہے ہر بیمار کے قابل

دلِ لیف

ایسے ہوئے ہیں غمِ عشقِ تباں میں ہم بجالتے ہیں غضبِ نظر و دستاں میں ہم کتے ہیں اپنے آپ کو ہم اسکا بستلا ہیں دردِ عشق اور ہے ہمارا ہی ناغمِ ہم دیوانہ کہتا ہے کوئی وحشی کوئی ذلیل و امیقِ رمانہ قیس نہ فرما دی سخت جاں منہ کان پہ ہے غیر کے اور ہم پر ہے نگاہ عاشق ہیں جاں نثار ہیں ہم وہ کچھ ہی کہیں تاثیر پائیں کچھ بھی اگر اُن کی چاہ میں	آتے نہیں کسی کے خیالِ گماں میں ہم ہیں مہرِ عاشقوں کے دلِ ہل میں ہم سرسراخو ہیں آپ ہی اپنے بیاں میں ہم رستے ہیں عاشقوں کے دلِ آواں میں ہم رسوا ہوئے تمہاری بڑتِ جہاں میں ہم کیونکر نہوں عزیزِ دلِ عاشقاں میں ہم شاید کہ ہیں چپے ہوئے لڑ نہاں میں ہم کیونکر ملائے جائیں ہاں اُنکی ہاں میں ہم دلِ بکے دلیں ذلِ بے باں کو زباں میں ہم
--	---

ہر روز دن کو گریہ و اور شب کو ماتے ماتے
تعلیف اپنے حُسن کی کرتے ہیں ہر گھڑی
کتنے ہیں وہ کہ نکلے نہ جاں وقتِ امتحان ق
مشتاق ہو گئے ہیں آبِ آہ و فغاں میں ہم
گو یا زبانِ تیز ہیں اُنکے دہاں میں ہم
آتے ہیں تیر ناز کو کہینچے کہاں میں ہم

انذارِ چال لے گیا احقر جہاں کو قتل

پوچھو ہمارے دل سے کہ ہیں امتحان میں ہم

اپنے پہ آپ ہو گئے کچھ مبتلا سے تم
ناغوش ہیں ہم و فاسے جو خوش ہو جفا تم
لو ہم تو اٹھ چلے رہے خسروم غیر بھی
پہر کام آرہوں گا کبھی امتحان کے میں
ہے وہم انتظارِ عدو پاسِ شرم میں
ناز و ادا حیا و خط و خال و زلفِ حسن
کہہ بیٹھا اک جہان اٹھی آنکھ بل بے شرم
ہر آن بستاں ہے ہر اک بات دلِ بیا
سمجھو عزیز کہو اگر حُسن ہے عزیز
لٹکانیں جانیں سیکڑوں کج میں گلاہ کے
افسوسِ مفت جاں کے ہے جانے کا بعد قتل
مجنوں کہنے ہیں کوئی لیلے کے نہیں
سمجھے تھے اسلے کوچہ کو احقر دوائے بھر
باہوں زسیت سے ہو تمہاری سٹیج بھی

اب مدعی بنے ہو مرے مدعا سے تم
خوش ہیں جفا سے ہم جو خفا ہو فاسے تم
بٹھے رہو خدا کرے یوں ہی خفا سے تم
خنجرِ بجا کے لاؤ جو آبِ بقا سے تم
مر مڑ کے دیکھتے ہو کیوں آواز پاسے تم
ترکیبِ ماتے پائے ہو کس کس بلا سے تم
کیا بے حیا ہوئے ہو اس اپنی حیا سے تم
گو یا ادا تمہیں سے ہو اور موادا سے تم
یوں ہی بنے رہو گے ہماری دعا سے تم
دل کتنے باندھے پہرے ہو بندِ قیاسے تم
کہتے ہیں وہ کہ مر گئے اپنی فضا سے تم
یہ چاہتا ہوں میں ہی چاہو خدا سے تم
لے آئے اور اور مرضِ اس واسے تم
بیمار ہو کے آئے ہو دارالشفائے تم

دریغ

لگا ہیں شوق کی پر آن ہی چھٹکتی ہیں شعاعیں نیر چرخ بریں لگنی ہیں تو شلخ شلخ پہ کیا بلبلیں مسکتی ہیں تمہاری کا کل جنم دار میں لگتی ہیں کہ چاندنی سی شب تار میں چھٹکتی ہیں وہ چشم زلف نگاہوں میں جو کھٹکتی ہیں ہوائیں باغوں میں چارو لطف بہکتی ہیں تو چشمہائے غزالاں الگ مسکتی ہیں ہزاروں بلبلیں سنبل پسر ٹپکتی ہیں	تمہاری آنکھیں تو دامن بہت جھٹکتی ہیں تری ملاحیت پر شعلہ رو کی گرمی سے پتہ لگا جو تری رنگ بو کا گلشن میں چمن سے چٹکے ہوائیں ہزار تیزی سے کلام میں دروندان کی وہ شعاعیں ہیں چمن میں زکرس عیاں آنکھیں ملتی ہے چھپی ہے بو ترے غنچوں میں اور خوش میں سب چشم شونخ جو سر میں توجہ جلوہ کناس کسی کی زلف معصومہ کی یاد گاری میں
---	---

تمہارے عشق کا دہیہ تولک چکا اتھر
ادائیں آپ کی دامن کو کیوں جھٹکتی ہیں

وہ بے نیاز سی ہم رضا کو کیوں چھڑیں لیا ہے عشق تو بے رخ و بلا کو کیوں چھڑیں تو وہ غنا کو اور ہم التجا کو کیوں چھڑیں وہ مدعی نہ نہیں مدعا کو کیوں چھڑیں توں کو چھڑیں تو چھڑیں خد کو کیوں چھڑیں ہم اس محبت شرم و حیا کو کیوں چھڑیں تو پر تباؤ کہ اہل جفا کو کیوں چھڑیں تمہارے پاس دل مبتلا کو کیوں چھڑیں تو عشق جیسے درِ بے بہا کو کیوں چھڑیں ہم اُنکے کوچہ کی باد صبا کو کیوں چھڑیں	وہ بیخواب ہیں تو ہوں ہم وفا کو کیوں چھڑیں یہ یادگار کسی کی خبر دور سے تو ضرور ذرا سنو تو ہم عاشق ہیں اور وہ عشوق ادائے حسن پہ رکھیں نہ جان لینے کو بتوں میں جا کے خد پر نیک برہمیرتی ہو سلامتی میں دل بے حجاب کی اپنے ہم عادی ہو گئے ہنرم جفا میں سننے کے ہم اپنے دل میں کہیں تمہیں کو لیا کر ہم اپنے گریہ میں جب آپ غوطے کھاتے ہیں اڑا کے سے ہی چلے گی اگرچہ ہوں برباد
--	--

جو دل سے کہتا ہوں کہا ہو کیوں تو کہتا ہے نشانہ دل کو اب اس شوق میں بنایا ہے او بسجھے ہیں انکی جفت کتب عاشق کرم کو چہرے کے شان غنا کو کیوں چاہیں	انہیں کہہ نہ کہ نہ رلیف دوتا کو کیوں چہوڑیں کہ تیر چشم و نگہ ستر سا کو کیوں چہوڑیں تو پہر بچا ہے وہ اپنی ادا کو کیوں چہوڑیں وہ میں مجیب تو پہر ہم دعا کو کیوں چہوڑیں
بڑے بڑوں کو کیا ہے عشق کہتا ہے تو ایک آتھر بے دست پا کو کیوں چہوڑیں	
آنکھ رہنے کیلئے جائے بنا لوں تو کہوں تیز کرنے کو بھی خجکے کہوں گا آن سے میں بلاؤں بھی انہیں اور وہ بھی آجائیں میں کہوں وہ کہتے ہیں نہیں آتے ہم آنکھ جو دلیں کہ ورت اسے دہونے کیلئے دکھو رو کوں گا میں پہلو سے نہ جانے دوں گا تیز خنجر ہے یا ناوک ہے یا دلکش ہے نگہ کیا کہوں کیونکہ کہوں دل تو سنبھلتا ہی نہیں دل بھی پہلو میں ہو اور جاں بھی ان میں لیکن کہدوں کہنے کو تو اُنسے کہ تمہیں عایتا ہوں جان سے عاری ہوں اور دل سخفا رہتا ہوں مثل تصویر تصور میں ہوں گم گواں کے	انکے ارا مانوں کو میں دل سے نکالوں تو کہوں تڑپوں پہڑوں ذرا کچھ نہیں نہالوں تو کہوں طاقت و تاب تو ان دل کو سنبھالوں تو کہوں کہنے سننے کا مزہ دلیں اُنہالوں تو کہوں چشم شقائق سے اشکوں کو بہالوں تو کہوں دشمن جاں کو اگر گود میں پا لوں تو کہوں آنکھ سے آنکھ کہی آنکھ ملا لوں تو کہوں پوچھتے کیا ہو ذرا دل کو سنبھالوں تو کہوں سیج تو یہ ہے تمہیں سینے لگا لوں تو کہوں جان کی خیر فرا اپنی منٹ لوں تو کہوں دل بھی ہو جان بھی جو تم کو منالوں تو کہوں اپنا یہ نقشہ میں انکو بھی دکھا لوں تو کہوں
چاہنے والا میں اُنکا ہوں تو بس وہ سے میں انکی نظروں میں کچھ آتھر میں سالوں تو کہوں	
خدا کیا ہو کریں قربان کیا ہم راہ جاناں میں	کہیں کیا دل تو پہلو میں نہیں اوجھان نہیں

قیامت کر ہی رہی تھی آنکھیں روئے تاباں میں
 سچائیں عشق سو گرجاں تو دل لٹا تو نہ جاتا ہو
 ہوا جاتا ہو ظاہر خود بخود چہرے سے درود دل
 نہ توڑیے کبھی ٹوٹے نہ جوڑیے جڑے ہر گز
 ریلی دیکھ کر آنکھیں پھینسا تھا یہ دل ناداں
 ہے وحشت زور پر پھر آبلے پاکے ابہر تہ ہیں
 یہی گرضعت کی حالت ہو تو جی کی رہی جی میں
 جو نکلے بھی کوئی گہر سے تو کس امید پر نکلے
 نظر کیونکر ٹھہر سکتی ہو اسکے روئے تاباں پر
 بہا جاتا ہے عالم ایک جوش گریہ سے میرے
 ہوا ہوشوق عریانی دل وحشی کو پہر شاید
 مرا جاتا ہوں مرے لیے کسی رشک سچا پر
 اسیر زلف ہوتے ہی یکایک اگسیا رخ پر
 نہیں کہیں گھنچا لگا کر تیرے کچھ بہانے سے تجھ پر
 بتا ہوا جوش وحشت کس سے آندوا لگا کے پونچھوں
 بتنگ آواز آخر اس دہان تنگ سولے دل
 عدد کی پارسائی کا عقیدہ ہو تو کیونکر ہو
 جنوں میں یاد کرتے ہیں اس جوش کو اپنے
 مرے یوسف کو گہر بیٹھے ہو مگر یوسف ثانی
 عجب تاثیر ہے دیکھو کہ مجھے غمزدہ کو بھی
 سکتی ہو صدائے اقیلاؤ اشمشیر ابرو سے

یہ سرمہ فتنے برپا کر رہا ہے چشم فتناں میں
 یقیں ہو جاں نکلیا جو حلاوت کو سماں میں
 زباں پیدا ہوئی گویا ہمارے راز پنہاں میں
 ابھی احمد کا میرے اثر ہو تیرے پیماں میں
 خبر کیا تھی نبیاؤ زہر کا ہی نوک شرکاں میں
 اثر پیدا ہوا اشتقاقی خارج غیبیلاں میں
 نکلنے کی بھی اطاعت نہیں ہو میرا رواں میں
 ملاک چین مجنوں کو کسی جلتے بیاباں میں
 تعجب ہے کہ دل لکھتا کہاں زلف پریشاں میں
 سما جاتا تڑا ہی کام تھا اس حشیم گریاں میں
 کہ جو دست جنوں پہنچا ہوا بیکر گریاں میں
 مزا مطلق نہیں آئینا مجھ کو آب حیاں میں
 نکلے انجری بس لکھو دیکھا پھنکے زنداں میں
 نہیں ہو دل جو چلو میں تو ہو گا تیرے پیکانیں
 کہ کائناتے سینکڑوں لکھ ہوئے ہیں سیر داماں میں
 جو غیرت ہو تو مر جاؤ بکر جاؤ زخماں میں
 کہیں بیٹھا نہیں تھا کسی کے کوئے ایماں میں
 تصور ہی کے بیٹھے ہا کرتے تھم جہراں میں
 ملا دیکھو ذرا جا کر کوئی ثانی کو کٹھاں میں
 ہنسی آتی ہے رہ رہ کر خیال روئے خدا نہیں
 اندائے قسم پادشہی ہو داناں گو ہر فغاناں میں

جس کب تک تیری زندگی ہوں نہ مرنے لانا نہیں سنا تو ہے کہ ہر وسعت بہت محشر کے میدان میں	نہیں کرو جواب صل میں تاجاں نکل جائے گناہ میرے سائیں تو سائیں کیا تعجب ہے
نہیں لگتا تھکا نہ عشق کے مارے کا اسے آخر نہ گھر میں اور نہ صحرا میں رنگشن میں نہ بُتساں میں	
پر تم ہی میں اللہ کے اسرار بہت ہیں دنیا میں مرے دہلے آزار بہت ہیں شاید کہ ابھی دل نہیں درکار بہت ہیں دیوانے ہیں پرکار غوغا ہشتار بہت ہیں کیونکہ ذکر کریں ان کو سنا اور بہت ہیں یہ چارہ گراب ایک ہے لاچار بہت ہیں مجھ ہی میں مرے دل کے تو اغیار بہت ہیں تم سمجھے ہوئے ہو کہ طلبگار بہت ہیں ظاہر ہے کہ غم ایک ہے غموں اور بہت ہیں باہر بھی کھرے طالب دیدار بہت ہیں انفت کے مرے باعثِ اظہار بہت ہیں سراور جنوں ہو درود و دیار بہت ہیں	مانا کہ صین اور بھی اسے یار بہت ہیں غیر و فلک و غمرہ و جور و دل و سرفرت کشتوں کو چلاتے ہوئے پہر تپیں وہ اپنے وابستہ ترے زلف لب و چشم کے ہر جا جور و ستم و ناز و ادا غم نہ تنافل اک چارہ گر عام سے کیا چارہ گری ہو تسلیم درضا شوق لب و چشم غم و رشک خند سے مری تیرا ہے جاں چاہنے والا مستوق جو غم کھائیں بھی تو کھائیں کمانے جاں دینے پر مٹی ہے ترے اُٹھنے پر مفل زر و دینے نہ دیکھئے لب خاشی و سوز وہ دے نہ سر پھوٹنے دیں اپنے تو کیا غم
احقر! وہ نزاکت تھی کبھی عشق سے پہلے اساں ہوئے وہ کام جو دشوار بہت ہیں	
علی احمد علاؤ الدین صابر کلیسرہ بنی ہنواں علی احمد علاؤ الدین صابر عاشق یزدان ہر اک طالب تمہارا اور تم طلب ہوناں	جو ہے بلخ جاناں دنیا میں تو کلیسرہ کا سیریاں متراج و جہاں محبوبہ وداں ہمد کے دواں جہاں خادم تمہارا اور تم محف دوم عالم ہو

سہار بے سہاروں کے ٹھکانے بے ٹھکانوں کے خدا کے خود ہو طالب اور مطلوبِ خدائی ہو ہمارے واسطے ہیں آپ اَمَّا وَصَدَّقْنَا ہمیں بھی بھیجے حضرت کہیں اپنی غلامی میں تکوں کیونکر نہ منہ کو میں تمہارے تم ہی فرماؤ پکڑیے ہاتھ تا ہم منزل مقصود تک پہنچیں دور دریائے وحدت ہو گلزار کثرت ہو حیات جاودانی اسکو حاصل کیوں نہ ہو جو ہو	دل خوش بیداروں کے اور بیجاؤں کی تم ہو جاں ہر تکو عاشقی موزوں ہو محبوبی تمہیں نشایاں تو نایہ عبقی طاقت دیں قوت ایساں تم ہی دلی تمنا ہو تم ہی خواہش تم ہی ارماں کہ تم سامان ہو میرے اور میں جس کے سر و سامان ہمیں یہ کام ہے شکل تمہیں یہ بات ہے آساں تمہارا مرتبہ بھید تمہاری شاں ہے بے پایاں تمہاری شان کا شیدا تمہاری آن کا قرباں
---	--

جمال بے زوال اپنا دکھا دیجے نے احقر کو
کہ آئیں آپ کی جویاں ہیں اور دل آپ کا خواہاں

کہوں کیا تم سے کیا عباس علی ہیں مجسم ذکر و شغل و فکر روحی نہ تبتہ اور نہ دستار اور نہ تسبیح مرے رہبر کے میرے مقدس کے غلام سیدِ راحت علی ہوں میں ہوں مقبول کا مقبول اُنکے نہیں رہنے کے پیچھے ہم کبھی بھی ہے خوبانِ جہاں سے پُریہ عالم ہم اُس دریائے وحدت میں قطر کرے اللہ لبسِ اس حین کا جناب احمد حسین ابنِ مکرم	سراسر حق نما عباس علی ہیں سراپا تقا عباس علی ہیں وہی بے ریا عباس علی ہیں مقدس مقدس عباس علی ہیں کہ جن کے پیشوا عباس علی ہیں میں کشتی نا خدا عباس علی ہیں ہمارے پیشوا عباس علی ہیں ہمیں سب سے سوا عباس علی ہیں کہ جسکے بے بہا عباس علی ہیں کہ جسکے خوش نوا عباس علی ہیں کہ وہ ابنِ علی عباس علی ہیں
---	---

وہ گویا سرتاپا عباس علی ہیں مرے بدرالدجی عباس علی ہیں	خدا قائم رکھے سر پر ہمارے شب و دیو بخورنجی روشن ہے میری
وہ آفت سے کبھی غافل نہ ہوگا کہ جس کے دلربا عباس علی ہیں	
صبر کو کوئی بتائے کہ کہاں رکھتے ہیں ہاں مگر جیتے ہیں اور کہنے کو جاں رکھتے ہیں عاشق ہر وقت میں سب روزِ نہاں رکھتے ہیں ان سے ہی پوچھے جو تاب بیاں رکھتے ہیں نڈ کو تیر تو ابرو کو کساں رکھتے ہیں حسن کو آپ بھی جیسے کہ عیاں رکھتے ہیں ہم قدم دیکھ کے رکھتے ہیں جہاں رکھتے ہیں اور وہ اور ہی کچھ دل میں گماں رکھتے ہیں طرفہ یہ ہے نہ مگر ہے نہ دماں رکھتے ہیں تم بھی تو حسن کو کہتے ہو کہ ہاں رکھتے ہیں	دل میں تو حسرت و غم لب پر فغاں رکھتے ہیں درِ فرقت سے نہیں جان میں کچھ جاں باقی پوچھنا کیا ہے مجھے دیکھنا کیا ہے لے شوخ اپنی ہر آن کی تعریف نہ پوچھو مجھ سے وہ تو کہنے کو ہیں بے تیر و کماں تیر انداز حال کہتا ہے ہم عاشق ہیں عیاں راجہ بیاں سر سلامت ہو تو ہر جائے ہو عاشق موجود ہم تو کہتے ہیں کہ عاشق سے ہو معشوق کی قد حسن کا بوجہ لیا گالیاں دینی سیکھیں عشق کے رکھنے کی ہم دلیں نہیں کیونکہ کریں
چپکے ہر بات کو سنتے ہیں تمہاری آہقر وہ دہن رکھتے ہیں گویا نہ زباں رکھتے ہیں	
جسے بیٹھے رہو غیروں میں ہم طوفاں اٹھاتے ہیں سنبھل بیٹھو عدد کے پاس ہم آنسو بہاتے ہیں دل اپنا آنکھ کیوں دیتے انہی کو دلیں رکھ لیتے غضب یہ ہے کہ وہ شوخی سے کب دلیں ساتے ہیں ابہار ہے غرورِ حسن نے ان کے انہیں ایسا	

کوئی آنکھیں بچھائے تو بھی کب پاؤں ٹکاتے ہیں
 مری آنکھوں سے اشکوں کا جو دیکھا مینہ برسا ہے
 تو بولے مسکرا کر خیر ہم مجبلی گراتے ہیں
 جفا کیا ایک ہی ہے یا ردم دینے کو سراؤ
 تو بولے دوسری یہ ہے کہ ہر دم بھول جاتے ہیں
 یہاں زخمی ہے دل تو واں نگاہ ناز ہے خجہ
 دکھائے کوئی دل اُنکو تو وہ آنکھیں دکھاتے ہیں
 ہمارے وصل میں غیروں کو دل میں یاد کرتے ہیں
 وہ ٹھنڈے سانس بھر بھر کر یہاں ہلکے جلاتے ہیں
 جو آنکھوں سے اُنہیں دیکھو تو وہ دل میں اُتر جائیں
 جو دل میں سینت کر رکھو تو وہ آنکھوں میں آتے ہیں
 ہرے زخموں پر کی ہے ترش روئی سے نمک پاشی
 جو بھڑکتی ہرے کرنے کو پھر وہ مسکراتے ہیں
 کہیں نقش قدم اُنکے جو چومیں اور ملی آنکھیں
 عدو کے پاؤں پر وہ اب نشان پال گاتے ہیں
 بڑے ریتے نہیں پہلو میں پچھلے چلبے بن سے
 بسا جاتا ہے دل پر وہ جوں جوں کسالتیں
 یہاں انداز فتح ہی نے مجھ کو ذبح کر ڈالا
 چھری پاتے بھی تو پھر اب کہاں وہ مجھ کو پاتے ہیں
 جو نکلیں تو کہاں نکلیں نہ نکلیں تو رہیں کب تک
 سر کے ارمان میرے ہی دل میں ڈنگا گاتے ہیں

تمہاری سروسامانی ہے مے سرگرم میں اراں

مجھے ہی یہ ستاتی ہے مجھے ہی یہ بتلاتے ہیں

مناشوقِ حیر و وصل اور دنیا و مافیہا

مجھے سب کچھ ہلا دیتے ہیں جب وہ یاد آتے ہیں

نہیں اس رشک سے مرتے کہ اوروں پر حُف ہوں گی

تمہاری بدگمانی ہے کہ اب ہم دم چراتے ہیں

ڈھنٹے پڑتے ہیں غیروں پر یہ چلنے میں مچھتا ہے

سبھا لوں میں تو کہتے ہیں کلاب ہم غل مچاتے ہیں

نہ اٹھے غیر سے انداز تو اٹھے خفا ہو کر

وہ یہ کہتے ہوئے بیٹھو ہم اب حق کو لاتے ہیں

ادبی

اور عقلِ مصطفیٰ، سمجھے خدا کو
انہیں سمجھے خدا اور وہ خدا کو
خدا، اور دو جہاں کے پیشوا کو
یہی کرنا تھا اُس بد اللہ بھٹے کو
مناسب ہے جہاں کے مقتدا کو
کیس چھیچھے ہے رہنا رہنما کو
یہی ہونا تھا اُس شمس الضحیٰ کو
ملی ہے قدما اُس کی مستلا کو
تمہارے احقر بے دست و پا کو

خدا ہی جانتا ہے، مصطفیٰ کو
محب، محبوب، اللہ، اور محمدؐ
بشر کی یہ کہاں قدرت کہ سمجھے
ہوئے روشن و عالم اک قدم سے
ہر اک غوبی میں آگے بڑھکے رہنا
قدم سب سے بڑھا رہنا ہے لازم
ضیائے دین و دنیا کیوں نہ ہوتے
خدا نے حسن ظاہر جو دیا ہے
کریبی دیکھنی ہے حشر کے دن

ہر اک مشوق ہے ہمدرد عاشق بدگماں کیوں ہو
نہ ہو مہر و وفادار میں تو پہر وہ مہرباں کیوں ہو

رجوع خلق پر بیزار ہوتے ہو خطا پر بھی
خبر و حسن کی اپنے یہ محبوب جہاں کیوں ہو

یہی نازک مزاجی ہے تو گہر پر ہوا کرم فرما
نہیں غم کی جو سن سکتے تو میرے راز داں کیوں ہو

تمہارا حسن جب دونوں جہاں میں ہوا لم تشریح
تو اس کا عشق پہر عاشق ہی کے دلیں نہاں کیوں ہو

ہمیں تو مار جاتے ہو جب آتے ہو خدا جانے
کہ تم مشہور عالم میں سچائے زماں کیوں ہو

نہیں کرنی نہیں آتی ہے کیا تم کو ذرا سمجھو
جو ہو اپنی خوشی کے تو ہماری ہاں میں ہاں کیوں ہو

نہ ہو گرد و دل دیکھو کہاں کی ایسی بے رحمی
تیرے فریاد و گریہ نالہ گاہ و غمناں کیوں ہو

نقاب شرم تو اٹھو کہ ہم اور تم ہیں جب ظاہر
تو حسن و عشق کے آخر یہ پردہ درمیاں کیوں ہو

جو کرنا عشق ہی ٹیڑھا غرض ہے حسن پر مرنا
تو پھر اسے بے وفایتی کے ہی میرے ہاں کیوں ہو

نڈول ہے اور جاں میں ہاں نہ کچھ تباہے تو اب باقی
میں آن کا سینہ باں کیوں ہونے میرے یہاں کیوں ہو

وہ زور حسن ہے کہتے ہیں کیوں آٹھ کر دو گویا کچھ
ابہیں مرنے لگے ہم پر تم ایسے نا تو اں کیوں ہو

مر کے بھی چوڑے کب حسرت اداں مجھ کو یار بھی چکنا کبھی کا غم جس میں مجھ کو جب کہیں ل نہیں لگتا تو میری سب زادہ! تم کو مبارک رہے فودس بریاں تم ہو پیش جو مشوق میں عاشق ہمیش بال بہر بھی نہیں جانتے جلوے سے کوئی دیکھ کر محبت حق شان شفاعت پا کر حسرت و یاد و تمنّا و خیال اداں تم ہی نظر میں تم ہی دل میں تصدیق تم چشم ترزدیے رخ عشق میں نعل ہو مجھ عشق میں اپنے ہی محبوب کے یارب قدیر	فکر کر سکتی ہو تنہائی سے حیران مجھ کو زندہ رکھتا ہے سدا پہل کا پہل مجھ کو شہر و بازار و چین کوہ و بیابان مجھ کو جانے دیتا ہے کہاں کو پہ جانان مجھ کو میں تمہیں بچوں تو تم اسی شہنشاہ مجھ کو شاد کہتی ہے تری زلف پر ریشاں مجھ کو تنگ معلوم ہوا حشر کا سداں مجھ کو گہرے رہتے ہیں سدا کے چکے جیاں مجھ کو بخشواتے گی مری قوت ایمان مجھ کو زیب دیتا ہے مرا چاک گریباں مجھ کو ودیر ترے اور سینہ بریاں مجھ کو
---	--

تیغ ابرو سے وہ کہتے ہیں کسے قتل کریں

ہو کے خوش کہتا ہے آخر ترے قرباں مجھ کو

تم تو جھگڑتے رہے ہو کیسی نفستاب کیا پوچھتے ہو حال مرا جان بوجھ کر روکا ہے ہم نے تم کو تصور میں لے لے تیغ نگہ سے زندگی سب ستار کے غیروں کے دلیں گہر جا کر تیرے پہلے ساقی کے مست کو نہیں حاجت ذرا بھی خونی کسی کی آگے کہاں آگے چل سکے دل جانے پر بھی سچ کہ ہوتی ہے جان نیر	ایمان کی تو یہ ہے بڑے بیجاں ہو تم ہی سوال کرتے ہو تم ہی جواب ہو تارفتہ رفتہ دلوں نظار کی تاب ہو دن کاٹ دیجئے تو بڑا ہی ثواب ہو شاید وہ میرا ہی دل خانہ خراب ہو مے خانہ اور جام و سبب ہو شراب ہو جو اپنی غیبیوں میں فضیلت مآب ہو لیکن وہ کیا کرے کہ جسے مضطرب ہو
---	--

کیسی ہی چھان بین برہنہ حساب ہو جس چہرے کا تیل جو وہ ام الکتاب ہو	ڈر کیا اُسے نہ جسے کیا کچھ سوائے عشق اُس رخ کا خال حافظ قرآن بھی کیوں نہ
مانی ہوئی ہے بات کہ عاشق نہیں بڑو جبکو مصیبت عشق کی اختر عذاب ہو	
تو جہاں میں فخرِ ریختا می نہ ہو کون جانے تم جو ہر جانی نہ ہو ڈھونڈیے اُسکو جو ہر جانی نہ ہو یاں قضا ہی کہیںچ کر لائی نہ ہو عشق وہ کیا جس میں رسوائی نہ ہو ہم سے کہتے ہو کہ شیدائی نہ ہو تاغم و دل میں یشتناسائی نہ ہو اس کو کیا کیجے اُسے بھائی نہ ہو اسکا کیا کہنا کہ بیسنائی نہ ہو حُسنِ بکیت میں خود آرائی نہ ہو ہم تو کہتے تھے کہ رسوائی نہ ہو وہ یہ ڈرتے ہیں کہ سودائی نہ ہو وہ طبیعت اُنپہ جو آئی نہ ہو یہ نصیحت تم نے فرمائی نہ ہو	اُن کی بکیت جانی نہ ہو کوئی کیا پوچھے جو بکیت جانی نہ ہو ہم تو پا لیتے ہیں ہر جائے تمہیں خوف کیا مرنے سے کوئے عشق میں ہم ہلاوا عظم سے ڈرتے ہیں کہیں حُسن کی اپنے خبر لیتے نہیں ہم نے ہنس ہنس کر گزاری غم کی ریت کیا ادا ہم میں نہیں ہے صبر کی یا رکس جا پر نہیں ہے جملہ گر یہ شکایت تو خلافِ عقل ہے تم نہیں رہتے ہو چھوٹے بغیر ہم نہیں آپے میں اُن کو دیکھ کر دیکھو شوخی ڈھونڈتے پرتے ہیں و غیر سمجھیں غیہ ہم کو ڈر یہ ہے
وہ نہ آئے تو مرا جاتا ہے کیوں اٹھ کے دیکھ اختر قضا آئی نہ ہو	
ہو گئے ہم وہ برابر آج تو	غیر بھی پرتا ہے مضطرب آج تو

گر نہ آئے کل کی طرح وہ تو بس آگیا شاید انہیں خوفِ خدا مژدہ باد اسے دل کہ برائی امید ہاں مدد اسے شوق پہ چلکرو ہاں دم چلا ہی تھا کہ وہ خود آگئے بس ہمارے وصل میں کیا ذکرِ غیر لیکے خطِ میر کا کھادیکھینگے کل	جان جائے گی مقتدر آج تو مہرباں ہیں کچھ وہ ہمپر آج تو حال سنتے ہیں مکر آج تو آزمائینگے مقتدر آج تو جی گئے قسمت سے مکر آج تو رحم کیجیے بندہ پُر آج تو کچھ طبیعت ہے مکر آج تو
---	---

کچھ نہ کچھ تو ہے کہ جو نامِ خدا !
 پرتے ہیں خوش خوش و احقر آج تو

کسی محبوب کی تم سے سو کیا دلربائی ہو رہیں تم سے نہ کیوں محبوبِ عالم نہ گوں کچھ ہوئے شیخوں میں شیخ ایسے کہ سلطانِ شاخ ہو کرم میں فیض میں جو دو سخا میں دلربائی میں غرض محبوب کا تہہ سمجھتا ہے محب اُس کا یہ سر ہو یا الہی ! اور ہو محبوب کا سودا پڑے میں ہو لے بنکے آپ کے در پر ہر سو سے تمہاری چاہ ہو خواہش ہو الفت ہو تمنا ہو وہی دل ہے کہ جسکی جاں فدا ہی تیری کھٹ چاہ تمہارے دُورے نوشی پہ قرباں ہو مڑا پاں	کہ تم محبوب ہو ویسے کہ محبوب اُسی ہو کہ محبوب خدا ہو اور مقبولِ خدا ہی ہو وہ سلطانِ ملاطیں ہو جسے تیری گدائی ہو غرض ہر آن میں محبوبِ شانِ کبریا ہی ہو کسی کی طبع نامحرم کو یاں کینہ کر سائی ہو یہ دل ہو اور اس میں انکی الفت کی سمائی ہو ذرا حضرت اِدھر کو بھی نگاہ رہتائی ہو جگر ہو سوز ہو آتش ہو دل ہو مینوائی ہو وہی سر ہے کہ جسکو تیرے در کی جہنائی ہو تمہارے جامِ مے کی نذر میری پارسائی ہو
--	--

غلاموں میں اگر احقر کو اپنے لیجئے شاہا !
 بہلا اِس سے بہلی بہر کو نسی اسکو بہلائی ہو

ہر اک خوبی میں کیتائے زماں نام خدا تم ہو
خدا کے فضل سے بس اوہ سبک و راتم ہو
سمجھ لیگا کہ اپنے حسن میں سبک سوا تم ہو
وہ کس کا آشنا ہو گا کہ جسکے آشنا تم ہو
کہ جب خوبوں سے ساری خوبیوں میں پیشیا تم ہو
کہ ہاں نور اللہ سے بدلہ دینی غمناں تم ہو
کہ جسکے وہ فرقہ کی شفا تم ہو دوا تم ہو
وہ فرقہ کٹھے جس دل کی آنکھوں سے جدا تم ہو
یونہی بیٹھے رہو غریبوں میں جب مجھ سے خاتم ہو
یہ کہتے ہو بہری محفل میں کیسے باجماع تم ہو
تو سب متفق ہو کر خوشی سے یوں کہتا تم ہو
تمہارے مبتلا ہم ہوں ہمارے مبتلا تم ہو

جاں میں جاں جان و دستاں دل با تم ہو
سمجھ کو عقل کو دانست کو کیونکر رسانی ہو
حسینوں میں ملا کر دیکھ لے اب جب کا جی چاہے
تمہاری تہنائی کی بڑی پہچان تو یہ ہے
وفا میں کیوں ہٹے جاتے ہو پیچھے اور شہ خوبا
یہ روڑو شہ گہری ساعت تمہارا دم ہے قائم
وہ کیا پہر حضرت عیسیٰ سے لیکر آئے گا جا کے
تمہارا حسن ہر جا ہے ہر اک صورت میں ملتا کو
بڑائی یا بھلائی سے کہیں تو دل بھی ٹھنڈا ہو
مرا نظار شوق وصل کرنے پر وہ کہتے ہیں
حسینوں سے کہا اُن سے کہ تم میں کون ہے بچنا
تمہارے حسن اپنے عشق کا جب ہم اثر بن جائیں

وہ کہتے ہیں جہاں سے میری کیوں گہر لگے تھر
کہو ایمان سے اب بے مروت ہم میں نا تم ہو

دیفہ

تم تن میں سما جاؤ تو ہو جائے مدینہ
ہر آن دل جاں سے جسے بھائے مدینہ
رہ جاؤں نہ کہتا ہوا میں ہائے مدینہ
اکبار بھی جسکو کہ نظر آئے مدینہ
جس سر میں کہ ہر آن ہو سودا مدینہ

دل تو ہے مرا کعبہ اچا آقائے مدینہ
بھاتا ہے خدا اور وہ محبوب خدا کو
یا قادیسیوم مدینے میں بلاؤ
آنکھیں وہی تھی مرنے مینا ہیں مرنے
وہ عالی و داعی ہے نہیں جسکا ٹھکانا

افھی تو متناہے متناہے مدینہ	فردوس سے نینم سے اوغلہ بریں سے
اے رحمتِ دو عالم دے حامی فہم سرتم ہو اور احقر کو کرو پاسے مدینہ	
کہ سب عاصیوں پر ہے اُن کی نگاہ کبھی تو دکھائے گی تاثیرِ آہ غرض اُن کی ہر آن ہے بے پناہ ہمیں عشق نے یہ بتائی ہے راہ حسینوں میں بھی اُنکی ہے دادِ واہ کیا عاشقوں کو ہے کس نے تباہ	مرا حشر میں دے رہے ہیں گناہ کینے جائیں گے ہم بھی جبتک بنے خط و خال و ابرو و شرکان و رخ جد ہر لے چلے دل اُدھر کو چلو وہ یکتا میں اپنی اداؤں میں خود بھلا حُسن سے اپنے تو پوچھنے
کہو احقر انصاف سے دیکھو ملی حُسن میں کس کو عینِ روجاہ	
جاں دو سرِ نئی لکھ کر لیتے ہے ادب تو دیکھ تجھ پر کئے نثار ہمارا ہنس تو دیکھ دل کو مرے نہ دیکھ یہ لعل و گہر تو دیکھ اے شوقِ دل ذرا یہ اگر اور مگر تو دیکھ اپنی کسر نہ دیکھ ہمار کی کسر تو دیکھ محشر میں اپنے ظلم کو ظالم مگر تو دیکھ ویراں نہ کر خدا کے لیے اپنا گھر تو دیکھ تھوڑی سی دیباچہ کے اسکی کسر تو دیکھ مگرے گا کیا خدا نے کیا ہے بشر تو دیکھ منہ پھرے کیا کترا ہے کسی لبت پر تو دیکھ	دل اک نظر کی نذر کیا جب گھر تو دیکھ صبر و قرار و طاقت و تاب و حواس و ہوش دل غل سے لال اور دعا گو ہر ایک داغ کہتے ہیں جیتے رہنا مگر آئیں ہسم مگر تجھ کو ہے زلف بار ہمیں بارِ عشق سہل رگ رگ کے زخم کہنے کو یاں ہیں اُدھا کھائے رہتے ہو میرے دل میں تو غیروں میں جا کیوں شام وصال جو ہے خلاصہ نذرنگی کتاب ہے تو کہ نام کو بھی جہ میں شرم نہیں رونے چاہئے راب پہ منت پہ شوق پر

وہاں سے لگے ہوں گا مرا خون کر تو دیکھ
دی ہیں خدائے آنکھیں ادھر اور ادھر تو دیکھ
طوفان پہ اب پل ہے مری چشم تر تو دیکھ
دم بہر کسی نگار کا دم، شبنم بہر تو دیکھ
مقتل میں آج ہی مرا ٹھکرا کے سر تو دیکھ
اسے قاسم نگار تو اپنا مشر تو دیکھ
کچھ اور دیکھتے ہیں ہماری نظر تو دیکھ
حکمو بھی دیکھنا ہو گا ایسا نڈر تو دیکھ

چٹول گا ہوت جنگے میں مگر کبھی دیکھنا
بچی نگاہ پر ہے نہ لاغیر یا ہوں میں
آہیں نکل نکل کے تو اندھیاؤں بن گئیں
ذمہ ہمارا ہے جو ہے دم میں دم ترے
شک کیوں ہوا ہے اپنی میحانی میں تجھے
اُس سرور قد سپیکڑوں آنکھیں میں لگ ہیں
حسن واد او ناز سے بھی بڑھکے تجھ میں ہم
اے آہ حشر خیز رو یاں کچھ بھی نہ نہیں

آحقہ حیاتِ دائمی دونوں جہاں کی ہو
محبوب کی رک آن پہ اک بار مر تو دیکھ

ردیفی

دلِ ناواں کو اپنے کچھ محبت ہو محبت سے
مجھے آتی ہے رہ کر محبت تیری نفرت سے
بہر صورت نظر اٹھتی نہیں ہو تیری صورت سے
دلِ درد آشنا کی یہ تڑپ ہے اپنی عادت سے
کبھی باہر نہیں پکا نہیں عاشق نے خلوت سے
ہم امید اتنی بھی نہیں ہو اپنی قوت سے
میں پکار محبت ہو میں پوہیز حسرت سے
کوئے جاں میں جانا ہو میں اس شافی شوکت سے
ضعیف ایسے میں گرتے ہیں اٹھ اٹھ کر نماہت سے

ہمیں تو جیتے جی مرنایں بس آیا ہے قہمت سے
تجھے او بے عزت میری الفت تو نفرت سے
ہمیں کیا دیکھنا ہے اور کسی صورت میں ایجاں
جفا کاری تمہاری کچھ نہ فاسے بھی پیاری ہے
ہزاروں میں رہو عاشق کے دل سے کب نکلتے
کہ تم وصل پہاں اور ہم جیتے رہیں توبہ
ہمارے دل ہی دلیں بن نکل جاتی ہو سب حسرت
گر بیاں چاک جاں غنا گلِ لبیاں رکھتے ہیں
قوی ایسے ہلائے سے نہیں ہلتے ترے دے

یہاں یہ بھئی جاں ہے کرفج ہو نہیں چکتے پلا دے ایک ہی جام شراب ناب اسے زاہد رہے فرقت میں بھی جیتے ہم اپنی سخت جانی تک فدا زخموں پہ یوں جاں ہو کہ اس کے نادر شگاہاں اگر ہم جی بچے تو خواہش لطف و کرم ہوگی خرام ناز سے اگر ذرا محشر بپا کیجے! ہمیں اندازِ محسبوی سے پہلے مار تو ڈالو سنے جاتے ہیں اس عذرِ جفا کی تو اوائل پر لیے پھرتے ہیں نمک و دھیس نظر و نہیں تصور میں	وہاں میرے گلے پر کام لینا ہے شجاعت سے بلا سے ہونہ ہونش غرض ہی ہمدردی سے نرم آہیے تو آنکھ نہ اٹھتی نہیں اپنی ندامت سے ہمیں یاد آ رہے ہیں اپنے زخموں کی جرح سے دلِ شتاق کو تو شوق ہے اندازِ نخوت سے کہیں بس جیتے جی پائیں فرطت ہم قیامت سے پہراپنے ناز و انداز و ادا کرنا فرستے وفادار نہیں تو شاید جی بھیں اللہ کی قدرت سے غرض کچھ وصل سے ہکو نہ کچھ مطالبے فرقت سے
--	---

دل جاں تاب طاقت صبر و ہمت جنو سب چھینا
 پھر آتھرا ب بھی تمکو چاہتا ہے اپنی ہمت سے

تمہاری خیر سناوے عدد ہو یا کوئی خیالِ زلف سے بس اب تو دم الجھتا ہو وہ بن نہیں ہو نمواؤں کی نہیں نہ سہی اوامیں لاکھ ہیں لکھیاں بچے کیونکر وہاں تو یہ کہ نہیں پہلے مدعی جاں کے ستم ستم کو سمجھ کر۔ سبھکے جور کو جور بگڑتے کیوں ہو تمہیں دیکھ کر پہلے اور سنا مر میں ہم ایسا دہی میں گر یہ فک نہ ہو وہ ڈرتے ڈرتے اب اندازِ ناز کرتے ہیں یہ بدگماں ہیں کہ ہم جاں بچاتے پھرتے ہیں	غرض اثر سے ہر ہلکے کرے دعا کوئی ہمارے سر سے اُتارے بری بلا کوئی بایں ہم تمہیں کہتا ہے بد نما کوئی کہ جاں ستان ہے کوئی او دلِ بک کوئی یہاں یہ ہے کہ بنے پہلے مدعا کوئی جفا کرو تو نہ ہو مطالب و فدا کوئی بس افسوس سے زیادہ نہیں خطا کوئی کہ رہ نہ جائے تمہاری کہیں ادا کوئی کہ اس ادا پہ نہ ہو جائے مہبتا کوئی جو تم ہی جاں ہو تو کیونکر کرے فدا کوئی
--	--

مگر یہ سچ ہے کہ تم سے نہیں سوا کوئی نہ جس کی مدد نہ پایا نہ انتہا کوئی	ہیں اپنی جائے دل جان دین یاں اگر کئے حسن و ادو جفا کی ایک صفت
	بس اب تو کہے کو جاتے ہیں ای تو، آہستہ تمہارے در پہ کرے کیوں خدا خدا کوئی
صبر و تدار آئے اس میں نہ تاب آئے وہ بانقاب آئے یا بے نقاب آئے آئے تو آئے آئے ہاں ہاں خباب آئے ساقی سے کوئی کھدو لیکر شراب آئے رونے پر گر ہماری چشم پر آب آئے جسکو نہ ضبط آئے نے اضطراب آئے وہ غیر ہے کہ جسکو شب بہر نہ خواب آئے جب دل تمہارے اوپر خانہ خواب آئے	دل جسکے واسطے ہے وہ باحجاب آئے آنکھوں میں نہیں سر میں نہ نمایاں کیا کہتے ہو کہ آئے گایہ درد ہم سے پہلے سافر ہے دل رہا ہے شیشہ ہے اور ہول ہے ہر جانے ایک عالم پر تم سائے رہنا اُس دلو چٹکیوں میں مٹا ہے کوئی بیدار یہ تو ہے دوست جو کہ دن رات پاس سیکر دل میں تمہارے گھر ہو وہ طور تم بتاؤ
	وہ بت ڈاؤں کہتا ہے قتل کو ہمارے احقر خدا کرے وہ لینے ڈاؤں آئے
تم وہ ہو کہ ہرگز بھی ہمارے نہیں ہوتے سائل سے خفا میں مرے پکار نہیں ہوتے تم خیر سے غیروں کے بھی بارے نہیں ہوتے ہم تم پہنچد خوف کے مارے نہیں ہوتے تم زلف کو اپنی جو سنوارے نہیں ہوتے دیکھو تو ادھر ایک سے سامنے نہیں ہوتے لو اب بھی جاسنے سے ہمارے نہیں ہوتے	ہم وہ ہیں کہ تمہارا نہیں ہوتے بوسے کی طلب لب شیریں کے نور ترش اس شکر میں سر پر لیے پھرتے ہیں جھائیں جاں لیکے بھی ہو جاؤ خفا تم کو کریں کیا دل کیا ہی پریشانی میں پڑتا ہے محسوس وہ غم یہی تھا ہر گاہ گیا جان بچا کر وہ جاں سے مجھے مار کے کہتے ہیں کہ احقر

تو اُنکے حُسن کی ساری ہمار باقی ہے تمہارے دلیں اگر کچھ غبار باقی ہے یہی بُرا ہے اُسے انتظار باقی ہے کہ چند سانسوں کا اب تو شمار باقی ہے ہمارے دل کا اگر عتبار باقی ہے کسی کے حُسن کا اگر خستہ بار باقی ہے وہ آن بان پے جاں نثار باقی ہے ہمارے سر پہ یہی ایک بار باقی ہے مگر ابھی اثرِ زہرِ مار باقی ہے ہماری زندگی مستعار باقی ہے تمہارے حُسن کا جب تک خمار باقی ہے ابھی تو آنکھوں میں دم سے یہاں باقی ہے	گراشتیاقِ دل بے قرار باقی ہے ہمیں بھی خاک ہی میں ملنے کی تمنّا ہے ہمیں بُرا نہ کہو اپنا شوق لے جاؤ ملو گے آگے جہی تو یقین آئے گا تمہارا حُسن ہی دلیں تو جائیگا کیونکر ہمارا دردِ جگر تو بڑھے ہی جائیگا خط آیا تو بھی نہ فرماں ملا معافی کا یہ اپنا سودا بھی لیلو قرارِ صبر کے تھا اسیرِ زلف کو تریاق تو ہوا رُخِ یار تمہارے حُسن کی خوبی بجا لگی جب تک نشہ ہمارا کہاں جائے گا بفضلِ خدا سسکتا چوڑے کا نا نہ سسکتی ہیں
---	---

وہ کہتے ہیں میرے دلیں اک اور ناز آیا
 جو تیرے دلیں کچھ تیرے سہارا باقی ہے

میری قسمت میں یا خدا کیا ہے بھول بیٹھے کہ مدعا کیا ہے سخت حیرت ہی مبتلا کیا ہے تم کو چشمِ سرمہ سا کیا ہے کیا خبر ہے کہ دلیں کیا کیا ہے جو کیجے ابھی گیا کیا ہے دغ و غشو شیخ و ناصحا کیا ہے	کیا حُسنِ قابلِ دعا کیا ہے وہ تو کہتے ہیں کچھ کہو سادہ ہم دل تو ہاتھوں سے جا چکا لیکن دینِ دل زلفِ خال نے چھینا کیا نہیں ہم پہ کر پکے وہ۔ اور خط کے آنے اور ادا آئی مجھ سے کہو اربابِ اُکھا خیال
---	---

دل سے گھونٹھے منہ پہ آئی بات کیونکہ قابو میں لاؤں میں دیکھو آج دھوکے میں غیر کے مجھے سامنا بس قضا کا ہے گویا تم اگرچہ نہیں ہو بسر جانی جب کہ ٹھیری صدا آئی لکھنے غیرِ فرقت کے رہو رہو میری تعریف غیر کے آگے آزما نا ہے آزمایے پوچھتے پہرتے میں سیجا بھی	وہ جو کھراٹھے کہہ آ گیا ہے پوچھتے ہیں کہ ماجرا کیا ہے بول لٹھے کہ ہاں بھلا کیا ہے ناز و انداز اور اد کیا ہے تو چہرہ چایا جا بجا کیا ہے غیر ہے کون آشنا کیا ہے جو ر و ظلم و ستم بجا کیا ہے یہ عنایت کس تم نما کیا ہے ہم تو عاشق میں دفعہ کیا ہے مرضِ عشق کی دوا کیا ہے
تم جہاں ہو وہاں میں جی آسجی عشق میں بس رہو تو جیا کیا ہے	
تم یہاں ہو تو بھی دردِ شکایت کے دلیں ہے جسمِ خاکی کے اگر ٹکڑے کرے کوئی تو کیا میں یہ حیراں ہوں بیٹے پہرتے ہیں کسکو غیرِ ستا اک لگے ہاتھ اور بھی تا جان ہو قرباں تے دل غمِ فرقت سے بچاں جان لاں دل سے جسم بے جان و دل اپنا کیونکہ تم سے ہو جدا لیکے مجھوں ناقہ لیٹے فنا ہے اک میں ایک دل نہو قابو میں گر نہا صبح تو کیا کیجے علاج ہونٹ سی دو بند کر دو منہ زباں کا ٹو تو کیسا	ذکر بھی مائے تمہارا کیوں ہر اک محل میں ہے جان و دل اپنا سیجائے لبِ قاتل میں ہے وہ مرا آرام جاں میرے دل مائل میں ہے دل کی دلیں ہو وہ حسرت جو دل سبل میں ہے جان غصہ میں ہو مری اور دل بُنی شکل میں ہے جان تمہاری زلف میں ہو دل بیکار تل میں ہے ناقہ کش محل نشیں اور سارباں محل میں ہے اپنی میکی اور بدی ہر اک دلِ عاقل میں ہے دردائے نام کا احقر دلِ شافل میں ہے

نمیشہ جب ہاتھ میں لگے ادا کی ہے ایسا فراملا ہے مجھے درد عشق میں مزنا بھی پیکے جام محبت محال ہے غاموش فوج ہونے پر میرے جہان سے حالت ہی ایک عشق میں گو نظر ہوں سب بس گلی سے گتہ میں لقا تمام تمام اے جذب شوق و یکہ میں کل بیکار دعوائے غل و زلف پر شایاں کیوں نہیں	خضر و مسیح کو بھی تمنا قضا کی ہے خواہش دوا کی ہے نہ تمنا شفا کی ہے تائیر اس کی چاہ میں آپ بقا کی ہے آواز جب لگی ہے اور مرجا کی ہے ہمکو جو ضعف نہیں نزاکت بلا کی ہے تائیر اس کے کوچہ میں یہی ہوا کی ہے الفت ہمارے دلوں کو جہم جیا کی ہے اسکا نہیں قصور خطا یہ صبا کی ہے
---	---

آحقصر! وہ ماہر و بھی کہیں مستلما ہوا
یہ کہر کا بدل ہے نہ یہ جفا کی ہے

غیر بھی کرتا ہے شکوے اس ستم بجا دے اڑتے پھرتے ہیں ہوا پر ہم ہمیشہ ضعف سے سب کی بن آئی اگر میری نہ بجز غمی حشر میں کس کو فکر قید آزادگی ہے کس کا نام کچھ خیال قتل ہے ہیکو نہ پارس جان ہے تیغ عریاں ہاتھ میں لیکر وہ کہتے ہیں کہ آج دیکھ کر تشبیہ کچھ کہہ اس جوان مجاہد کی ناصحا عیقل و دانش آپ ہی کو زیب ہے انکے دل ہی میں سار مان میرے قتل کا سرو بھی جہاں ہے تیرا قہر موزوں دیکھ کر کان کرتے تم نے دعوائے خلتی میں صنم	آج دعویٰ ہو گئے تاغ مری فیضیاد کے دونوں معنی ہو گئے ہم پر صحیح بر باد کے اہل محشر منتظر سارے ہیں میری داد کے ہوش آیا ہے ہمیں تو دام میں صیاد کے عوا یا کر دیا انداز نے جلا دے کے کھجورے کیجے میں نے کہا ستاد کے ہم تو خواہاں ہو گئے ہیں سروے آزاد کے ہم تو پیر و ہو گئے اپنے دل نا شاد کے کھجورے ہو جانے میں انکے ہاتھ میں لاد کے ہوش اڑ جاتے ہیں مجھ کو دیکھ کر شمشاد کے عاد کے مغرور کے امان کے شاداد کے
--	---

بہول جانا استحال یہ کر نیا انداز ہے	واہ وا کیا یاد ہے صد تہماری یاد کے
لوگ کہتے ہیں مجھے مجنوں ہوا اپنے وقت کا	ایک سے احوال میں احقر کے اور فرماو کے
منشیں کون کرے اس بت ہر جانی کی تو نے برباد کیا تو نے ہی ناشاد ایدل عجب کہ سونچے کوئی دلمیں تو کہاں تاپ خیال و مبدم دیکھنا آئینہ من منہ خوب نہیں رسل میں غیر بھی ہووے نہ غنیمت کیونکر جی چٹا جاتا ہے کچھ عشق سے عشا تو کچھا	اپنی عادت ہی نہیں نصیحت سرائی کی تو نے ہی خوار کیا تو نے ہی رسوائی کی تجناو دیکھے تو یہ طاقت نہیں بنائی کی خاک اڑتی ہے یہ عادت تری بیکٹائی کی یاد ہے ہکو مصیبت شب تنہائی کی دیکھ کر اور بھی حالت ترے شیدائی کی
مر رہیں کو پھولدار میں چل کر آہستہ	التجا کون کرے صبر کی سیبانی کی
اس وقت ہے وفا تو کیا کیجے گردو آتے تو کیا نہ کرتے ہم جب تمنا ہی اٹھ گئی دل سے ایک دو بات ہو تو کہہ یوں چ ہے اپنا قصور ہے صاحب جب کہ خیر گر ہوئے جفا کے ہم آپ	جب کہ دل دے دیا تو کیا کیجے اور نہ آئیں بھلا تو کیا کیجے اب ہے ناز و ادا تو کیا کیجے طول ہو مابہر تو کیا کیجے ہو گر اپنی خطا تو کیا کیجے پہر نہ کیجے جفا تو کیا کیجے
آخری وقت میں تم اے احقر	گر ہوئے پارسا تو کیا کیجے
نہ کیوں دل خوش ہو سر و پستان سے	کہ ملتی ہے طرح اس نوجواں سے ہوا جاتا ہے وا راز نہانی کہیں پردہ اٹھاؤ درمیاں سے

جو روتا ہوں تو کہتے ہیں کرو صبر دل وہاں سے فدا میں تجھ ہر دم جو منظور ہے برہم ہی کچھ ہے جو مرنے پر حصے ہر وصل کا تو ابھی مر جائیں گے وائے وائے خدا سے لو لگاؤ اپنی اہمیت	الٹی صبر میں لاؤں کمال سے پہر اب مقصود کیا ہے امتحان سے غرض کیا ہم کو خوابان جہاں سے گزر جانا ہے کیا مشکل یہاں سے اگر ناں کیجئے اپنی زباں سے بس اب تو بہ کر عیش تباں سے
---	--

خدا قائم رکھے ارشاد کو آتھر
کہ اپنی مستدر ہے اس قدر اس سے

ہمیں برابر ہیں دیر و مسجد یہاں دونی کا گز نہیں ہے
کریں گے مسجد میں بت پرستی کسی کی خالہ کا گز نہیں ہے

ہر ایک جا پر ہے اُسکا جلوہ ہر ایک جلوہ میں وہ ہر پیدا
نہیں ہے کچھ ہمیں شک نہ اس کی کو اس سے سفر نہیں ہے

حسین کیتا پہ گزنگاہ ہے تو اُس کی ہر جاکے جلوہ گاہ
کہ اسکو اُس کی سلامتی میں کہیں کسی کا بھی قدر نہیں ہے

یہ یہ وہ میں پٹے ہیں ہر تے یہ کیا کہاں میں رہی ہیں مجھے
جو ایک جاتے کے ہو کے بھیجیں تو پہر اگر ادھر گز نہیں ہے

نظیر کیسا شریک کس کا نشان کہاں کا پتا کدھر کا
ہے ذات کیتا میں ہمیشہ دلی و ماں دونی کا اثر نہیں ہے

نہ ذات ہو تو صفات کیسی بغیر اس کے صفت ہر ایسی
جو سر کو پاؤ تو پا نہیں ہے جو پاؤ دیکھو تو سر نہیں ہے

ہر ایک شے کا وہی پتا ہر ایک پتے کا وہی نشان ہے

جو اسکی ہستی سے سب کی ہستی ادھر نہیں تو ادھر نہیں ہے

نہ درد ہو تو دودل ہی کیا ہے نہ ٹکڑے ہو تو جگر ہی کیا ہے

نہ لب پہ آئے وہ جان کیسی وہ چشم کیا ہے جو تر نہیں ہے

بے قوم تار ہے اسی پر مرے تو اسکے ہی بیچ و غم میں

بنیاد اسکے جہاں میں ہونا یہ جیتے رہنا ہنر نہیں ہے

میں بخیر دار ہو کے آحق اُدھر سے غفلت نہیں ہے بہتر

خیر لو اپنی حسد سے ڈر کر جو اس کی تم کو خبر نہیں ہے

جبکہ ہر جا ملا کرے کوئی
زم تو مرتے رہا کریں تپس
آپ خنجر کے ہم تو طالب ہیں
آرزو ہمیں دوشوق و وفا
جان کا مدعی بنے پہلے
جان دینی تو بدشگون ہے
بیخ دے کروہ اپنا کہتے ہیں
درد کا تیرے ہو کے لذت گیر
تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہوں
کیا بُرائی ہے؟ کیا بھلائی ہے
آرزو ہے کہ دلربائی سے
نزدایاں کیا تو کہتے ہیں
نازدانہ لازم بھی کہتے ہیں
اس دن و رات میں تو پھر نہیں

دھونڈتا کیوں پہا کرے کوئی
خضر ہو یا جیا کرے کوئی
آپ چوواں پیا کرے کوئی
ہائے کیا کیا کیا کرے کوئی
جب تمہیں مدعا کرے کوئی
اور بچے تو جیا کرے کوئی
اس جفا پر وفا کرے کوئی
خاک اپنی دوا کرے کوئی
اس طرح فیصلہ کرے کوئی
کہ بُرے سے بھلا کرے کوئی
ہم کو خوب ستلا کرے کوئی
تم نہیں پارسا کرے کوئی
تم نہیں دلربا کرے کوئی
اور ساعت عطا کرے کوئی

آحقراپنا سمجھ کے سو سو بار
جو روئے سلم و جاکرے کوئی

کسی کے درد کو جھوٹا بتانا کس سے سیکھا ہو
تمہارا حسن تو مانا ہوا ہے ایک عالم میں
یہ تم نے اک جنگ میں مارنا تو حسن سے سیکھا
اداوٰ ناز سے رخ کی جملک سے اور تہم سے
ترے ہر ایک اندازِ ستم پر جان قرباں ہے
دلوں میں گھر کیا عشاق کے اچھا کیا دلبر
عجب بے پردگی ہو اور غضب پر وہ نشینی ہے
یہ روئے پر ہمارے شکر ناکس سے سیکھا ہو
اداوٰ ناز و غم سے قرباں کس سے سیکھا ہو
قضا کے نام کا جیلہ بہانا کس سے سیکھا ہو
کسی کی جان پہ بجلی گرا کر ناکس سے سیکھا ہو
غضب سے قہر سے دلکا بہانا کس سے سیکھا ہو
نظر میں اور تصور میں سما کس سے سیکھا ہو
ہو ہر جا اور کسی طبع نہ پانا کس سے سیکھا ہو

تمہارا نسیر خواہ من ہے زخمِ دل آحقرا
پر ایسے زخمِ دل کا دل کھانا کس سے سیکھا ہو

غزل فارسی

فدا سے شوقِ آں جانم کہ تو دردِ دل نہاں داری
منم مشتاقِ آں شوقیکہ تو اسے جانِ جاں داری
نگہ تیرہواں ابروئے خود مشعلِ کماں داری
دل زخمی من مدد سے خود جاناں نشان داری
جگر آسودہ دارم بہرِ شمشیرِ اداسے تو
دلے بسیار خوش دارم کہ تو نوکِ سناں داری
یکے راز سے ہست درد تو کہ در خاطر نہاں دارم
بہ پامالیِ دردِ خود دل من رازِ داں داری

تن و جان و دل خود من برائے صید تو دارم
نگاہ بہر سیادی اگر مویں داری

عیاں کردی طہس ز ولبری این راز نہاں را
کہ صدامان زوانداز و ادا در خود نہاں داری

تو میگوئی کہ من مشتاق با مشتاق خود ہستم
نثار آں بیاں جاہم کہ تو آں بردہاں داری

تو دست غریب غن آلودہ داری من دل زنی
نشانت این چنین دارم نشانم آں چناں داری

بجان تو فدائے خود شدم صد بار با صد جاں
ہشتہاں تو خود بر آہستہ خود را گماں داری

ہم نہ آہستہ ہر انداز با اگر ہو گئے اس کی پشیمانی سے ہو کر کسی غلطی سات راز و دل اپنے تھماے سن عشق میں نہ ہو کر دشمن ہو گیا اپنا ہی ہم اسکی شوخی ادا کا دیکھنا کس کو نصیب ہم وہ ہی کرتے ہیں اے کہہ کہ ہتا ہی تہا عشق میں فارت گر عالم کے جیتے میں نہ ہو داؤ سنکر اپنی تک بند کی دل میں لین ہم	تم نے اتنا بھی نہیں پوچھا کہ کیوں کر ہو گئے وہ بھی میرے واسطے قند و کمر ہو گئے ہائے خاموشی میں بھی چہرے ظاہر ہو گئے میرے تن اپنے لیے اپنے ہی نشتر ہو گئے انکی صورت دیکھتے ہی ہم تو ششدر ہو گئے عشق میں انکے غلاموں کی بھی نوکر ہو گئے سخت جانی میں تو ہم محبوں سے بہتر ہو گئے خوش تھے ایسے کہ بس طبع سے باہر ہو گئے
---	--

کب بھی قسمت نے کہو کو بھی اب ٹھنڈی
شاعری میں نام یہ پایا کہ آہستہ ہو گئے

شان عاشق ہے کہ ہر حال میں یاد رہے
آن محبوب ہے ہر طور جفا یاد رہے

دیکھتے رہتے ہیں تم کو کہ خدا یاد ہے
 ہوں جانے ہی کی عادت ہو تو کیا یاد ہے
 نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے
 اسکو کیا صحت و راحت و شفا یاد رہے
 میں بھی کروں گا کبھی حشر بپا یاد رہے
 تم تصور میں ہو تو کیا رنج و بلا یاد ہے
 کیا وہاں سُرخ پیاں رنگِ خاں یاد ہے
 نہ سنایا در کہیں وہ نہ کہا یاد رہے
 تم کہاں یاد رہو گرچہ قضا یاد رہے
 قصہ محشر میں بھی تا آپ ہی کا یاد رہے
 تم کو اللہ کرے یہ نہ ادا یاد رہے
 ہم خطاوار ہیں جب ہمکو خطا یاد رہے

لنگلی باندھ کے آنکھوں سے دل و جان کی ہم
 تم کو وعدہ ہو ترخسہ ہو وفا ہو کچھ ہو
 ہم کو بے حسینی میں اس دردِ محبت کے کبھی
 پڑ گیا دردِ محبت کا مزا جس دل کو
 تم ہو معشوقِ غضب کے میں غضب کا عاشق
 رنج و غم تم سے ہی اور تم ہی دوا ہوا سکی
 خون آنکھوں میں جہاں دیکھ کے عاشق کو ہر
 کہنے سننے سے دماغ کم کہاں چلتا ہے
 مارنے والے جو تم ہو تو اجل کو بہولے
 ہم نے سب چوڑ دیئے نیک بلا عالِ ہلے
 گر گھرنا بھی ادا سمجھ ہو تو حشر کے دن
 یاد ہے دیکھ کے تم کو ہوئے اوسانِ خطا

رونے والوں نے تو گہرِ دیوان کو احقر
 ایسے کلام میں کیا ناز و ادا یاد رہے

تمہارے دل کا ہم آخرِ غبار کیا کرتے
 کہیں بنا کے ہم اپنا مزار کیا کرتے
 ادا و غم سے کو تم اسے نگا کیا کرتے
 ہم ایک جاں کو فلاں ایک بار کیا کرتے
 بلا کے اُن کو اب اپنے نثار کیا کرتے
 تو صبر و شکر کو ہم تیار کیا کرتے
 تو میری جاں پہ ہو کر سوار کیا کرتے

نہ رہتے خاک میں ملکر تو یا کیا کرتے
 چٹکے رہنا تھا تیسے ہی مر کے ہوتے ہی
 جو عاشقوں کا چکلتا ہوا نہ دل ہوتا
 ہر ایک اُن پہ مرنے کو آنکی جیتے ہیں
 یہ دیکے جانِ دل اپنا یا شوق اُنکا
 رہی نہ جینے کی امید بے قراری سے
 قریب سمجھ کر اذیل ہو یہ ٹیگا نہیں

نہیں ہے حسن کی اپنے سہارو اُنکو بسی جز لطف لب چشم اُنکی آنکھو میں نہ ہوتی رونے پر پیرے بنی تو کیا ہوتا کسی کو داغ نہ فریاد اور نہ کچھ شکوہ وہ کچھ نہ کچھ تو کرینگے ہر کچھ نہ کچھ کرنا وہ آ کے لیکنے دل لیکنے تو جانے دو بچائے رکھتے نہ ہر بار جاں کو مر کر گنا ہے آنکھ کا بھوس سے بیل ہوتی	ہم اُنکے ناز و ادا کی سہا کیا کرتے تو اب تماشا ہے باغ و بہار کیا کرتے و کما کے چشم کو ہم اشکبار کیا کرتے پہر عاشقوں کا وہ روز شمار کیا کرتے دلوں کو لیکے کہیں نہ ہزار کیا کرتے ہم اُن سے لیکے دل تیار کیا کرتے فدا پھر آپس کہو بار بار کیا کرتے حضور گل گلہ جو رخا کیا کرتے
---	--

انہیں جو دیکھا تو کچھ سٹپلا گئے تھر
نئے پہنے ہوئے باکرہ کا کیا کرتے

خود وہوم چھائی ہے مشر میں شفاعت کی معتوق کی عادت ہی ہوتی ہے نزاکت کی جو تم نے کہا وہ ہی اللہ نے سب مانا یہ اجر سینوں کے حصے میں کہاں آئی فرقت تو اُسے ہوگی جو تم سے جدا ہوگا گر پڑتے ہیں اٹھ اٹھ کر کوچے میں تہلے ہم ہے درو تمہارا تو صحت سے بھی اچھا ہو قلب جو سگرو جان ایمان و خرد لیجے ہم تھے ہی جیتے ہیں اور تم پہ ہی مرتے ہیں دامن کے لگول سے بھی دامن کو چھڑاتے ہو غصے میں بگڑنے سے بول چہرہ بگڑتا ہے	تم نے تو قیامت میں اک اور قیامت کی عاشق نے نزاکت پر مرجانے کی عادت کی کیا رتبہ سعی کا ہے کیا شان ہمعامت کی جو کچھ ہے پہن تم میں اللہ کی قدرت کی ہم تک رسائی بھی ہوتی نہیں فرقت کی انصاف سے دیکھو تو یہ تھنے ہی نوبت کی یاں ایک ہی صورت ہو بس نہت رحمت کی تشریف جو تم لائے تو ہننے یہ دعوت کی کی قدر یہ جینے کی مرنے کی یہ شوکت کی یاں حل نہیں سکتی ہو کچھ قوت نفرت کی برداشت نہیں ہوتی انداز کو سخت کی
---	--

غمروں سے لٹایا ہو کیا کیا بہری مغل میں
 ارام بھی تو اُن کا ہو حسرت بھی تو اُن کی ہے
 منزل پہ تو آپہنچے مرہٹ کے سہی آسہر

ویکھ اے دل سے وحشت ہوگی
 نہ جیا میں تو کما عیسے نے
 میرے ہی قتل پر آمادہ ہو
 اُن نظر بہر کے ہمیں دیکھنے کو
 دستِ طاہر سے پلائے زاہد
 چلنا سیکھے ہوا اٹھا کر دامن
 وعدہ وصل کو ایسا کیجے
 مرضِ عشق بڑھا جاتا ہے
 اسکو دیکھیں گے گراہلِ محشر
 تم ہماری نہ سنو گے تو کیا
 تو وہ کس ناز سے کہتے ہیں کہ واہ
 ایک عالم ہے ستم کش اس کا
 دعوے ہوئی گئے وہاں کس کس کے
 حشر اک اور مقرر ہوگا

نالہ کرنے سے ندامت ہوگی
 اسکو شاید کہ محبت ہوگی
 مجھ ہی پر ختم شجاعت ہوگی
 کون مانع ہے نزاکت ہوگی
 کہ ترے ہاتھ سے برکت ہوگی
 کون ہوگا جو یہ خصلت ہوگی
 بہول جاؤ گے جو مدت ہوگی
 ضعف میں اور بھی طاقت ہوگی
 تو قیامت میں قیامت ہوگی
 حشر میں بھی نہ سماعت ہوگی
 کیوں کہو گے جو مروت ہوگی
 کیا ہی محشر میں صیبت ہوگی
 اور کس کس سے شکایت ہوگی
 قائم اک اور قیامت ہوگی

عقل کہتی ہے بجا اے حشر
 دل لگانے سے نصیحت ہوگی

رباعیات

یہ عقل کی آفت ہے تری بریلوی	ایسی ہی کھانگی ہے بہلا آزادی
اک نور مجسم کی کرے نعت کوئی	آبی و آتشی - خاکی - ہادی
تم اور بہلا نعت حضور والا	دیگر بنو ایسے منہ کیجئے توبہ توبہ
آما وہ ہوئے کار خدا پر احقر	لا کھول ولا کھول لا لا لا لا
تعریف تو ہو مجھے کہاں اور کیونکر	دیگر مجبور ہے پر شوقی غلام بدتر
کر لیجئے قبول اور معافی دیجئے	قربان تمہارے یہ تمہارا احقر
بہتر ہے کہ ہو نعت پیتر مرغوب	دیگر پر سہل کیسں سمجھاؤ اسکو کیا خوب
پہلے یہ سمجھنا ہے ضروری احقر	انساں کی سمجھ اور خدا کا محبوب
نعت نبی کا دعویٰ زباں پر نہ لائیے	دیگر بنو ایسے منہ عقل کے مانع لوائیے
محبوب حق کی نعت کا دعویٰ اور آپ داد	احقر یہاں سے بویا بدبنا اٹھاسیے
کیا چیز ہے وہ جو کہ نہ پانی ہم میں	دیگر دیتے ہیں جہاں دونوں کھاتی ہم میں
ہے ذات سے احقر یہ ظہور ذاتی	ہم میں ہے خدا ساری خدائی ہم میں
سب کچھ ہے جہاں میں تو دواں سے آیا	دیگر واں کچھ ہی نہیں ہے میں جہاں سے آیا
ظاہر ہے یہاں میرا تو باطن ہے دواں	اور واں سے نہیں ہوں تو کہاں سے آیا
جو کچھ کہ لگا دے لگا ہے ہم میں	دیگر اور جتنا بہراؤ ہے بہرا ہے ہم میں
اگ بند ہے بندگی کا ہم میں جھٹہ	ورنہ کھدیتے کہ کیا ہے ہم میں

جب چلا عرش بریں کو وہ مہ بے ہمتا	آمد آمد کا ہوا شور فلک پر برپا
ہر طرف سے تھی یہ آواز کہ یا سیدنا	نسبت غیبت بذات تو نبی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسب	
صوت قدرت ہوئی کیا رہ جاری سپہم	یہ وہ ممدوح ہے مدح ہوئے جسکے ہم
جس نے دیکھا یہ کہاواہ و یا شاہ احم	مین بیدل بجال تو عجب حیرانم
اسد اللہ چہ جاست بدیں بوالعجب	
چرخ پر ہر کوئی کہتا تھا کہ اسے نیک صفتا	آج کے دن کی دعا مانگتے تھے دذرات
شوق دیدار سے پہلے دو ہمیں آکے نجات	ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
رحم فرما کہ زحمت گزرد تشنہ لبی	
حویں کہتی تھیں کہیں اسے شہ عالی گوہر	کہیں غلماں یہ کہڑے کہتے تھے ہو کر مضطر
رحم فرماؤ خدا را کہیں شتا تو نیر	چشم رحمت بکشا سوے من ادا نظر
اسے قریشی یقی ہاتھی و مطلبی	
اتجہ سے ہر چیز کا آغاز ہے اسے نیکانجام	گل و گلزار نے خوشبو سے تیری پایا نام
ہر شجر دیتا ہے تیرے ہی اثر کا پینام	مخلستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں سبب شہرہ آفاق بر تیریں بطبی	
فیض سے آپ کے ہی دو نو جہاں میں مہور	ہر جگہ جلوہ گری کرتا ہے بس آپ کا نور
میں جد ہر آپ اودہر ہی کو ہوارت غفور	ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
اں سبب آمدہ قراں بزبان عربی	
تجہ سے نسبت کا تو کیا ذکر ہے خواہ عالم	دعوے بندگی بھی بے ادبی سے نہیں کم
یہی زیبا ہے ہر اک کو کہ بھرے دم ہر دم	نسبت خود بگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت برسگ کوئے توشہ بے بولی	

رحم فرمائیے حالت پہ خدا رامیری	لیجے جلدی سے خبر میری کہیں میری
مرضِ ہجر سے اب لب پہو جاں آتھر کی	سیدی انت چیدی وطیب قلبی

آمدہ سوئے تو قدسی پئے درواں طلبی

تضییعِ نظم مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

دل بیتاب ہے بیتاب ہر دم	جگر زخمی ہے اسے زخموں کے مرعہ
صدایہ کر رہی ہے چشم پر غم	زمہجوری برآمد جان عالم
تر حشم یا بنی اللہ تر حشم	
کریبی میں کہاں ہے نکتہ چینی	ترے الطاف میں ہے دل نشینی
کرم تیرا نہ کیوں کر ہو یقینی	نہ آخر رحمت للعالمینی
زمر و ماں چرا فارغ نشینی	
گھٹا تیرے کرم کی ہمپہ چھائے	جھڑی الطاف ہمپر بھی لگائے
ترا یہ تشنہ لب کیونکر نہ چھائے	تو ابر رحمتی آں بہ کہ گائے
کئی بر حال لب تشکاں نہ گائے	
ہماری شان و شوکت کی نشانی	خدا کے سیرا سر ابر نہانی
خدا را اسے خدا کی ہسربانی	بروں اور سرانہ برودیمانی
کہ روئے تست آب زندگانی	
نگارِ شانِ محبوبی کے شایاں	فروغِ خوبی و خوبیِ خوباں
ہو محبوبی کے تم تو ماہِ تاباں	شبِ اندوہ مارا روز گرداں
از رویت روزِ مافیروز گرداں	
ہمارے آقا و والی و مولا	ہمارے دونوں عالم کی بھوسا

پڑے ہیں آپ کا لیکر سارا	بدہ دستے بپا افتادگان را
بکن دلدارے دلدادگان را	
برے ہیں یا بھلے ہیں آپ کے ہم	بھروسہ پر تمہارے ہم میں بنیم
ترے قربان اسے محبوب اکرم	اگرچہ غرق دریاے گناہم
فتادہ خشک لب بر خاک را ہم	
ترے قابل نہیں ہیں ہم میں کچھ گن	لگی ہے دکھو لاپرتری دھن
برونگی اور گنہگارونگی بھی سن	ادیم طائفی نفسین پاکن
شراک از رشٹہ جانمائے ماکن	
کیا ہے شوق نے گستاخ ایسا	دل مشتاق کہلوتا ہے کیا کیا
کر یا اسکی یہ اک ہے تمنا	فرو د آویزا ز سرگیسواں را
بکن سایہ بر پاس درواں را	
ہیں ہم کیا اور کیا گن ہیں ہمارے	مگر مولا ہیں ہم بندے تمہارے
تسہی ہو بے سہارونکے سہارے	اگر بنو دو چو لطفت یادگارے
زدست من نہ آید تیج کا رے	
اگرچہ ہم میں ہے ہر طور غامی	تمہارے نام کے ہیں تم ہونامی
تسہی ہو یا نبی احقر کے حامی	جسٹن اہتمامت کار جامی
طفیل دیگران یا بد متامی	

تضمین بر غزل حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

زخمِ دل عاشق کا ہے نازہ ترامہم	اور رحمت ترے عمر کی رحمت نہیں کم
سوا کھ متناے کہتا ہوں کہ اسے ہدم	ہر دم ز تو برسینہ صدراعضا خواہم

باورد تو خود کردم حاشاکہ دوا خواہم		
یہ فضل و کرم تیرا تیار ہے جب ہوئے	تو سنگتا بہر دے پیر سے ہی نہ کیوں گود	مانگے نہ کیوں ہر سائل تجھ کو ہی کہ جب ہوئے
ایں جملہ طفیل تو من از تو ترا خواہم		
ہو چاہو کرو مجھ پر مجھ کو ہے وہی اچھا	جامحہ کہاں جسکو کہ یہیں مرنا ہے اور بھرا	طالب تھا کرم کا میں تم کرنا جو ہے کرنا
باز آمدہ ام اصر و ناز وعدہ وفا خواہم		
چاہے نہ تجھی کو تو احقر کی ہے بدنامی	پائے نہ تجھے ہر جا تو اسکی ہے ناکامی	کیا پوچھتے ہو جاناں تم ہو کہ مرے علمی
چسے است مرا آخر غیر از تو کرا خواہم		
تضمین بن غزل مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ		
اپنی خوشبو ہے معطر کر کے خوشبو گل کی دی	اپنی رنگت سے فراغ فرامی کی گلزار کی	بکے نبیل کی زباں اپنی صدا خود ہی سنی
پس مجھم عاشقان خود را تماشا کردہ		
عشق مجھ سے عاشقی خود اور معشوق توئی	ناز و انداز خود اور خود غضب تہر ہی	اپنی یکتائی میں گوپ لکیر رنگ توئی
وانکہ از خود جلوہ خود را متسا کردہ		
کوئی مضطر کوئی حیراں و رکوی ہوئے بے با	اور ہوئے ٹکڑے کسی کوئی بخش میں جاں	الغرض جلوہ کی نیر سے ہو کہاں تانے آستان
در حریم سینہ حیراں کہ چوں جا کردہ		

ظاہری آنکھوں کے آگے گریہ ہے چلن ٹپٹی	کون ہے پردہ نشیں پردہ اٹھاؤ تو ہسی
نور سے دیکھو تو وہ کثرت میں عدا گئی	بر رخ زلف سید شکیں سلاسل بستہ

عالمے رابطہ زنجیر سودا کردہ

شکر کیونکر کر سکے اتھر تری امداد کا	ہوا اگر ہر موزیاں تو بھی نہیں ہو گا ادا
تیرا احساں ہے ترا احساں ہر ذرا	میکنی جامی گم اندر عشق نام و رنگ را

آفریں صد آفریں رسمے کہ پیداکردہ

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ

یاد نے قد کی ترے ششدر کیا ہر سر کو	غنجہ کہتا ہے دہن کو دیکھ کر لو جان لو
تیری زلفیں دیکھ کر سنبل پریشاں گویں	نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ ہے چشم تو

مست آہو در بیا باں از نگاہ ہے چشم تو

دیکھ کر تجھ کو درگوں ہو گیا سامان باغ	واہ گلر گل ہوا آگے تیرے گل کا چراغ
حسن خوبی رنگ و بو میں جھپٹے سب کے دماغ	جامہ نیلی کرو سوسن لالہ را در سینہ داغ

کا کل سنبل پریشاں از نگاہ ہے چشم تو

اک نگاہ ناز نے کیا کیا دیا ہموثر	دردِ دل زخم جگر اور آہ سر دو چشم تر
اتھر خستہ کو دیکھو آنکرا سے چارہ گر	حال جامی را چہ پر سی تیر خورہ در جگر

گاہ اقبال گاہ خیراں از نگاہ ہے چشم تو

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

جو ہر دم سے ہو سوا اسکو کہیں کیا نہیں	ہو حسن جسکا دوسرا سکی شت ممکن نہیں
خاک و آبی آتش بازی کہاں پائے کہیں	تو جانِ پاکِ سرسبز آبِ خالک و نازنین

والد زجان ہم پاک تر و جی فدک آنا زین	
اس غم پہ سو جال ہو فدا جو یاد سے تیری لئے دارم ز غم بیارے بیار غم را یا رے	اس درد کے قرباں جسے نسبت ہو تجھ جو بست کچھ ڈر نہیں آزار کا اگر شوق میں عاشق کہے
اگر کئی غمزارے از غم چہ پاک لے نازین	
چکر میں ہیں حسن و حسین تم ہی کہو تو کچھ کہو پاکاں ندیدہ رو سے تو جال ادہ اندر جو تو	ہے آپکے عشاق کا قصد تو جاناں گو گو لے مرکز پر کار ہر خوبی کہیں کیا آپ کو
ایک بگرد کوئے تو صد جان پاک لے نازین	
دیکھا جو چشم مست کو ز گس نے بھولی ماؤں وقتے بگلگشت چمن گل دید لطف آل بدن	ہے سرو بھی حیرت زدہ دیکھا جو تیرا باکپین لائے کامنہ فقی ہو گیا غیجھے ہے قرباں بدن
از شوق آں بر جو نشستن نہ جاہ چاک لے نازین	
مرزا ہے لطف زندگی جینے کی پھر کیا جستجو جامی کہ دار و با تو خوش گز نہ تا بد از تو رو	عشاق کی اور عشق کی مر نہیں جس آبرو مرتا ہے تجھ پر سدا آتھر کی ہے یہ آرزو
اگر خود نہی بر فرق او تیغ ہلاک لے نازین	
تضمین نبر عززل حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ	
تمہا رہی ہو کہ پردہ میں بھی رہ سکتے ہیں تم اور ہم مکن بیگانگی از من نہ تو غیر می نہ من غیرم	یہ پردہ ڈال کر عشاق کو کرتے ہو کیوں پریم تسا ہے یہی عاشق کی تیرے ابوائے ہمدم
ز وصل خود مکش دامن نہ تو غیر می نہ من غیرم	
مبھی ہو جلوہ گر ہا تو پھر کاہکی ارنی آں صدائے سخن اقرب از دی آخر مشتاقاں	دکھا کر دور ہی سے قرب اپنا کیوں نہ ہونہا اٹھائے کیوں نہیں اس پردہ دوری کو جان
چرا گشتی نقاب قلن نہ تو غیر می نہ من غیرم	

اگرچہ ہمیں اس عالم میں اک کتر بھی کہہ کم	حقیقت میں مجھے دیکھو حقیقت ہے جو حرم
صد امیری سنو کہتا ہوں ہو کر شاد و خرم	بہ باطن مریع توحیدم ایسر دام تقلیدم

پریدم سوئے اس گلشن تو غیری نہ من غیرم

یہ مانا کہ تو ہی جلوہ ہوا رہتا ہے ہر اک جا	تو کیا فی میں ہے ہر جا تو ہر جا میں آہکتا
یہ تیرا دیکھنے والا پھر کس کس کا منہ نکلتا	نقاب از روئے خود دکشا رخ زیبائے خود دنیا

دل عاشق نہ برہم زن نہ تو غیری نہ من غیرم

اری ادنا گنر سہوش تیرے کچھ عجب ہیں گن	بہلا توحید کی تجھ نا توں کو کیا لگی ہے دہن
ذرا سے آتھر ناداں کسی دانائی بھی تو سن	جو جامی جاں فدا نش کن پس نگاہ التجا نش کن

کہ مارا نازیں دوئی مشکن نہ تو غیری نہ من غیرم

تضمین بر غزل حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

کب یہ دن ہو گا کہ میں ہوں اور ہو بیت الضم	کب یہ ہو گا کہ سر میرا ہوا اور ان کا قدم
خوف یہ ہے کہ نکل جائے نہ یاں فرقت میں دم	کے بود یا رب کہ رو در شربت لہجا کنم

اگر بکعبہ منزل گو کہ در مدینہ جا کنم

راج ہوں میں روضہ اقدس پیکل کی کسو دم	خاک ہو جائے الہی آج ہی یہ کاسب
کل نہ ہوا اس آج کی جائے نکل دم خود بخود	صد ہزاراں دی دریں سودا مرا امر فرشد

نیت صبرم بعد از اس کا موز را فردا کنم

دیکھوں نکلہوئے مدینہ میں خدا وہ دن کہائے	دم کے سینہ میں کبتک جاں کہنا تک تاب لگائے
ہجر میں کبتک پھر فنگامیں بھنگتا ہائے پائے	یا رسول اللہ بسوئے خود مرا رہے نمائے

تا ز فرق سر قدم سازم بدیدہ پاکسم

جنت الفردوس بھی ہے تیرے کوچے محل	اور غلاموں نے تیرے میں حور و غلمان منفل
----------------------------------	---

دہوندا تا پھر تلبے طوبے بھی ہمیشہ تیرا نعل
آرزو سے جنت الماویں ہوں کروں دل

جنت میں اس بس کہ بر خاک ورت ماویں کفر

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ

آنکہ در خاطر من ہست دلم ہم با دوست
دل چہ شد گر کسان بند گویم با دوست
وانکہ جانم بدے برد بجانم با دوست
آں سیر چر وہ کہ شیرینے عالم با دوست

چشم میگوں لب خنداں دل خرم با دوست

گو دریں دہر ہم ہستند و گذشتند بے
باز میگویم و این راست گویم آرسے
مثل اونیت نخواہد شد ازین پیش کسے
گر چہ پیریں دہناں بادشاہانند ولے

آں سلیمان زمان است کہ خاتم با دوست

پرفں و شوخ و جفا کیش و سنگرمیابک
دلبر و نازکن و درد دہ و ہسم سفاک
بے غم و عشوہ گر و چابک و چیت و چالاک
روئے خوب است و کمال ہنر و دامن پاک

لاجرم ہمت پاکان دو عالم با دوست

رفت جانان نبرم شد تن لاغر بے جاں
آہ و و احسرتا و اولیا و فریاد فوجاں
جاں کجا ماند کہ از دست بروں شد جانان
دلبرم عزیم سفر کر و خسار ایا راں

چہ کنم اس دل مجروح کہ مریم با دوست

صنی امیر چہ گفتم کہ چرا محزون است
قصہ آدم و حوا بہ کہ گویم چون است
من چہ گویم کہ بس ابلیس چہ ملعون است
خال شکیں کہ بر آں عارض گندگون است

تر آں دانہ کہ شد رہزن آدم با دوست

گفتگوئے چہ توان کرد ز بارن مائل
سخت مشکل کہ بگوید بہ کسے اس مشکل
جز تپیدن یکسے حال چہ گوید بسمل
با کہ اس نکتہ توان گفت کہ آن نگین دل

گشت اما وہم عیسیٰ مریم با دوست

تضمین بن غزل حضرت حافظ لطافت علی صابہا زپوری

ور و کیوں اٹھتا ہے میر و دل میں ہا دم ہدم
جاں گھلی جاتی ہے کیوں ہو کر گرفتار الم
یہ تجیر ہے کہ کیا ہے فکر اور کس کا ہے غم
دیدہ لہر نیرم سہرا پا انتظار کیستم

ذوق دیدارِ کردارم بقیار کیستم

کیا کہوں کس طور سے اپنی گز رہے آہ آہ
بے کلی ہر دم ہے ہر خطہ ہے ہر شام و پگاہ
الغرض دل کی وہ حالت ہے کہ اندر کی پناہ
گشتہ صبا دلم اوز خم ششیر نگاہ

نیم بسمل گشتہ ام یارب تنکا کیستم

عشق کی مجھ پر جہوتی ہے عنایت گاہ گاہ
ایک عالم کی لگی ٹپٹے میرے اوپر نگاہ
دیکھنا کس حال میں پکڑا گیا ہوں بیگناہ
گشتہ از خال مشکیں بستہ زلف سیاہ

اگر سلمان نیستم ز ناز دار کیستم

ہوں انیس عاشقان ہر دم صدا ہے یا غم
مونس فرما دوں ویں سردی میں ہے غم
ہا دم مجنوں ہوں بھرتا ہوں نالی کی کا دم
دوست آں منصور و قتم چوں انا الحق نیز غم

رشتہ در گردنم من زیر دار کیستم

ہوں جہان خلق میں مخلوق میں ہوں کم و کم
پر جہاں میں سب سے ہوں بڑھکر محکم
میں نہ ہو مجھ میں تو پھر دیکھو کہ کیا ہوں محرم
چوتھی از خود شدم لبس جسد نور احمد

پس بہر اسے دوستان آئینہ دار کیستم

کچھ حیدنان جہاں کا میں نہیں کھتا ہوں غم
اور گل و گلزار سے کچھ خوش نہیں ہنسم غم
خود جیسے ہوں خود گل و گلزار ہوں خود ہوں غم
عاشق حسن خود دم در عشق خود دست آدم

بقیہ ار خود شدم من بقیہ ار کیستم

عشق کے پابند کا آوارگی ہے قاعدہ
ایک جا کیونکر رہے احقر کوئی فرقت زدہ
بس صنم پائے جہاں اُسکا وہیں ہو فائدہ
حافظم در مدرسہ در دے کشم در سیکدہ

سخت حیراں گشتہ ام من در شمار کیستم

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ

میں ہوں اور جانِ حزنیں اور ہے بس تیرا غم
دلو آرام کسی طور نہیں ہے اکدم
درد ہے اور جگر زخم ہے اور بے مرہم
ضنا با غم عشق تو چہ تدبیر کنم

تلبے با غم تو نالہ شبگیر کنم

فکرِ درماں میں ہے کیوں یہ دلِ نادان حیراں
دردِ دل کیلئے درماں میں شرابے کہاں
شدتِ غم سے ہوا ہے دلِ نادان حیراں
دلِ دیوانہ ازاں شد کہ پذیرِ دورماں

مگرش ہم ز سر زلف تو زنجیر کنم

تیری فرقت میں گذرتی ہے یہ دلیرِ ذرات
کیا کہیں کیونکہ کہیں منہ پر نہیں آنی کی بات
ہے ہر اک لحظہ و ہر ساعت ہر دم سکرات
آنچہ در مدتِ ہجر تو کشیدم مہیا ت

درد و صدمہ نامہ محال است کہ تخمِ بر کنم

کیا ترے عشق میں آئی ہے مصیبتِ پیش
جاں ہے تو جانِ حزنیں دلِ ہو تو دلِ ہو بارش
ہو گیا ہر موسمِ تن اپنا ہی اپنے لئے نیش
از سر زلف تو مجموع پریشانے خویش

کو مجاہدے کہ یکایک ہمہ تقریر کنم

احقر اب در محبت کا خدا ہے حافظ
قول یہ آپکا ہے قد و شکر نے حافظ
خوب ہی قصہِ اغت کو کیا طے حافظ
نیت امکانِ خلاص از غم اوائے حافظ

آنچہ تقدیر ہمیں بود چہ تدبیر کنم

تضمین بر غزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

سکار ہا ہے کوئی جیتا رکھنا مارا	لینا کہ اب چلا میں دنیا کوئی سہارا
سنے ہو درد مند دل پہر کہوں دوبارا	دل میرو درد ستم صاحب دلاں خدا را

درداکہ را ز پنہاں خواہد شد آشکارا

پڑ مرده دل میں بلبل قصہ سنا دل آویز	ہیں فکر مند قمری کچھ تو زبان کرتیز
حیراں ہیں بول طوطی کچھ تو ہی مرده آمیز	کشتی شکستگانیمے باد شہرِ خربیز

باشد کہ باز بینم آں یار و آشنارا

موسم بہار کا ہے ہے مشکبار سنبل	ہنستے ہیں کھل کھلا کر کیا چین میں سب گل
قمری کی کچھ زباں پراشتی ہے خود بخود گل	در حلقہ تھل دل خوش خواند دوش بلبل

ہات الصبوح حیو یا ایھا السکاسا

کی ہے تمہیں جو نعمت اللہ نے عنایت	تو اور کو بھی دینے کی چاہیے ہے بہت
سنو فقیر کی بھی کہتا ہے یہ بمنت	اے صاحبِ کرامت شکرانہ سلامت

روزی تقصدے کن درویش بیہوارا

اپنے خیال میں ہیں سرشار اور سرمست	ہم کو ہے سب برابر دنیا کے بالا و پست
یہ خوب ہی نصیحت حاصل ہوئی سردست	آسائش دو گیتی تفسیر اس دو حرف است

باد و ستاں تلطف بادِ شمنال ملارا

تغزیر اور سزا دیں جسکے ہیں آپ پابند	اور لائق سزا و تعزیر ہوں میں ہر چند
اے محنت خدرا اتنا ہوں کر زومند	در کوئے نیک نامی مارا گذر نہ واوند

گر تو نے پسندی تغیر کن قصارا

ہر حال شاد رہنا یہ ہے صنم پرستی	اور یہ ہے وہ بلندی جسکی نہیں پہنچتی
---------------------------------	-------------------------------------

ہمکو تولے مہوس بونی ملی یہ سستی	ہنگام تنگدستی درغیش کوئیں سستی
ایں کمیائے ہستی قاروں کند گدایا	
عشاق سب ہیں جن پر مرنیکے آرزو مند	وہ تو حیات بخشی کرتے ہیں چند در چند
زادہ یقین کرنا کہتا ہوں کہا کے سو گند	خوبان پارسی گو بخشندگان عمر اند
اساقی بدہ بشارت پیران پار سارا	
یہ پند اور نصیحت بجا نہیں نہ بے سود	جتنا برا کہو تم احقر ہے اس سے افزود
اتنا کمر سمجھو زاہد برائے معبود	حافظ بخود پوشیدیں خرقہ سے آلود
لے شیخ پاکدامن مسدود دردارا	

تضمین نرغزل حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

تری نمشیرا بر دس مرا گہاں ہل ہل دم	جگر میں زخم ڈالے کاکل خدار نے پیہم
بلا ہے دشمن اہل ہر تیری زلف کا ہر خرم	بمترگان سیکردی ہزاراں زخمہ در دیم
ایا کز چشم ہجارت ہزاراں در دما پیہم	
گل و گلزار میں جو ذکر تیرا کچھ ہوا گلرین	ہوا خوش دیکھ دل نے بھی کین یا تیر غشی آئین
کھلے گل قمری طوطی نے بھی اپنی نالکی تیر	صبح انجیر ز دبلبل کجائی سا قیا ہر سین
کر غوغا میکند در سر خار خرم و شینم	
میں تجھ پر مرنے سے کیوں ہونے لگوں گلیں	جو جاں دینی تجھ پر تو کیا ہے دم شیریں
نہیں ہے دم نہی سے دل چاہا عشق کی تپ	شب حلت ہم از بستر روم تا قہر و العین
اگر بروقت جاں داداں تو باشی شمع بالینم	
یہ دل ہو کر ترادو نو جہاں سے ہو گیا آزاد	تجھ سے شاد رہتا ہے تری ہی یاد سے آباد
اگر کچھ ہے تو بس تجھ سے ہی بفریاد بفریاد	اللا ہی ہم نشین دل کی امانت برفت از یاد

مراروزی مباد آں کم کہ بے یار تو بنشینم	
خدا ہمکو دکھائے تو دکھائے شاہد و ساقی	جہا نین ہمکو گر پائے تو پائے شاہد و ساقی
دو عالم میں دہرا کیل ہے سو شاہد و ساقی	جہاں فانی و باقی خدائے شاہد و ساقی
کہ سلطانے عالم را طفیل عشق سے بنیم	
نہیں معلوم کہ پروانہ ہو نہیں یا کہ میں ہوں شمع	مگر ایسا ہوں کہ جیسے نہیں کرتی ہوا چرخ شمع
بتا دوں تجھ کو پر دلے میں تجھ کو جتنا کہ روشن	نقاب آتش دوری شد مرق عرق چرخ
بیار اسے بادشہ بگیری شہر زان عرق چنیم	
عروج عاشقی ہے یہ کہ ہونا شاد اور برباد	نہیں بھی شاد ماں دیکھا ہی عاشق کا دل نا شاد
سناؤ نہیں نصیحت تھکو آتھر گر کہو تم یاد	حدیث آرزو مندی دین نامہ کہ نسبت افتاد
ہماں نام غلط باشد کہ حافظ داد ملقینم	
تضمین بر غزل حضرت قدسی علیہ الرحمۃ	
بیکل ہے کیسا ناگوار دل جاتی ہی ہوا کی کل	پاتا نہیں آرام میں ہاتھ بوسے اسکے ایک پل
تھمتا نہیں تھا میرے یہ ہاتھ بوسے جاتا ہو کل	دارم دلے اما چو دل صد گونہ حرام در بغل
چشمے و خوں در آستین شکے و طوفان در بغل	
میں نے تمہارے عشق میں دی جان آج جان پہا	بسمانہ اپنے دل کو دل چاہتا ہے اپنی جاں کو جاں
واوہلاؤ و احسرتا یہ بھی خطا ٹھیری دیاں	پارہ مرثبات قدم از کوئے قاتل بگذاں
من سر محبت انداختہ او تنہا عریاں در بغل	
آیا تھا اس عالم میں مرے کیکی آن سے	مترار ہا جب تک جیانیکی بدی کیا چیز ہے
خوشتر کا کیا ٹھم ہے مجھے اعمال میں کیا کوی	روز قیامت ہر کسے در دست گیر دنیا منہ
من نیز حاضر میثوم تصویر جانان در بغل	

ہوسرو ہیں حیران سادیکے جوتیرا بانگین	زرگس ہوشید چشم کی غنچہ ہو قربان ہیں
اس آرزوے خاص میں ہو جاگ گل کایرین	بجئے تر ایک صبح دم گرا باد آرد در چین
گل غنچہ گرد و تاکند ہو تو نہیںاں در بغل	
ہے تندرستوں نے زیادہ شاد و خوش بہا عشق	دیتا ہے کچھ بڑ بکر ہذا صحت سے بھی آزار عشق
امد سے کیا زور پر ہے گرمی باز عشق	نازم خدناک غمزدہ اکزلذت دیدار عشق
ہر دم جراتہائے دل در دید بیکان در بغل	
تیری جدائی میں یہاں تو ہیں کیا غنچہ عشق	ہے آتشِ فرقت کی سوزش سے نہ پاپر لطف
پیغامِ وصل در لہر میں دلکو ہے یکش کش	کو قاصد از کوئے او بہر شاربِ مقدس
صد طفل اشک زدیدہ ام آمد بروں جاں در بغل	
چرچا ساک عالم میں ہو ہر اک تر سے انداز کا	اک ک تر سے انداز پر سو سونے ہیں جانیں فدا
لے دلربا او جان جاں یہ بھی ہو ک تیری ادا	برقع بعارض برنگن یک صبح دم تا از دنیا
گرد و فراموش از سحر غور شد تیا بان در بغل	
میں تو کیسے عشق میں بسیار ماہوں مبتلا	تھا یاد کب کہ ایک دن محشر بھی ہونا ہے ہوا
احقر مگر اس عذر کو واں کون سنتا ہو بھلا	قدسی ندائیم چوں شود سودائے بازار جزا
او نقدِ امرزش کبف من جلیس عصیان در بغل	
تضمین بر غزل حضرت سعدی علیہ الرحمۃ	
واں کہیں جانی کی جی میں تھن گئی	یاں تمناجی کی جی ہی میں رہی
میری جانب سے کہے اُسے کوئی	سر دیمینا بصحر اسیر وی
نیک خوشی عہدی کہ بے مامیروں	
کوئی کہتا ہے کہ زخیر جان دو	اور کوئی تک رہا ہے زلف کو

کوئی کہتا ہے اسے دیکھ کر تو اے تماشا گاہے عالم کوئے تو

تو کجا بہر تماشا میروی

رحم کی جی میں ہے یا بیداد کی موت تو ہے زندگانی تو مر می
اے شیر خواہاں ہے کیا مرضی تیری مے نوازی بندہ رایا نے کشی

مے نشینی یک نفس یا میری

سر کا دینا ہے تری الفت کی داد فرس رہ ہونا ہے آنکھوں کی مراد
بھوکریں کھانے میں ہے دل شاد نہاں اگر قدم برچشم من خواہی نہاد

دیدہ بر رہ مے نہم تا میروی

نازنین و زیب بخش سوری اے پری اے لائق عشوہ گرمی
اے سزاوار خطاب دلبری گرچہ آرام دل مامیبری

ہمچنین سے رو کہ زیبامیری

دیدہ دل گرچہ ہیں آحقہ کے سست تجھ کو چھوڑینگے کہیں تنہا درست
تیری ہمراہی کو ہیں چالاک چست دیدہ سستی و دل ہمراہ تست

تانا پنداری کہ تنہا میروی

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

مزا دیتی ہے ہم کو عشق کی آوارگی کیا کیا یہ بربادی یہ ناشادی یہ آزادی یہی سودا
ہزاروں التجا سے ہو دعا میری مرے مولا دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ تر بادا

انم از بیدلی بیچارہ شد بیچارہ تر بادا

یہ زہد و پارسانی آپ کو حضرت مبارک ہو یہ تقویٰ و ورع و نیکی زیب ہے تہ کو
خدا کیو لستے ناصح ذرا میری بھی تو سولو گرے زہد و دعا کے خیر میگوئی مرا ایں گو

کہ ایں آوارہ کوئے تباہ آوارہ تر بادا	
جگر میں دم بدم رہتی ہے دردِ عشق کی آمد غرض غم ہے بعد کثرتِ جگر میں ردی سید	ہجومِ غم سے اب جاں تن میں ہستی نہیں شاید دلِ صدف پارہ گشت از غم نہ زان گو نو کہ برگرد
اگر جانان میں شاد و است یارب پارہ تر بادا	
تبسم اور بھلیکی چپک میں ایک ہی ہے مد صدائے اقلوہ کی ہے لبِ جانسویں کی آمد	نلکہ خنجر ہے ابرو تیغ ہیں او تیز ہیں سید بتاراج اسیرانِ زلف تو عیارِ رگی دارو
بہ خوں یز سے غریباں چشمِ تو عیارِ تر بادا	
گنا ہونے کبھی غالی نہیں رہتا ہوں دم بھر خجالت سے گنہ کی پانی پانی ہو گیا آتھر	گنہ گار و نہیں بھی میرا بڑا رہتا ہے کچھ غم چو باتر دامنِ خوگر و خسرو باد و چشم تر
بابِ چشمِ مرگاں و امنش ہمارو تر بادا	
تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ	
تیری کس کس آن پر کوئی مرے تیرا ہر اندازے حد سے پرے	دین و دل نے جان دے کیا کیا کرے من ندیدم چوں تو ہر گز دلبرے
سرکشے عاشق کتے غارت گرے	
کہتے ہیں وہ بزم میں آتے ہیں ہم ہنسکے ہر اک نے کہا آؤ صحنم	اہلِ محفل جاں کریں فریش تم من سر دارم کہ در پات کشم
تو کہ در خوبی نہ داری ہمسری	
حشر بر پا ہو جو ہو تو بے حجاب ہے یقیں عالم کو پر اسے بانقاب	کسی طاقت ہے کہ ہو جلو کی تاب در زیں پہناں نمائند آفتاب
گر برانی بامدادے منظرے	

تیز خنجر ہے نگاہِ محوشان	الامان بارِ خدا یا الامان
ایک آتھر ہی نہیں کچھ نیچیاں	ہر کہ دید از چشمِ خسرو خوں رواں
برتن او گشتہ ہر موش ترے	

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

ایں واکں ازاد ہر آئی ہسنوز	آشکارائی و پنہانی ہسنوز
در پہلے ہر جان و جانانی ہسنوز	جان زن بردی و در جانی ہسنوز
درد دادی و در مانی ہسنوز	

کیا یونہی ہوتا ہے عاشق سرفراز	کیا یونہی ہے چارہ سازی چارہ ساز
دل نوازی ہے یہی اے دل نواز	ملک دل کردی خراب از تیغ ناز
کاذبین ویرانہ سلطانِ ہسنوز	

قدرت کو کچھ نہیں اپنی راسی	دو جہاں کس آن کی قیمت کہی
خیر ہے کیوں ایسی ارزانی ہوئی	ہر دو عالم قیمتِ خود گفستہ
نرخ بالا کن کہ ارزانی ہسنوز	

غائبانہ تم نے جا آنکھوں میں کی	اور دل سینا تو گویا بات بھئی
ماسوا کے صفت یہ ہے نئی	آشکارا سینہ را بشگافتی
ہم چنان در سینہ پنہانی ہسنوز	

جو کرتا ہے کہیں ہو کر نہان	اور ہے رحمت کہیں تیری عیاں
دہا جانِ جاں تیری نیرنگیاں	ظلم کردی ساہبا چوں کافراں
بحرِ رحمت با مسلمانِ ہسنوز	

اب کہاں وہ دن کہ جو رہے تمہی	اپنے بس آتھر ہے تمہی پست
------------------------------	--------------------------

خود بخود ہمت ہوئی جاتی ہے پست پیری و شاہد پستی ناخوش است

خسرو اتا کے پریشانی ہنوز

تضمین بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ

اف سے طرزِ روشِ دلبری و دلداری ہے ہر اک آن دادِ امظہرِ شانِ باری
خوبیاں ختم ہوئیں تجھ چہ چان کی ساری خطِ سبز و لبِ لعل و رخِ زیبِ داری

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدریضا داری

حسن کیواسے نے زینت ہو تو اسے نیک صفاتِ آبر و بخش ہے خوبی کیلئے تیری ذات
الغرض تیری بعدِ شوکت و شان ہو ہر بات شیدوہ و مشکل و شاملِ حرکات و سکنات

انچہ خوباں ہمدارند تو تنہا داری

فلک کی ہوگی نہ آوردِ یشاید ہرگز نہ طبیعت میں کسی کی ہے یہ آمد ہرگز
غنیہ لب کی کیونہ ملے حد ہرگز تا تبسم نہ کنی عفتِ نگوید ہرگز

کاندریں آبِ خضر کو لالہ داری

اسے خریدارِ دل و جانِ حزن لے دلدار تجھ پہ سو جاں سے ہو قرباں یہ ترغاشیِ ناز
اپنے آحق کو کیا ایک نظر میں ناوار عقل و دینِ دل و جانِ بروی ہم صبر و قرار

دیگر از خسرو بیدل چہ تنہا داری

تضمین بر غزل حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ

یہ کہیں دیکھا سنا بھی ہے کہیں سرِ چشم اور ہو کر دلنشین
اور ہو کر مالکِ جانِ حزمین سوخت بے وجہم تماشا را بہیں

کشت بے جرم سیار اہ ہیں

گر خبر تم کو نہیں مشوق کی	تو کسی عاشق ہی کو دیکھو کبھی
حالتِ محبوب سب کھل جائیگی	لے کر از دیدار یوسف غافل
دارغ یعقوب و زلیخا را بہ بین	
حضرت زاہد خطا ہے آپ کی	حالتِ عاشق پر جو حیرت ہوئی
آؤ تو تگمہ و کہاؤں میں ابھی	ایکے از روزِ بدیم و حسیرتی
ایک سے آں روئے زیبا را بہ بین	
بات سمجھے ہو جسے تم اک نئی	روزِ ہوتی ہیں دہاں ایسی کئی
تینے گردِ کھانا ہو تو اب سہی	زندہ کش جائے نباشد دیدہ
گر ندیستی بیا مارا بہ بین	
دیکھنی آتھر جو بھتی وہ دیکھ لی	اور اب دیکھیں گے جو ہے دیکھنی
بات پہلی ساتھ پہلے کے گئی	شاہ و درویش و قلندر دیدہ
سرِ بدِ سرست و سوارا بہ بین	

تضمینِ بنغزل حضرت مولانا مظہر جان جانی رحمۃ اللہ علیہ

ابر باراں جانِ نثارِ دوستِ گریبانِ اوست	انجمِ اخترِ بجاں ہستند دفرمانِ اوست
ماہتاب از شام تا شام دگر جو بانِ اوست	آفتاب از صبح تا صبح دگر قربانِ اوست
روز و شب گردوں کہ میگردد ہلاگردانِ اوست	
جلوہ فرمائی کا تیری بائیں ہے بند و بست	شرمگین کرتی ہے کیا ز گس کو تیری چشمِ مست
زنگِ بوتیری ہر گل کو کو دیتی ہے مست	دیدارِ عنایتش از جا حیرت ماندہ است
باہمہ آزادگی سروازِ گرفتارِ اوست	
لے غلش و لیں مرے ہرگز نہ کرنا کچھ خراش	دیکھنا دشتِ جگر کو نہ دینا پاشِ پاش

بیخودی بخود نہ کرنیکی مری کرنا تلاش	اے جنوں باجیب من شوخی کن ہشیار باش
کیں گریاں سایہ پرور و زہی دامن اوست	
ایک کچہ میں ہی نہیں ہوں یار کا صوٹ پرت	اسکی ہر اک آن خود اسکے لئے ہو جاں بدست
دیکھ کر وہ آپ کو خود آپ ہو جاتا ہے مست	نفست دیدن ہا کہ با آئینہ خوش ہنگامہ است
یار مجو عکس خویش و عکس و حیران اوست	
یو چھکر میا کی حالت نکرنا راز فاش	یہ کہوا آتھر کہ ہر دم ہوز یادہ درد کا شش
کچھ شفا سے ہے غرض اسکو یہ صحت کی تلاش	زخم دل منظر مبادا بہ شود آگاہ باشش
کیں جرات یادگار ناوک مژگان اوست	
تضمین نبرغل حضرت علوی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ	
مرا ایمان دید تیری رضامندی پہ چوقام	ترا ہی دم بھر کرتا رہا کرتا ہے دم پیہم
ترسی آواز پر میں تو لگا رہتا ہوں اے ہم	تو ہر دم سے سرائی نغمہ نو ہر بار سے رقصم
بہر طرزیکہ میر قصائیم لے یار میر قصم	
خیال منشر کو تو نے یکسو کر دیا ہو را	پریشاں دلو جو جمعیت دکھائی تو ذول آرا
ترا احساں جو کثر سے مجھے وعدیں پہونچایا	پریشاں کردہ ہر موئے زلف عنبرینت را
معلق چوں رسن بازاں بہر یک تار میر قصم	
بھلا اے حضرت زاہد یونی کرنے لگے نفیس	ادائیں عاشق و معشوق کی تنے کہاں پکس
یہ کیا کرتا ہے و کیوں تو گیک عاشق مسکیں	مرا طعنہ مزین لے مدعی طرز ادایم میں
منم زندہ خزا باقی سر بازار میر قصم	
عیاں ہر جا یہ ہوا اور پھر کہیں ہوئے نہیں نہاں	تجھے پاؤ میں گھر بیٹھے ترا احسان ہی جانان
کہیں جانیکلی کچھ حاجت نہیں تھا تر جہاں	سر ایابہر سر ایابے خودم از بخودی قربان

بگر دم کر خود صورت پر کا میر قسم	
مجھے دیکھا تو زاہد کی سمجھ میں آ گیا باے	سمجھ میں نہ گیا انکی تو پھر ہم جیتے وہ ماے
سبک ساری کو میری دیکھ کر کیا کوئی دم مار	اگرچہ قطرہ شبنم نہ پاید بر خارے
منم آں قطرہ شبنم بہ لوک خار میر قسم	
چڑھی رہتی ہے بس متی جلال یار کی لسی	خمار آلودہ ہوں ہر دم خبر کسکو رہی اپنی
کہاں آتھر خود آرائی و خوش بینی یہاں کیسی	اسیر نشہ ماے خود دمنائی نیستم علوی
ولے گشتہ ز جام بخودی سرشار میر قسم	
پچائے ناچتا ہوں تو باجان دل باتن	بتائے بن کیسے کوئی بھی آتا نہیں ہون
ہے قائل حضرت علوی کا آتھر بھی جناب بن	بدست خویش بن بگر ز نام پائے نصیبان
برقصاں دم را جو میر ز اسرار میر قسم	
تقصین بر غزل حضرت اہلی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ	
ہشیا ہو ذرا کچھ رکھتے ہو مجھے کیوں کہ	آگاہ ہو خدا را نا داں بنونہ بچہ
کہتا ہوں کر کے ناصح میں آپ کی خوشامد	عیب دلم کند آں کر دل خبر ندارد
یا درود دل ندارد یا دل مگر ندارد	
المد سے عشق تیری تلخ اور کرامت	صورت بدل رہی عاشق کی تیری قوت
کہتی ہے درد دل سے یہ عشق بنکے حیرت	اے ہم نشیں خبر کن کر جذبہ محبت
یہی شد است مجنوں مجنوں خبر ندارد	
کیوں ڈھونڈنے میں اسکے اتنی کڑی کوئی کند	دیکھے جو کوئی اسکو کس کی نظر کی ہے حد
اس راز سے کوئی بھی واقف نہیں ہو شاید	پہناں شدن پری راز حسن ناز بنود
کر آفتاب رویت تاب نظر ندارد	

کیا عشق میں دکھائی دیتی ہے نیکسا اور بد	جاں کی خبر کہاں ہے عاشق کو شیل سر
افت گواہ ہے اسکی ہے عشق اسکا شاہد	عاشق چوں مرغ بسل پرولے سر ندارد

در خون خویش رقص از سر نمبر ندارد

شائق ہے اسکا آنحضرت تاق حکمیں ب	اس کی بہو تنہا یہ ہو سکے بھلا کب
قسمت ہی نارسا ہو تو کیا کرے کوئی اب	اہلی زشور بختی دور است زان شکر لب

باور کن کہ طوطی میل شکر ندارد

تضمین بر غزل حضرت گرامی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

کبھی میری سنی نہ اپنی کہی	تیری معشوقیت ہی کچھ ہے نئی
تجھ کو الفت اگر نہیں نہ سہی	بے نیازاں تدر چر شدہ

بندہ پرور مگر خدا شدہ

حسن پر جو غم رو رہے بید	سو جھتی کچھ نہیں ہے نیک اور بد
تجھ کو اسکی خبر نہیں شاید	عشق بر حسن مٹنے دارد

دل من بردہ دلربا شدہ

ہے تو بیشک تو جمع خوبی	منہ دکھانا ہے پر خدا کو بھی
بیٹھے بیٹھے بھلا یہ کیا سوچھی	در شکستِ دلم چہ میکوشی

دشمنِ حسانہ خدا شدہ

دلکے چین اور جان کے آرام	نیک نامی عاشق بد نام
سچ تو یہ ہے یہ ہے تڑپ کام	مدعی راہ آرزوئے تمام

گل آنغوشش مدعا شدہ

مستی چشم شوخ جامِ جم	دام آنا دگیوئے پر خرم
----------------------	-----------------------

اور کہتے ہیں دل بڑھا کر ہم	شوخی قامت ترا نازم
کہ رم آموز نقش پاشدہ	
ہے ادائتری کس بلا کی کند	کیا کو اور کو بھی گرہ چہند
خاک سمجھے گا جو نہیں پابند	نونیازان نازمیدانند
کہ ز دل بردم چہ پاشدہ	
شل احقر کے لگ گئی ہے لگن	عشق کے رہے ہو رنج و محن
ہے غضب میں دل اور جان و تن	ہاں گرا می ترا شناسم من
چہ بلارند پار پاشدہ	

تضمین نزعزل حضرت قتیل رحمۃ اللہ علیہ

بانم برائے جو رجائے شیانہ ساخت	دل را برائے تیر نگاہے نشانہ ساخت
یک طرفہ جلد بہر ستم در میانہ ساخت	مارا بغزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت
خود سوئے ماندید و چار را بہانہ ساخت	
نازک بہت ہو آپسے کیونکر اٹھے قدم	پر جانتے ہیں مہر و ستم کی نظر کو ہم
ہاں یہ بھی میرے ساتھ رعایت نہیں کم	بردوش غیر دست نہاد از درہ کرم
مارا چو دید لغزش پا را بہانہ ساخت	
سے تیری دید کیلئے اپنی تو آنسید	مطلوب ہر طرح سے مجھ کو تہا ہی دید
کیونکر نہ میرے واسطے ہو یہ بھی روزِ عید	اند برون خانہ چوں آواز میں شنید
بخشید ن فوالہ گدا را بہانہ ساخت	
بے وجہ کیا زبان مبارک سے بے دہاں	کیا بے سبب مہ سحر بیانی ہے بے بیاں
ہم خود سمجھ گئے کہ یہ کیوں ہونہ ہوں نہاں	ناہدداشت تاب جمال پرری رخاں

خلوت گزید و خوفِ خدا را بہانہ ساخت	
ملے ہیں ہاتھ سینکڑوں لہر و زلزلوں جا	حیلہ بہانہ عذر کرو گے کہاں کہاں
سب زیادہ آپکی حالت ہے خود عیاں	آلودہ دست و پنجہ از خونِ عاشقان
ایں طرفہ مکر میں کہ خنار بہانہ ساخت	
دل لگتا ہے وہاں ہو جہاں قیل و قال دوست	ہر دم اسے سنایا کرے کوئی حال دوست
میں نے کہا یہ دلیں جو پایا خیال دوست	رفتم بسجدے کہ بہ بینم جلال دوست
دستے برو کشید و عار بہانہ ساخت	
احقر وہ پر حفاؤ ستم پیشہ جو رکیش	آوے کبھی خیال میں جسکی نہ پس ز پیش
ابر و کوئخرا و عثرہ کو بسا کے نیش	خونِ قہقیل بے سرو سامان بہ پاک خویش
مالید آن نگار و خنار بہانہ ساخت	
تضمین بر غزل حضرت صائب رحمۃ اللہ علیہ	
آنکہ جان من از تن برد و لربا این است	وانکہ دستانی کرد و دل ستان ماین است
بے خطا کہ بر ہم شد و ترک پر جفا این است	ہر کے کہ غمِ رخت شمعِ بیو فاین است
حال ماننے پر سد طرفہ ماجرا این است	
اے شمعہ نشہ خواب اے مرا و شیدائی	دیکھنے ہیں گر تجھ کو کشتہ خود آرائی
جاتے ہو کہاں صاحبِ دلیں گریہی آئی	گر بمقتلِ عشاق مائلِ متا شائی
سوئے کوئے خود نگر و شب کر بلا اینست	
کشتہ تغافل ہیں حال اپنا ہے شاہد	مر کے گرجیں تو بھی ہو نہ وہ خبر شاید
چشمِ تر ہے گو اپنی در و دل ہے گو بید	سوئے ماننے بیند حال ماننے پر سد
غیر را چہ تقصیرے حالِ شنا اینست	

تضمین بر غزل حضرت حسرت علیہ الرحمۃ

کرنے ہے دو عالم میں جو اللہ کو اپنا
محبوب اگر ہونا ہے محبوبِ خدا کا
اور قربِ خدا سے بھی اگر چاہے تو کرنا
بفرست در دو از دل و جان روحِ نبی را

زین تحفہ مکن شاہِ رسولِ عربی را

رخِ وہ ہے وہ ابرو ہے وہ ہے کاکلِ پرچم
وہ ناز وہ انداز وہ ہے حسنِ مجسم
وہ گل ہے گلستان ہے وہی وہ جسے ہر دم
فرمود خدا زینِ گلستانِ دو عالم

آں نازہ نہالے چینِ مطلبی را

بس سے کی نہ شیشے کی نہ ساغر کی ضرورت
در کار اگر ہے تو ہے ساقی کی عنایت
فانغ ہے ہمیشہ کو وہ اب تیرے بدولت
ہر کس کہ بنوشیدے صافِ نوست

دیگر چہ چشمِ جامِ شرابِ عنبی را

کیا منہ ہے یہ آتھم کا کرے دعوائے الفت
بندہ کی یہ ہرگز بھی نہیں طاقت و قوت
کہو اتی یہ اتن اگر آپ کی رحمت
جاں میدہ اند تشنگے شوقِ تو حسرت

اے ابر کرم چارہ کنی تشنہ لبی را

تضمین بر غزل حضرت عارف سلمہ اللہ تعالیٰ

اُس سے چھو جسکا دل سن رہیں جا کر چھنے
اسکو دیکھو جسکی نظر نہیں عینِ غمِ گریبے
زخمِ یہ وہ ہے کہ صحت پر یہ کہہ کہہ کر سینے
تازہ دار و زخمِ دل فیضِ ناکان کے

سبز شد نخل مراد از آبِ پیکان کے

کوئی زائد نہ ہد کا کیسا ہی کچھ دعوائے کرے
اک جہاں گر بار سانی و ورع کا دم بھرے
ہمتوجب جانیں کہ جب اسوقت یہ قائم رہے
گر دریں سودا و آید زلفِ ہندو سے بتے

صرف گرد و صد ہزاراں نقد ایمان کے	
کثرتِ گریہ سے چشمِ خفتاں ہے لالہ گوں	اور دلِ وحشی کا وحشت سے ہوا جاتا ہے خوں
پارہ پارہ ہے جلّ لبِ خشک میں کیا کیا کہوں	واغِ داغِ سینہ نہ گئیں گشت از فیضِ جنوں
رفتہ رفتہ گلشنِ بادشاہِ گلستان کے	
طالبِ مطلوب کو ہے کیا طلب میں انتظار	گر طلبِ صادق ہے تو کیونکر نہو پھر بے قرار
بے تامل بے دھڑک بے فکر سوہ مفتونِ یار	ایں دلی عاقبت اندیش بے تابا نہ وار
میدہِ دستِ طلب یار بے داماں کے	
وہ ہی دیکھے جسکی آنکھیں نور سے جاتی ہیں دل	راست کہتا ہوں دروغ کہیں دھوکہ ہو نہ دل
ماہر و یارِ دو عالم متفق ہیں کل کے کل	گر نقاب از رخِ کشایدِ صبح دم آن شکِ گل
چاک گرد و تابدا ماں صد گریبان کے	
یا الہی ایسا آتھرتے کیا ہے کیا گناہ	دل کے ہاتھوں کیوں یہ پھرتا ہے پریشانِ تابا
اور یہ ایسا ہے کیوں مغموم و مضطرب آہ آہ	ہست و پرہلوئے من عارفِ دل حیرتِ نو
یا مزارِ کشتہٗ سنگِ رقیبان کے	
تقصینِ بر غزلِ حضرت حسن علی سنجر حرمۃ اللہ علیہ	
فروغِ حسن ہے تو اور رونقِ بخشِ زیبائی	ہر اک خوبی کی تو زینت تجھے زیبائے یکنائی
سیناں جہاں کہتے ہیں بکترِ شیدا ئی	ترا زید شہنشاہی در اقلیمِ دل آرائی
بدیں خوبی و زیبائی بدیں شوخی و رعنائی	
توئی آرامِ دلِ بجاں توئی ہر درد کا صاں	تو ہی ہے شادمانی اور تو ہی ہر عیش کا ساں
ہر اک عاشقِ ترا سو جان سے کیونکر نہ ہو قرباں	تو نورِ العینی ہے ہر دور تو جانِ جانی سے جاناں
اگر درویدہ پیشانی و گردِ دل فرو آئی	

تمہارے کشتگانِ جن سے معمور ہے دنیا	تمہیں کیا فکر ہے زندہ اگر کوئی نہیں پاتا
تمہارے جان نثار نہیں کوئی باقی نہیں تو کیا	بہا لہ از سر نو کر دے جان جہاں سپاہ

قدت آئین رعنائی لبث رسم مسیحا

دہائی سے ہی یہ مردِ دولت پابِ خلقت	خدا را اب کسی کو بھی نہیں عطاقتِ فرقت
بہا لہ بے زوال اپنا دکھا دیجے ذرا حضرت	ہمہ عالم خریدارت ہمہ دہا اگر قنارت

ہمیشہ تابق دیدارت کہ روزے جلوہ فرمائی

ترے عشاق میں غلامِ تری شتاقِ محالیں	ادائیں تیری سی خوابانِ عالم میں نہیں دیکھیں
ترے آگے کسی کی بھی نہیں چلتی ہواں میں	کے نشندہ از سبلی کے کم دید از شیریں

چنین طرزِ دل آرائی چہیں وصفِ شکر فانی

نگاہِ ناز سے دیکھا جو اسنے ک نظر بھر کر	جو کچھ گزری دل و جان پر بیاں رکھا کریں کو
غرض کہ دیکھتے کے دیکھتے ہی رہ گئے احقر	حسنِ زانِ غمزہ جادو ربود است آن پری کمر

ز تن تاب و توانائی ز دل صبر و شکیبائی

تضمینِ برغزل حضرت نظام علیہ الرحمۃ

یہ کیا گلستا میں سرسرا چمن میں کیا چل ہی ہوا دل	یہ بریں خاکِ اراہی ہو بحر میں کیا اٹھائے طوفان
ذرا میری سن میں تیرے صدقہ ذرا میری مان تیرے قرباں	صبا سو کو مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام بر خواں

بگوشہ رسل بگرداں لصد تفرع پیام بر خواں

وہاں نہ گستاخ بنے رہنا نہ بنے چو بانی چنانہ سو	کہ یہ وہ دادے مدینہ ادب کے رہنا وہاں ذرا تو
میں تجھ کو طرح سو بتاؤں نہ کرنا فرق اس میں تو ہر سو	بنہ بچہ ذیل دب طرازی سر ادا دت بجاک آن کو

صلوٰۃ وافر بروج پاک جنابِ خیر الانام بر خواں

کبھی تو صحرے کے گرد پھرنا کبھی تو بہنا فدا لے لٹھا	کبھی تو اس موضعِ منور کے گرد پھر پھر کے جانِ دنیا
--	---

کبھی بعد شوق ہو کے غمطروہ ہو کر آنا دھر کو جانا	بیابانِ حمت ہے گزر کن بیابانِ حیرت مل گے جین سا
سَلَامُ دینی علی دینی ہے بیابانِ اسلام بر خوان	
قدم بنانا تو سر کو میرے مری زبان کو دین میں لینا غرض کہ جانا حضورِ جانان تو نیکی صورت میری پیرا	زبان ہو میری کلام میرا پیام میرا ہونا م میرا بشور میں صورتِ مثالی نماز بگذا را اندر آنجا
بلجی خوش سورہ محمد تمام اندر قیام بر خوان	
طرفے احتقر کی لے نسیم سحر لگانا تو فہم سو سو مگر یہ شرط ہیں میری لگا کے جانان سے اپنی قولو	کر شوق دیدار رو کے جانان یاد تازہ ہوا درو برخیز طاوہم نواشنو ہنجرہ درد آشنائو
ہے بزمِ پیغمبر اس غزل را ز عبدِ عاصی نظامِ نبول	
تضمین بر غزل حافظ احمد حسین صبا شاہ ہما پیروی تحفہ اسمعیلیہ	
محبوبی محبوبی آگے ترے شربانی یہ دونوں جہاں تیرے کیونکر نہ ہوں شیدائی	خوبوں نے بھی زیبائی خوبی سے تری پائی لے زندہ درجن تو آئین دل آرائی
جاں بندہ رو کے تو زان رو کہ تو مولائی	
ہر جان نہ کیونکر ہو لے جان ترے قرباں ہر ایک نہ ہو کیونکر سو جاں سے ترا خواہاں	آنکھیں نہ ترے کیونکر دیدار کی ہوں جویاں عالم ہمہ سو کے تو چوں قبلہ آگراں
چونت نہ کنم سجدہ چوں کہم جہانائی	
آتشِ دو عالم ہے یارِ ترا جو بن لے وارثِ دین و دل لے ملکِ جان و تن	آنکھیں بھی ترے شوق دیدار سے ہیں روشن کے بے تو زیم لے جاں گشتی چو حیاتِ من
جزا ز تو نہ بینم چوں تو نظرِ مائی	
ہے حسنِ ترا سجدِ خوبی تری بے پایاں خوشبوئے تری گل کو خوشبو کا کیا شایاں	گلزار میں بھی رنگ و بو کا ہے تری سلاماں خورشیدِ جال تو چوں تافہ بر خوالاں

برخوش شدہ نازاں میں سایہ نرزیبائی	
زخمی ہے تری دنیا عالم سے ترا بسمل زاندیشہ عشق تو خالی نبودیک دل	چرچے سوترے ہر جامعور ہے ہر محفل ہر چشم تری مغتوں ہر جاں ہوتری گھائل
ایجان جہاں پنہاں چوں جان تو تنہائی	
بچھیر نہ فدا ہونے ہے سخت گراں جانی در سوزِ درون من چوں عشق تو پنہانی	جانِ مینی ترے غم میں گویا کہ ہے جاں پانی فانی ہیں ترے سب بہت اور بہت ہیں سب فانی
در حالِ زبون من چو مہر تو پسیدائی	
کیا صدیوں پہ صدے ہیں کیا غم پر ہے غم پیہم از دردِ غم عشقت ہے صبر و سکون شتم	کچھ تھکوا خبر بھی ہے جاں بان کی لے غم اے جان ترے قرباں آخر ہوں بنی آدم
شورِ احسنتِ جان من اے جانِ شکیبائی	
تیرے ہی تصویر میں ہر جانِ حزیں بھی شاو از جا و مرگان او احمد نہ نشان کس داد	یہ ملکِ دل ویراں ہے تجھ سے ہی بس آباد آنکھوں کو مگر احققر کہے تو یہ ہے فریاد
ایں طرف کہ نامِ اوشد شاہد ہر جانی	
تضمینِ زبیر گل شہزادہ مرزا عبدالغنی صاحبِ ارشدِ مرحوم	
انذارِ غضب وہ ہے کہ دل ہی میں اتر جائے غصے میں ہو نہ لال تو رنگ اسکا نہر جائے	وہ شوخ کسی بات میں گر غیض میں بھر جائے ہر اک غرض وہ ہے کہ بس کام ہی کر جائے
یہ دوسری خوبی ہے کہ بکڑے تو سونو چلے	
ہر آن پہ سوجان ہیں قربان ہماری ہے مہر و غضب دونوں میں اک لطفِ عیاری	ہر بات میں اک آن نکلتی ہے تمہاری ہر حال میں اک فیض کا انداز ہے جاری
رو کو نہ طبیعت کو جبھر جائے ادھر جائے	

تم کتنے جھاکیش ستمگار ہو جائے	اور شوخ غضب کے ہو تم عیار بلا گئے
جانا ہے تو پھر یونہی چلے جاؤ نہ سیدھے	ہٹ ہٹ کے اندھیرا نہ کرو آنکھوں کے آگے
وہاں تک تو نظر آؤ جہاں تک نظر جائے	
پاؤں ادب یا رستے تڑپا نہیں جاتا	کچھ بات ہے ایسی کہ پھر کتنے نہیں پاتا
ورنہ میں غون آؤدہ خدا جانے کہ کیا کیا	قاتل کو ترپنے کا تماشا تو دکھاتا
پر خوف ہے دامن نہ کہیں غمیں بھر جائے	
شاکہ نہیں کچھ ایک ہی ہم تیغ سے تیری	عالم ہوا اف ایک قلم تیغ سے تیری
باقی نہ رہا کوئی ستم تیغ سے تیری	مسدود ہوئی راہ عدم تیغ سے تیری
ہر گام پر کشتے ہیں جہاں تک نظر جائے	
ہر حال میں اک بات جاری میری انکی	مجھ سے تو شکایت نہیں ہوتی کبھی انکی
اس خاص عنایت کو تو دیکھو کوئی اُن کی	رخش میں بھی ہے مرتبہ دانی مہی اُن کی
وہ میرے لئے ہر جو ستم حد سے گزر جائے	
قسمت کی جو تیر میری ہے تو پس مرگ	جاں باز کی تقدیر یہی ہے تو پس مرگ
عاشق کی جو تغیر یہی ہے تو پس مرگ	گراؤ کی تاثیر یہی ہے تو پس مرگ
ممکن نہیں اونکو مرے مرنے کی خبر جائے	
ہو جائے جو وہ کامل حشر پریشاں	امید ہو یا بوس کو جاندار ہو بے جاں
اتھڑیہ سخن راست تو مرغوب ہوں ہاں	ارشاد شب بھراں کی سحر ہو دے نمایاں
وہ زلف سیاہ فام جو چہرے پر بکھر جائے	
تضمین بر غزل حضرت منیر سلیم الدتعالیٰ	
صورت میں ستم کی وہ کرتے ہیں کرم بار	کٹنے کو ہیں اب اپنے یہ رنج و الم سارے

کیا چاہیے پھر چہرہ مرتے میں وہی مائے آمادہ بقتل من آں شوخ ستمگائے

ایں طرف تماشا میں ناکر وہ گنہگارے

جہاں باز کی جاں بخشی دشوار نہیں حاشا
دلدادہ کی دلجوئی مشکل نہیں دل آرا
تم چاہو تو عاشق کا آساں ہے جلا دینا
خواہی کہ شفا باشد بیمارِ محبت را

یک جرعه خدارا وہ از شربت دیدارے

یاں نامہ نگاری کی کچھ بات بھی ہو قاصد
اور نام و نشان کا تو تم نام نہ لو قاصد
کچھ کہنا نہ کچھ سننا یہ یاد رکھو قاصد
گرا نام و نشان من پر سنبھلو قاصد

آوارہ و مجنوں نے رسوا سیر بازارے

آزارِ محبت سے اتو ہے لبو نہر دم
اک مدد ہے بے دریاں در زخمِ بے مہم
احقر کی بھی اک سندیٰ جن ہے قایم
اے عیسیٰ بیمارِ درجہ بر تو رہ جو رم

شاید نہ خبر داری از حالتِ بیمارے

غزلِ لاعلم

بتوں کو دیکھ کر کیوں نہ ہو دلِ شاہِ داؤدِ خرم
ہر اک شکلِ ثنائی کیوں نہ زخمِ جانکی ہو مہم
حسیناں جہاں سے کیوں نہ خوش ہو دیدہ پر خرم
بہر صورت رخِ دلدار دیدن آرزو دارم

زہر سوائے اوشنیدان آرزو دارم

بتوں میں اور مجھ میں ربط کیونکر ہو سکے باہم
چمن میں قمری و بلبل کو کیوں بنا کروں بہم
حسیناں جہاں میں کیوں خیالِ نیا کروں بہم
دریں غم خانہ کثرتِ چرا باشم چرا باشم

کہ من در گلشن وحدتِ حمیدان آرزو دارم

کبھی صحرا میں سرگرداں کبھی گلشن میں مسکن ہے
کبھی ہر جا میں غلو ہے کبھی خلوت میں ہر جائے
کہیں بازارِ حسنِ دلربا کی سیر ہے گاہے
بہر جائے کف میرے نہ بندِ چشم من غیرے

کرم در انجن خلوت گزیدن آرزو دارم	
ذرا وے ٹھیک دوزخ کے دکھاتی سو مجھ کو مرم	صفت فردوس کی جو کچھ کہو سب ہی ہوا اور مرم
مگر میری بھی تو سنلو نصیحت گوئے نا مرم	نہ بادوزخ سر و کام نہ جنت اطلبگارم
بجاں سوز محبت را خریدن آرزو دارم	
غرض فصل بہاری سے نہ کچھ باندے موسم	کہو گل سے کہ اپنی رنگ بویں خود ہے خرم
اور آہوئے خلق سے بھی ہوا غنہ آتھ ہے غم	نہ با عطرست پروایم نہ بانا فہ سکر دارم
کہ بوئے طرہ جانال تمیدن آرزو دارم	

تضمین بر غزل نامعلوم الاسم

نگارِ جهان و حسین دو عالم	دوا در دلی اور زخموں کے مرہم
خریدار بنکر کر و شاد و خرم	بہ تیغ ادائے تو سرے فرو شرم
ہر نوک سناٹ جگر میسر و شرم	
کرو قید ہاتھوں سے پتے نہیں گم	تو دل خوش ہو ایسا کہ امیر اکبر
ہمیں اب کہاں جل کے پھر نہ ہے درد	ایسری زہر واز گلزار بہتر
ہر کنج قفس بال و پر میسر و شرم	
ہوئے نظر ہے تو کے شیخ بر فن	تو ہے درویشِ امری راحت تن
مجھے خوف کیا ہے کہ لے شورا فتن	بدل میخلد نوک مرگان تو من
رگ جاں بہ این نیشتر میسر و شرم	
فدا فی میں سب تیرے انسان و ترن	تو سب کچھ میں ہم اور نہیں کچھ بھی ترن
میں یہ سوچتا ہوں پڑا رات اور دن	غردارِ بکلم دریں دہر لیکن
ہر سنگ فلاخن ثمر میسر و شرم	

تضمین بر رباعی

کچ ادا فی میں بھی ہے کیٹائی تسکو آئی تو یہ ادا آئی
کیا جسے خاک تیرا شیدائی تو بکار کے نے آئی

بر کسار کے نے آئی

اب تو حسین ابھی ہو گیا ہے کٹھن اور مرنے میں بھی ہے رنج و مہن
کس خوشی میں بنائیں گھر دفن بہ چہ امید میتواں مردن

بہ مزار کے نے آئی

دیگر

بجائے شیخ پر فن گرہ مجھ میں کچ نہیں ہیں مگر آتا تو ہے جاناں لگی رہتی ہے تیری مہن
دم آخر ہے اے دلبر ذرا اب تو مری بھی سن بیاساقی کہ سن مردم کفن از برگ تالم کن

بر آجے بدہ علم دیں منجانبہ خالم کن

خدا رساقی با فیض احقر کی بھی تو اک سن نلہ سے مست کرے اولک جرعیں کر فوسن
کمی کیا ہے بھرے میں خم کے خم تھوڑا ادھر کرن بئل فاتح بدہ روم دگر گورم ازیں تر کن

بروز عاقبت مارا بیک جرعد بخاتم کن

تضمین بن غزل وین مجمع لیاقت و قابلیت منبع حیا و عصمت پاسبانی ملی
ز وجہ جناب میر قربان علی صفا ممبر کونسل ریاست پوزر گروشیخ وقت محمد اسلم علیہ

پیار ہر کو ہزار آتا ہے ٹکوکب امت بار آتا ہے

کچھ سمجھ میں بھی یار آتا ہے	بھولی باتوں پہ پیار آتا ہے
اور بے اختیار آتا ہے	
موسم فصل خار آتا ہے	جان پر ایک بار آتا ہے
جب خیال بہار آتا ہے	گریہ بے اختیار آتا ہے
اور پھر بار بار آتا ہے	
انکی ہر بات میں ہے اک عشوہ	اور ہر عشوہ میں ہے ایک ادا
الغرض مختصر ہے یہ قصہ	انکا ہر ناز انکا ہر غمزہ
جانکا خواستگار آتا ہے	
عاشق بھی غضب بری ہے بلا	موت بھی اس میں قہ ہے اپنی خطا
مجھ کو جو اک غریب سا پایا	دیکھ کر شوخیوں نے انکی کہا
دیکھنا وہ شکار آتا ہے	
کیا تکبر کی شان ہوتے ہیں	اپنے پر بد گمان ہوتے ہیں
کچھ عجب بے دہیان ہوتے ہیں	کیا یکایک جوان ہوتے ہیں
رفقہ رفقہ ابھار آتا ہے	
غم طبیعت اگر چہ بہتی ہے	ناامیدی سوار رہتی ہے
چشم تر بار بار بہتی ہے	بیقراری بھی اب تو گہتی ہے
دیکھئے کب فتر آتا ہے	
مجھ کو مرجھار رہا ہے غنیمہ دہن	ہوش کھوتا ہے ہائے بے چین
جان کا یوا انکا ہے جو بن	دیکھ کر دل کو بولا سپاہِ دقن
وہ مرا یار غار آتا ہے	
دل ٹھکانا ہے انکے ارماں کا	اور وہ ہے مدعی مری جانکا

جائنے والا ہوں میں جاناں کا	ہم نشیں انکے عہد و پیاں کا
اور مجھے اعتبار آتا ہے	
رونق شاعری ہے اس دم سے	گوہیں احقر نہاں وہ عالم سے
یہ سنا جاتا ہے کہاں ہم سے	ہائے پرویں کو شدتِ غم سے
دردِ سر ہے بخار آتا ہے	
تضمین بر غزل حضرت علوی حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ	
بجھ کر خوب یہ مانا جو پہلے تھا سواب بھی ہے	یہ بنے دیکھ کر جانا جو پہلے تھا سواب بھی ہے
مرا وہ یارِ فرزانہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے	مرا اس تبتے یار نہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے
یگانہ تھا کہ بیگانہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے	
تمہاری حسن و خوبی کا ہے میرے پاس پیارا	مرا یہی دل و حشی میرا یہ قلب دیوانہ
یہی ہر طرح سے دیکھا یہی ہر طور سے جانا	تمہارا حسن ہے جاناں ہے اَلْحَنَ کَمَا کَانَ
مرا وہ ڈھنگ کے ستانہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے	
خدا دانی و علم بندگی دعوے ہی دعوے ہی	نہ سمجھا ہے نہ دیکھا ہے نہ جانا ہو کہ ہے کیا شے
اگر چشمِ حقیقت ہیں نہیں بنیا تو پھر ہے طے	نہ امر ہے نہ بندہ ہے نہ بندہ ہے نہ امر ہے
غنائے تیرا یہ ترکا نہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے	
اسی میں ہیں ہزاروں دل اسی میں سینکڑوں جانیں	اسی میں بجز و بر ہے اور درِ شہوار کی کانیں
نکلتی ہیں غرض اس سے ہی طرح طرح کی آئیں	تری خلوت سرا میں ہیں بہت امر کی شانیں
وہ کہہ تھا کہ تجا نہ جو پہلے تھا سواب بھی ہے	
یہ تھا ویرانہ الفت کہ مشوق و مکی بستی تھی	کسی کی نیستی تھی یا کسی کی اسمیں ہستی تھی
حقیقت کی بلندی یا مجازی کی یہ پستی تھی	ہمارے دلمیں تھی دیا نیزہ در پستی تھی

وہ سجدہ قلمی کہ تہخانہ جو پہلے تھا سلوب بھی ہے	
کہاں نہ دو روغ و نیک اعلیٰ بھلا کیسی بقول شاعر مکتبہ ہی کہتا ہے اتھر بھی	کبھی صورت بھی تو دیکھ نہیں ہے پارسائی کی میں اقل قلمی کب تھا جواب زندہ ہوا اعلیٰ
مرا شرب وہ زندانہ جو پہلے تھا سلوب بھی ہے	
تضمین نزعزل نعتیہ	
سرشار ہے دلیں جو بسی بوئے محمدؐ آنکھوں میں سما یا تہ دل جوئے محمدؐ	خرم ہے تصور کہ رچی خوئے محمدؐ آرائیں نگاہیں جو نہیں سوئے محمدؐ
دل لوت گیا دیکھتے ہی روئے محمدؐ	
ہوسرو کو خوش ہے درازی پہ تامل غیرت سے جواب کچھ تو نہ سلجھ کر کبھی کا کل	اور دعوئے خوشہ نہ کبھی کوئی کرے گل منجائے ہمیشہ کو پریشانئے سنبھل
پڑ جائے اگر سایہ گیسوئے محمدؐ	
یہ فہم کا نقصان ہے کہ تقصیر طہر کی ہم سمجھ کر ہراور یہ ہے بات کہ ہر کی	خوبی شبِ مہر ہے کہ ضیا نورِ سحر کی خورشید کا جلوہ کہ تجلی ہے فکر کی
پھیلی ہوئی ہے روشنی روئے محمدؐ	
کیا نہ ہے حسینانِ جہاں کا جو ہوں ہمسر ہے اسکی بھی کیا اصل کہ جو بسے ہے بہتر	کیا ذکر ہے اسکا بھی کہ ہو کوئی برا بر مردہتا ہے ہر دم کبھی گھٹکر کبھی بڑھ کر
اگر روئے محمدؐ کہے ابروئے محمدؐ	
ہے نور سے معمور جہاں آپ کے سارا ہر شے میں نظر آتا ہے بس نور تھا سارا	ہر جگہ تمہارا ہی تو ہے جلوہ آرا کہتا ہوں قریں میرے تو دیکھ کے تارا
یہ چشم محمدؐ ہے وہ ابروئے محمدؐ	

اے سروچن میں نہ اکڑ کر ہو کھڑا تو ہو گر دیہ ب زلف مغز ترسی خوشبو	پروانہ پھرے گردن یوں شمع کے ہر سو قری نہ پھرے باغ میں کرتی ہوتی ہو کو کو
اگر دیکھ لے سرو قد و بجائے محمد	
کافی ہے گنہگاروں کو اتنا ہی سہارا اے عاصیویہ شعر لکھا تنے بھی دیکھا	کیا خوب ہمارے لہو دعوئے ہے ابا۔ ہا استاد ازل نے غزلِ حسن میں لکھا
کیا مطلعِ برستہ ابرو کے محمد	
بن آئینی محشر میں گنہگاروں کی کیا کیا روشن ہو ترے فضل سے گر چہ ہمارا	دنیا میں گنہ ہی نہ کئے تھے کبھی گویا رہ جائے قیامت میں سیہ کار و نکا پردہ
کھل جائے اگر دامن کیوئے محمد	
خوبی کہیں خوبو کو کبھی پاس نہ جائے جانکو کہیں عشق کو پھر راہ نہ پائے	اور حسن سینو کو کبھی منہ نہ دکھائے موسیٰ کی طرح برقِ تجلی کو بھی غش آئے
بے پردہ اگر ہو رخ نیکوئے محمد	
میں کیا کہوں کیا اسکا صلہ اسکو ملیگا جو بکھو ملا سبے سوا اسکو ملیگا	جو اور کسی کو نہ ملا اسکو ملے گا ثابت ہے کہ دیدارِ خدا اسکو ملیگا
جو خواب میں دیکھے رخ نیکوئے محمد	
کیا غنچہ کو تشبیہ کسی غنچہ دہن سے لالہ کی گزر ہوتی بہت سبج و منج سے	نسر میں کو نہ تھی زیب کبھی ماسو نہ من سے بیل کو محبت کبھی ہوتی نہ چمن سے
پھولوں میں نہ بس جاتی اگر بوئے محمد	
تعلیں ہو کوئی کیوں ہے ہمیں کسا سہلا اے فکرِ ترے کہ ہمیں کیا ہے بھروسا	کیوں غم ہو کہ حامی ہے کوئی ایسا ہمارا کہتی ہے گنہگاروں سے مایوس نہونا
صدقے ترے اے چشمِ سحر کے محمد	

وا عظم کوئی گرو عظم سنائے تو سنائے	آنکھیں وہ غضبناک دکھائے تو دکھائے
سنتا تو ہوں میں بھی جو خدا راست ہی لگا	سراپنا طرف قبلہ کے زاہد ہے جھکائے
عاشق ہوں مرا کعبہ ہے ابروئے محمدؐ	
جس کے جمال جہاں آرا نظر آیا	جو کچھ نظر آیا ہمیں اچھا نظر آیا
ہم منہ غرض کیا کہیں کیا کیا نظر آیا	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
دیکھا جو کبھی آنے نہ بروئے محمدؐ	
یہ دل ہو خدا بارکش محنت و الفت	غم کھائے اسے ہوسے غم کھائی عادت
ہو جائے ہر اک عشق کی سختی اسے ندرت	پر زمرہ ہوں یارب نگل داغ محبت
ان پھولوں سے آتی ہر مجھے بوئے محمدؐ	
ہو مرغ نوا سنخ کہاں میرے برابر	وہ قمری ہوں خوش کن کہ ہو سر و بھی تشدد
وہ طوطی ہوں آواز سے حیراں ہے صنوبر	وہ بلبل خوش لہجہ ہوں نغمے مرے سکر
جھوٹے برسوں شجر کوئے محمدؐ	
ہر شمع میں آہق تیرا رنگ ہے سب کا	ہر مصرعے نئے ڈھنگ کا اور ہونے ڈھب کا
مقطع میں غرض شوق پکیتا ہے غضب کا	رضواں جو دم نزع اشارہ ہو طلب کا
جاں کرتی ہوئی رقص چلے سوئے محمدؐ	
بر غزل نامعلوم	
اپنے عاصی گناہوں نے نہ کچھ شرمائینگے	اپکے ہو کر بھلا محشر میں کیوں گھبراہٹیں گے
اپکے صدقے میں عاشق میرا تپ پائینگے	آپ رو رو کر خطائیں بخشواتے جائیں گے
اس خوشی سے ہم غریبوں کو ہنسائیں گے	
آپ حامی ہیں ہمارے آپ کا حامی خدا	آپ کے ہم مدعا اور تم خدا کے مدعا

پھر گناہ کیا ہیں ہمارے اور خطائیں کیا بھلا	لاکھ من کا بارِ عصیاں ہو ترازو میں تو کیا
پلہ نیکی کا مرے مولیٰ جھکاتے جائینگے	
حضرت موسیٰ سے تو فرمایا انا اللہ تعالیٰ ندا	اور عیسیٰ کو ہوا تھا قمرِ یادِ زنا اللہ عطا
آن محبوبی میں ہے اک قمرِ یادِ زنی کی ادا	قمرِ یادِ زنا اللہ ہے لعلِ مبارک کی صدا
ہر قدم پر سینکڑوں مروجے جلاتے جائینگے	
شمس کی تیزی ہوائے گرم سے خار و نکو کیا	قصہ غیض و غضب کے پیار کے پیار و نکو کیا
خطرہ بیچارگی ہو جسے ناچاروں کو کیا	اپنے کاموں میں تر و دہم گنہگار و نکو کیا
جو بگڑتے جائینگے مولا بناتے جائینگے	
ہم کو خالق نے شفیق الذین ایسا دیا	جس کا ہم سب کیلئے بخشش ہے حق سے عطا
ہیں خدا کے فضل سے محبوب محبوبِ خدا	آفتابِ حشر کی گرمی کا ہم کو خوف کیا
دامنِ ظلِ ہما ہم پر اڑھاتے جائینگے	
حشر کا خوف و خطر ہو تو ہوتا ہو کہ ہیں	اور امکی این و اُس سے ہلو کچھ مطلب نہیں
دیکھ لو سنو ہے آحققر کا بھروسہ تو نہیں	دوست تو میدانِ حشر میں شفیق الذین نہیں
انتی یا انتی کہہ کر بلاتے جائینگے	
اسنے قرباں شافعِ حشر لقب جو پائینگے	انکے صدقے داویرِ حشر وہی کہلائیے
ناز و انداز و اداسے سب مراہیں پائینگے	پیشِ خالق شانِ محبوبی دکھاتے جائینگے
۷۸۶	
وصفِ درودِ پاک تو کرنا محال ہے	قرآن کے بعد درجہ میں اس کو کمال ہے
تعریفِ اسکی کوئی کرے کیا محال ہے	یہ نسل میں خود آپ ہی اپنی مثال ہے
یہ ورد وہ ہے جس پنی کا سلام ہے	وہ ورد ہے یہ جس کا خدا ہم کلام ہے

اسناد اس کی دیکھو کلام مجید ہے	اور عامل اسکا دونوں جہانکا سعید ہے
کثرت میں اس کی حضرت والا کی دید ہے	بس پھر تو وہ جہانیں مجید و حمید ہے
پڑھتے رہو درود کو اس چاہئے نہیں	اپنا شریک کر لیا امر نے نہیں
دیکھو درود پاک ہے ورد ملائکہ	قرآن میں ملائکہ کتنے ہے آئینہ
وہ کیا خدا کے عزوجل ہے بلاشبہ	محبوب پر تو بھیجئے والا درود کا
اوصاف اس عمل کے نہ کس طرح ہوں محال	عامل پر جس عمل کا خداوند ذوالجلال
خوشنود مئے صیب و محبوب درود ہے	دنیا و دین کا اسکی بدولت کشود ہے
اجرِ عظیم کی بھی اسی سے نمود ہے	رحمت کا یہ درود ہی بیشک درود ہے
دیکھا بھی کیا درود ہے او کیسی شان ہے	مجھے درود دوسلے کی کیا آن بان ہے
اسکو وہ جلتے جو ہے محمد کو جانتا	وہ سمجھے اسکو جو کہ ہے احمد کو جانتا
یا نئے فردا جبر ہے اس بد کو جانتا	امر ہے ایسی نعمت بید کو جانتا
اسکی قبولیت بھی تو سب سے سوا ہوئی	ایسا قبول ہے کہ ریا بھی روا ہوئی
تارک خدا کسی کو نہ اسکا کرے کبھی	ہو ترک اسکا گویا پیمبر سے دشمنی
اگر دشمن خدا ہے جو ہے دشمن بنی	دیکھو بڑی خطا ہے یہ چھوٹی نہیں ہے جی
تارک درود پاک کا کیونکر نہو ملول	جیرٹل جسکو کو سیں اور آئیں کہیں سول
لذت جدا ہے جسے کپڑے کے ثواب میں	وہ گو نہ رحمت آتی ہے اسکے جواب میں

آیا ہوا ہے عشق بھی اسکے جواب میں	اپنی نظیر آپ ہے یہ آب و تاب میں
جیسا درود والا نرالا ہے آن میں	ایسا ہی یہ نرالا ہوا اپنی شان میں
کسکے لئے درود ہے اسکی بھی ہے خبر	وہ کون برگزیدہ ہے اور افضل البشر وہ وہ ہے جکا جلوہ ہو ہر جائے جلوہ گر اسکے سبب درود نے پایا ہے یہ اثر
یعنی محمد احمد محمود و مصطفیٰ	روحی فداک صل علیک ہزار ہا
جسکا خدا محب ہے وہ محبوب آپ ہو	مصدر جو خوب نکاسے وہ خوب آپ ہو مرغوب ذات پاک وہ مرغوب آپ ہو طالب خدا ہے جسکا وہ مطلوب آپ ہو
اسکا خدا ہی جانے کہ کیا مرتبہ ہوا	کیا جانے کوئی اور کہ وہ کیا سے کیا ہوا
محبوب اپنا کر کے دکھایا ہمیں اسے	اُسکے بلند ذکر سنایا ہمیں اسے سولاؤ بندہ اسنے بنایا ہمیں اسے فرما کے یہ پیام بتایا ہمیں اسے
انکا نہیں جو بندہ تو اسکا نہیں خدا	محبوب اور محب بھی ہوئے ہیں کہیں جدا
ہوتی ہے گو نصیب یہ ہفتہ میں ایک رات	اسکے بھی ایک تھوڑے لمحے سے یہ بات لیکن کرے قبول جو سردار کائنات تو اسکا روز عید ہے اور شب شب برات
اب حلقہ نجات فقط نام کو نہ ہو	بس اسم با سمنی اسے شوق سے کہو
المدان غریب ہو نکاح حلقہ قبول ہو	اور سرخروئی اسکی بہ پیش رسول ہو رحمت کا تیری انہر ہمیشہ نزول ہو تغفلت ہو دور انکی نہ پاس نکے بھول ہو

صدقہ میں اہل بزم کے اور ایسی بزم کے
احقر گنہگار کو بھی حصہ کچھ ملے

مسند

جاں کہتی ہے یہ آگ بھڑکتی رہے ہر دم
اور دردیہ کہتا ہے کہ ہونیکا نہیں کم
اور زخم یہ کہتا ہے نہیں چاہیے مرہم
دل کہتا ہے لے لے کے فرے عشق کے پیہم

من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم
کفر سر زلف تو بہ ایمان نہ فسرو شتم

ہو درد ترا جان نکل جائے تو جائے
جاں صدیہ بجا نکاح سے گھل جائے تو گھل جائے
دل درو سے آرام نہ پائے تو نہ پائے
پر کوئی دوا کی نہ سنائے نہ سنائے

من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم
کفر سر زلف تو بہ ایمان نہ فسرو شتم

عاشق یونی بن جائے جو بن جائے نہ جانپر
ہر اک فدا کی رہے محبوب کی آں پر
لازم ہے کہ خاموش رہے در وہاں پر
اور آئے تو یہ آئے سخن اپنی زباں پر

من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم
کفر سر زلف تو بہ ایمان نہ فسرو شتم

یہ دم ہو خدا اور یہ دکھ دم سے لگا ہو
یہ جسم ہو اور عشق کے زخموں سے بھرا ہو
یہ جاں ہو اور اس درد پر ہر وقت فدا ہو
یہ دل ہو اور اس دل کی یہ ہر وقت صفا ہو

من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم
کفر سر زلف تو بہ ایمان نہ فسرو شتم

ہے قوت جاں عشق میں یتن کی نقاہت
مرہم ہے بس عشاق کا زخموں کی جراحت

محبوب کی الفت ہو تو ہر درد کی چاہت	کہلاتی ہے عاشق کو ترے درد کی لذت
من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم کفر سر زلف تو بہ ایماں نہ فسرو شتم	
کیا کہو میں کہ کیا درد ہے اور کیا فراق ہے	اگر درد نہ ہو دلیں تو عشاق میں کیا ہے یہ درد ہی ہر وقت میں معشوق نما ہے جب ہی دل پر درد کی ہر وقت صدا ہے
من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم کفر سر زلف تو بہ ایماں نہ فسرو شتم	
کچھ اور مزاد و محبت سے ہے اچھا	آرام کوئی اسکی مصیبت سے ہے اچھا یہ زخم نہ اچھا ہو تو راحت سے ہے اچھا اور درد بڑھ جائے تو صحت سے ہے اچھا
من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم کفر سر زلف تو بہ ایماں نہ فسرو شتم	
بیچارہ محبت کے لئے سم ہے دوا ہیں	صحت کا جو خواہاں ہے تو خامی ہو فانیں آدام سے گرتے اس رنج و بلا میں عاشق کو مزاد رہی میں ہے نہ نشانیں
من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم کفر سر زلف تو بہ ایماں نہ فسرو شتم	
ترہ پا کرے الفت میں الہی دل مضطر	ٹپکا کریں آنکھیں بھی تری چاہ میں لبر اور جان ہو قرباں تری ہر آن کے اوپر توفیق خدا سے تو کہے جائے یہ احقر
من لذت درد تو بدر ماں نہ فسرو شتم کفر سر زلف تو بہ ایماں نہ فسرو شتم	
— (❖) —	

دیگر

کیونکر نہ وہ دیکھیں کہ محبت جو دکھائے
کیونکر نہ کرے کوئی کہ جو عشق بتائے
محبوب کی ہر آن نہ کیونکر اسے بھائے
عاشق ہے تو معشوق سے کیونکر نہ چلے

دزدیدہ فگندی بن از ناز نگاہے
قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

اک اور نظر چشم فوسنا ز کا صدقم
اک اور اذ زلف کے انداز کا صدقم
اک عمرہ کا اک عشوہ کا اک ناز کا صدقم
دلوائے اس عاشق جان باز کا صدقم

دزدیدہ فگندی بن از ناز نگاہے
قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

اک بات پر دھڑکت نہ تر پائے ہم کو
دنیائے تو پھر جلدی سے دلوائے ہم کو
اک ناز پر بس اتنا نہ تر پائے ہم کو
کہو اتے ہو کیا جسے کہ کیا چاہے ہم کو

دزدیدہ فگندی بن از ناز نگاہے
قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

اک آن کا طالب ہوں نہ دھڑکت کا طالب
اک حسن کا تیری ہوں کرا بات کا طالب
اک ناز کا خواہاں ہوں دراک بات کا طالب
سنو کہ فقط میں تو ہوں اک بات کا طالب

دزدیدہ فگندی بن از ناز نگاہے
قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

رہتا ہے کوئی آپ کے دیدار کا جو یاں
اور ڈھونڈتا ہے اپکا کوئی رخ تاباں
ہوتا ہے کوئی زلف کے پھندہ میں پڑیا
میں تو ہوں فقط آپ کی اس آن پر قرباں

دزدیدہ فگندی بن از ناز نگاہے

	قربان نگاہ تو شوم باز نگاہ ہے
بڑھتے ہیں انداز یہ ہر آن تمہارے سنے بھی ہوکتے ہیں پریشان تمہارے	تم زندہ سلامت رہو قربان تمہارے قائم رہے یہ حسن کا سامان تمہارے
	دزدیدہ فلندی بن ازناز نگاہ ہے قربان نگاہ تو شوم باز نگاہ ہے
دل بڑھتی ہو جس پاس وہ ارمان کرے گا درخواست کوئی تھے یہ نادان کرے گا	دوہر ہو جسے جان وہ قربان کرے گا خود کو وہی زلفوں میں پریشان کرے گا
	دزدیدہ فلندی بن ازناز نگاہ ہے قربان نگاہ تو شوم باز نگاہ ہے
اسد زیادہ کرے یہ حسن تمہارا اتنی ہی طلب کرتا ہے یہ شوق کا مارا	ایک جہیں عالم کی ہو قہم آگہو نکامارا احقر کی طرف دیکھ لو کہ بار دو بارہ
	دزدیدہ فلندی بن ازناز نگاہ ہے قربان نگاہ تو شوم باز نگاہ ہے
دیکھ	
اک نظر بھر کے کوئی دیکھ سکے کس کو اتنا کہہ سکتا ہے ہر جائے تجھے دیکھے جو	اک زباں سے ترا انداز بیاں کیا کیا ہو ایک دل لاکھ ادائیں ہیں کرے کیا دیکھو
	دل کند سجدہ ہر اس طرزِ خرامیدین تو دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدین تو
دیکھنے والا ہر اک جائے تجھے پاتا ہے شوق تیرا دل مشتاق سے کہوتا ہے	جلوہ ہر جائے تر یا رنظر آتا ہے تیری یکتائی کا ہر جائے مزا آتا ہے

دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدن تو دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدن تو	
باغیں دیکھا تو واں نام چمن تیرا ہے نقشہ ہر بزم میں ہر غنچہ دہن تیرا ہے	حایل رنگت و بو گل ہمتن تیرا ہے لب پہ ہر شے کیغرض زیب سخن تیرا ہے
دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدن تو دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدن تو	
ہے وہی ایک کہ جو دلیں سما جاتا ہے جان قربان ہے دل اس سے پھنسا جاتا ہے	وہی یکتا ہے کہ نظر و نہیں بسا جاتا ہے وہی ایسا ہے کہ ہر بار کہا جاتا ہے
دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدن تو دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدن تو	
کیا کوئی دیکھے جو نظر و نہیں سما جائے وہ اسکا عاشق ہے تو کیونکر نہ مرا جائے وہ	یہ جد ہر دیکھے نظر میں ادھر آجائے وہ نہ کہے یہ تو کہاں نیچ کے بھلا جائے وہ
دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدن تو دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدن تو	
ہے نئے طور سے کیا جلوہ منائی ہر جا کفر و اسلام میں بھی رہتا ہے تیرا پیرا	کعبہ و دیر میں صاف صفائی کیا کیا اور احقر سے جو پوچھو تو وہ یہ بے کہتا
دل کند سجدہ بہ ایں طرزِ خرامیدن تو دیدہ صد شکر بجا آورد از دیدن تو	
سہرا	
کیا سجاوٹ سے بندھا ہے تجو سر پہ سہرا	واہ نوشیترے جو بن کے ہے ہمسرہ سہرا

چاند سا دولہا ہے اور سب سے بہتر سہرا
اس پہ سونے کا ہے اک قدو مکر سہرا
سہرے کی رنپہ شعل رخ سے منور سہرا
اور بجائے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
گوہر جاں سے بھی ہے مول میں بڑا سہرا
اب کسے جانتا ہے اپنے برابر سہرا
اور ہر خطہ میں بڑھ جاتا ہے گز بھر سہرا
گایا جاتا ہے مرے دلے تو گھر گھر سہرا
بنا انوار بنی نور ہے انور سہرا
یوں ہی سہروں میں بہاری نہ ہو کیونکر سہرا
سعد و سعود بنی نیر اکبر سہرا
مہر و مہ دولہا دلہن انجم و اخت سہرا
اہل محفل کے لئے ہی مہ و ساغر سہرا
کہہ کے لائے ہیں تمہارا میاں آتھر سہرا

کہکشاں بدھی ہے اور عقوثر یا طرہ
پھولوں کے سہرے پکیر و پکے ہا اشارہ
سہر کی رنپہ دمک چہرے سہر کی چمک
کیا کھلی جاتی ہے سینے سے لپٹ کر بدھی
تول میں دیکھو تو ہے پھول سے ہلکا پھلکا
جب چڑھایا اسے نوشائے سر پر ایسا
ہاتھ پاؤں کو پھول لاتی ہے خوشی مان کے
ہو گا گھر شادی کا ایک یہ ہی کیسے نزدیک
میزباں ماہ درخشاں ہے ستارے ہما
سیدوں میں تو یہ نوشہ ہے بخاری سید
کیونکہ نہ انوار ہو رحل کا مجسم نوشہ
ہو مبارک سایہ تمہیں اسے کنور عبد الرحمن
رنگے پوست کئے دیتی ہو سب محفل کو
داد دو کچھ لبیبہاں بخش سے دلہا دلہن

ہوری

ہوری آج جلے چاہے کال جلے مورا کنور کھنی مو سے آن لے

ہوئی آج جلے

میں ہیں اسنگ سے ۔ نہ کچھ ہو میں ڈھنگ سے ۔ برہا کی ہوں دکھاری

بھاگ بچے جب رنگ رچے جب کرشن لے باہو دن و ابھلے

ہوری آج جلے

ہر دے میں تم ہو تو میں ہے سب دکھو۔ تم مورے میں تمہاری
لال ہے میں گلال ہے میں - میں تو پڑی تو رے سائے تو

ہوری آج جلع

گھٹ میں ساؤ تو نینوں میں آؤ تو جبارا پھاگ مجلے

ہوری میں رنگ ہو جیا میں انگ ہو نار بنو اور لاگو گلے

ہوری آج جلع

پھاگ ہے باہو کا بھاگ ہے باہو کا جا پہ ہے کرپا تہاری

سورما باہو ہے باہو ہے چا تر تہاری دیا سے جو پھولے پھلے

ہوری آج جلع

آؤ پیا گھر آؤ ہمارے نینوں کو گھر واناؤ

تم ناہیں گھر میں تو کچھ ناہیں جگ میں تم بن احقر نا تھلے

ہوری آج جلع

ہر خود و بود ہے حمد خدا

نعت احمد کوئے بس صل علی

اور طالب واقف مظلوم ہے

نعت کو اسد بس ہے والسلام

واہ واجل علی صل علی

اور ظل انبیا ہیں اولیا

حق تو یہ ہے ہے ہر اک کا حق نا

ہر زبان و ہر بیان و ہر صد

اور وہ ممدوح یعنی کبریا

ہاں محب کو جانتا محبوب ہے

ہر سخن پر حمد باری ہے تمام

کیا محب ہے واہ اور محبوب کیا

ظل باری ہے ثناء انبیا

وہ خدا کا ظل یہ ظل انبیا

اور ثنا انکی ہے حمد کبریا اور کوئی محبوب سبجانی ہوا اور جدا اُنسے نہیں ہرگز خدا انکو گریا یا خدا کو پالیا	حبیباری اُنسے ہے جلو مندا کوئی محبوب الہی ہو گیا یہ خدا سے ہو نہیں سکتے جدا دوست انکا دوست ہے اسدا
انپے آحق جو نہ اہو جان سے خاتمہ باغیہ ہو ایمان سے	
سلام	
السلام اے وجہ اظہارِ حبلی السلام اے آفتابِ دوسرا	السلام اے تیرا سرا پر خفی السلام اے ماہِ محبوبِ خدا
اے ہمائے خوش نصیبی السلام خوبیوں خوبوں کی خوبی السلام	
السلام اے عنایتِ حق کی دلیل السلام اے نورِ ایمان السلام	السلام اے ریتِ حلّیل السلام اے جانِ جاناں السلام
السلام اے تلجِ حمد کبریا السلام اے ذاتِ ممدوحِ خدا	
السلام اے جانتانِ مہوشاں السلام اے شانِ بیدارِ سلام	السلام اے دلربائے عاشقان حامد و محمود و واحد السلام
السلام اے ذاتِ یکتا السلام برگزیدہ ذاتِ مولیٰ السلام	
عزت و شوکتِ ہماری السلام	اے مجسمِ ہدایتِ سلام

اسلام ہے دردمندوں کی دوا	اسلام ہے مالکِ دارِ شفاء
قریب مولے کی نشانی اسلام	اسے خدا کی مہربانی اسلام
اسلام اور رحمتِ دل وادگاں	اسلام ہے مریم زنجی دلاں
شارِ محبوبی کے شایاں اسلام	اسے حبیبِ رب سجاں اسلام
اسلام ہے راکبِ یگراں براق	اسلام ہے رونقِ نیلی رواق
اسلام ہے زیبِ شکوتِ اسلام	اسلام ہے تلجِ زینتِ اسلام
اسلام ہے رفعتِ نعمتِ تمام	اسلام ہے حق کی حجتِ اسلام
اسلام ہے دیدِ دیدارِ خدا	اسلام ہے شہرِ گفتارِ خدا
ذکر تیرا رونقِ عالم ہوا	نام تیرا موسیٰ ہر دم ہوا
گنجِ اسرارِ نہانیِ اسلام	بجز انوارِ عیانیِ اسلام
ہو زبانِ حق کے شائستہ بیاں	تم بیانِ حق کی ہوشستہ زباں
اسے رفیعِ اشران اے عالی مقام	لا اعتدا صلوٰۃ لا تحسب اسلام
موت آجائے تمہارے عشق میں	جان و دل پس جائے بارِ عشق میں
سینکڑوں تسلیم یا خیر البشر	آپ کی سب آل اور اصحاب پر
آنکھیں سہتی ہوں تمہاری یادیں	دل تڑپتا ہوا اسی ضریرِ یادیں
چشم ہو بخواب دل مضطرب ہے	اس غائت کی نظر ہم پر رہے

	رسم محبوبی ہو جب حسن سے اسکی کب تعریف ہو انسان سے	
سائنس بجائے محبت آپ کی دل مہیچہ جیسے ترا ارمان ہے		دم نہ لینے دے تمہاری بیگلی جاں دہی ہے تجھ پر جو قربان ہے
	آپکا ہو دردمیسی زندگی ہو قرار جاں تمہاری ہندگی	
پھر بھلا انسان کی ہے کیا مجال آپ ہیں جو کچھ ہیں حضرت والسلام		مع خواں ہو جب خدا کو لایزال آپ معبود خدا ہیں لا کلام
	نذر لوصبر و قرار دل جناب اور لے انعام اپنا اضطراب	
واہ وارب محمد واہ واہ اے ہمارے خواجہ بندہ خوار		کیا بنایا کیا سراپا یا الہ رحمت حق اے حبیب بے نیاز
	ایک محبوبی نظر سے دیکھ کر کیجئے احقر کو ادھر سے بس ادھر	
	دیگر	
کہ اپنی گودی میں جو سرورِ عالم نے پالی ہے پد شہرِ خدا ہے نانا اک سرکارِ عالی ہے بنا تھا جب کامر کب وہ جو دو عالم کا مالی ہے دلوں میں رنگ لکھا آنکھوں نیچا مگر کلی ہے کہیں یہ محروک اے صبر کی حکمت سخیالی ہے		سلامی کر بلا میں یہ وہ تصویرِ نہالی ہے یہ وہ ہے جو کہ نور العین ہے خاتونِ جنت کا پڑا ہے آج خاکِ کربلا پر غول میں آلودہ شقی کیونکر سمجھ سکتے ہیں اہل بیت کا رتبہ ظہورِ عالم الغیبی ہے شانِ بے نیازی ہے

تری شائیں عجائب ہیں تری قدرت نرالی ہے
کہ یاں شانِ جالی ہے وہاں شانِ جلالی ہے
یکمیل شجاعت ہو وہ انکی بے کمالی ہے
ہر اک خوبی میں شہزادوں کی ظاہر بینالی ہے
اشارہ آپ کے ابرو کا شمشیر ہلالی ہے
شہادت عشق میں اور سرکشانا فونہالی ہے
کسی نے اور کیا انکی مصیبت کچھ ثالی ہے
خدا نے آپ جب انکی طبیعت خود سنھالی ہے
فلک پر آج تک موجود غوں روئی لالی ہے

خدا یا کیا کوئی سمجھے گا اس سر شہادت کو
نہ سمجھے کہ ملا میں کچھ اگر سمجھے تو یہ سمجھے
ادھر اک گل بدن تھا اور ادھر تھو سینکڑوں کانٹے
شجاعت میں علوے ہمتی صبر و تحمل میں
فشتوں کو جنوں کو اقلوں کو آؤ تو آفت
مذوک ہے گوارا عاشق صادق کی ہمت کو
سمات کر کے قسمت میں سعادت بن گئی لی
نہ کیوں بنھلے ہیں اہل عرم صدام مصیبت میں
شہادت دیتی ہو سر سے خاک کہ ملا اتنا ک

زبردستی اعدا یوں سمجھ میں آگئی احقر
کہ شہزادوں نے گردن مرٹے مولائیں ڈالی ہے

قصیدہ در نعت حضور سرور کائنات صلم

سلام اس پر جب جو ہو گیا حق کی محبت کا
خیال آیا ہر اک احقر کو اک علی کی بدعت کا
یہ عاجز اور احقر اور بنے مداح حضرت کا
تو طسکے ہے کیونکہ پھر کھانا اسکی رفعت کا
ضعیف و ناتواں ہے اور جو پھر ایسی حرکت کا
مگر یاں اپنی حد تک اک ذریعہ ہر سعادت کا
یہ رتبہ ہاتھ آتا ہے کسی کو اسکی حرمت کا
یہ رتبہ ہے مجاہد و محبوبانہ ملت کا

درود اس پر کہ جو باعث ہوا خلقت کی خلقت کا
حضور سرور عالم حبیب رب العزت کا
وہ اعلیٰ اور افضل اور اقدس طاہر و اطہر
خدا فرمائے جسکو خود در فعل اللہ ذکر کرے
وہ ہیں عالی نسب والا حسب محبوب بلایہ
غرض تعریف تو معدوم حق کی غیر ممکن ہے
یہ اللہ فوق ایدیم کا رتبہ جسکو حاصل ہو
کہیں فرمودہ حق ما نصبت اذ نصبت

سمجھ کر من سرائی اور دلاء الحق کو دیکھو تو
 نجات انت فیہم والوں سے معلوم ہوتا ہے
 ادب سیکھو خدا سے جنہر فوق صوت فرمایا
 خدا نے جب جسے اپنی کرم سے خود سراہا ہے
 مسحائی میں عیسیٰ کی یہ بیضا میں موسیٰ کی
 وہی صلی علی اک نام نامی تو وسیلہ تھا
 جہاں میں غیبیوں والے فدا ہیں تیری غیبی پر
 تیری صورت ہی تو صورت نامہ ذات احد
 فدا تجھے جو ہے وہ ہی تو اسد کفانی ہے
 سن ام محبوب دلبالہیں سو جاں سے قرباں ہے
 وہ حسن ظاہر و باطن تو فدا جان دل جان ہے
 ہزاروں غیبی و بہاد جلال نشان مشوک سے
 کیا ہے وحیہ اللعالمین سے تجھے شاہ
 ترے خود کردہ رکھی واہ کیا دامن خراجی ہے
 تیرے فیض و کرم سے تو نہیں محروم کا فر بھی
 کریں جو دشمنی وہ دوست تیری کا سدا پائیں
 ترے سو جاں سے قرباں ہوں کہ تیری ہی نصیب ہے
 خدا فرما رہا ہے خود یہ قرآن میں کہ ہاں تیری
 خدا کی واسطے اس دوستی کو تو ذرا دیکھو
 تیری ہر آن محبوبی میں ہے شان محب ظاہر
 تیری عالی مقامی تک پہنچ سکتا نہیں کوئی

یہ رتبہ واہ وا اقلہ اکبر ان کی نسبت کا
 یہ حاضم البلا ہونا مجاز امیر سے حضرت کا
 بنا گسٹخ تو ہوگا نشانہ اپنی شامت کا
 بیاں کیونکر سوچو دیکھو تو اسکی شان شوکت کا
 شہنشاہی میں یوسف کی تپا ہے اکی وقعت کا
 بلایں حضرت ایوب و آدم کی مصیبت کا
 نہیں ملتا تھکا نا کچھ تیری خوبی کی سروت کا
 اتم اظہر ہے صورت کا تو عون خاص سیرت کا
 محب حق اسکا ہی گھائل جو تیری محبت کا
 ترا ہر چاہئے والا ہے قرباں تیری صورت کا
 یہ خواہاں ہے نہان و دل تنوں بدین ملت کا
 نشان سدا جہاں بیشک تپا تیری برکت کا
 لقب مرحوم تیرے بدولت تیری امت کا
 ترے صدقے میں ہر پہلو نظر آتا ہو راحت کا
 تیرے صدقے میں موقع ملتا ہو انکو بھی رحمت کا
 بیاں کیا ہو ترے خلق کریمان کی وسعت کا
 کہ محبوب خدا ہو کر محب ہے اپنی امت کا
 محبت اور بخشش ہے صلی تیری اطاعت کا
 کہ بے امت کیا اللہ سے انکار و صلت کا
 تیری ہر اک ادائیں راز پوشیدہ ہو قدرت کا
 سمجھ سے عقل سے ہو دور رتبہ تیری قربت کا

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے کہے تو کیا کہے کوئی
 سمجھ والوں کی عقلوں پر نظر باز وئی تاکھو نہ پر
 کرم سے تیرے اے اکرم مکرم ہو گئی امت
 ادائے خاص و آؤنی کو ہنس ہنس کر کیا پولا
 فادحی عبد کا کہنے والا مرتبہ داں ہے
 کہاں کوئی سمجھ سکتا ہے اس شیریں کلامی کو
 کرم تھا دشمنوں پر بھی ہوی جو دستوں پر تھا
 نہ کیوں مشہور ہو دو فوں جہاں میں امتی تیرا
 بڈر کیسے گناہوں سے ہو کر ہیں ہم تری ہو کر
 جو تو ہوسلے ہر جا تو پھر تیرے غلاموں کو
 ڈریں ہنگامہ محشر سے کیوں روز قیامت کو
 وہ رحمت جسکو سبقت ہو غضب پہ آکر دوں
 گناہوں کھلے انبار سر پر ہم بھی واں ہونے
 یہ جاں سوا قرباں ہونی کو تیار ہو تجھ پر
 نہ کیونکر تیرا منہ تکتے رہیں محشر میں اے مولا
 عطائے لایکھلف ہم نے پانی ہر طاعت میں
 ہمیں یک شب ہزاروں سال سی ہر دلائی ہو
 بہارِ مغفرت جنت دوستی میں اسکی ہر بیشک
 تمہارے کوچے خاک خوش و خاشاک لایکھ
 جو سب پہلے تھا وہ سب پیچھے ہو گیا ظاہر
 ہزاروں شکریں لاکھوں ہاں سال اور کر و کر و قطع

کہیں آخر پتہ بھی کچھ لگے تیری جلالت کا
 پڑا رہتا ہے پردہ آپ کی مولا شریعت کا
 ملا کا لائیگا کا تاج صدقہ تیری عظمت کا
 ترا دینے ہی والا خود ہے عالم تیری طاقت کا
 تری قوت کا طاقت کا تری جرات کا ہمت کا
 مز کیا جان سکتا ہے کوئی تیری عداوت کا
 کرمیوں کی نہیں عداوت بدلنا اپنی عادت کا
 کہ نقارہ ازل سے بج رہا ہو تیری شہرت کا
 گنہگار و نکو ہے کیا کیا بھر دے تیری قوت کا
 نہیں بھرسا مولا کسی محشر کی وقت کا
 کہ جب کا کھوئے والا ہو پریشانی و وحشت کا
 تری ہے منظر تا ہوا اشارہ تیری رحمت کا
 سر اقدس پا تیرے تاج جب ہو گا شفاعت کا
 مراد کو وہ حاصل ہو الہی تیری الفت کا
 نظر آتا نہیں کوئی بھی حامی تیری قوت کا
 ملا تیری بدولت واہ کیا موقع سہولت کا
 عدیم الفرضی عمر میں ہو کام فرصت کا
 قویہ نازِ جہنم ہے صلہ اسکی عداوت کا
 بہلا قویہ کہاں اور کب خیال آتا ہو جنت کا
 ہوا ہو خاتمہ باخیر کیا دیکھو نبوت کا
 کرم سجد ہوا ہمسرا سے رب العزت کا

اگرچہ ہر بن مومین باں ہوں سینکڑوں تو بھی
ہمارے واسطے بھیجانی صل علی ایسا
وہی محبوب کا محبوب ہے جو ہے محب ارکا
ہر شوق خود نمائی ذات نے محبوب کو اپنے
وہی گز غور سے دیکھو تو وحدت کا نمونہ ہے
نہ دیکھے کوئی ناینا تو آئینے کا کیا بکڑے
اسی کو نور سے اپنے بنا کر نور سے اسکے
نکلنا چاہتا ہے دل یہ یہ آنکھوں کے رستوں سے
حبیب کبریا کو چشم مینا دیکھ سکتی ہے
ابو بکر و عمر عثمان و حیدر نے انہیں دیکھا
خطاب کا بجز توحی سے مخاطب کر کے مولا فر
ہوا کیا کیا تفاخر صحبت یکتائے عالم سے
ہمارے واسطے چھوڑا ہے اہلیت کو اپنی
الہی صدقہ اہلیت و اصحاب اکابر کا
نبی صل علی روحی فداک وہ کہ اللہ سے
ید اللہ فوق ایدیم کا رتبہ ہاتھ آیا ہے
نہ ملتا ماد میت اذ میت کا اگر تمنہ
بلا ناعشر پریوں تھام لعلین اقدس کے
کوئی دیکھے تو کیا دیکھے کوئی جائز تو کیا جانے

ادائے شکر یہ کیونکر ادا ہو اس عنایت کا
کہ جو منظر ہے اپنی ساری صناعتی صنعت کا
یہی تو مرتبہ مظهر ہوا انظار وحدت کا
بنا کر آئینہ جلوہ دکھایا اپنی وحدت کا
وہی منظر ہے وحدت کا وہی نقشہ کثرت کا
ہے آئینہ تو آئینہ ہے پردہ اپنی ظلمت کا
ظہور خلق کا منبع بنایا اسکو خلقت کا
بہت ہی مضطرب رہتا ہوا دل ان بیات کا
ذرا تو ہوش میں آؤ نہیں یہ کام غفلت کا
رضی اللہ عنہم میں اثر ہے انکی صحبت کا
دیا پھر افتخار جانشینی و خلافت کا
صحابت کا رفاقت کا محبت کا نیابت کا
کہ تا ہم جان لیں تب یہ ہوتا ہے قربت کا
لے رتبہ غلامی غلاماں ہم کو حضرت کا
ہمارے بن کبھی حصہ لیا کب انے نعمت کا
یُبَايِعُونَكَ درجہ ہوا ہے تیری بیعت کا
تو پورا کس طرح ہوتا ہوا درجہ حکومت کا
کہ چپکا دو نو عالم دیکھ لیں تاج فضیلت کا
کہ محبوب و محب کا راز تھا محو و خلوت کا

ترسے در کی گدائی اور غلاموں کی شہنشاہی
ابھی یہ تو ہو جائے کلبا احقر کی قسمت کا

تاریخ وفات پیر مرشدِ آحق رحمۃ اللہ علیہ

مکرم محترمِ راحت علی درویش اور سید
فقیر و کامل و مخدوم و عارف صوفی و صافی
چراغ معرفت شیعہ طریقت و حقیقت الٰہ
ظہورِ شانِ یزدانِ حق و اور میدانِ قدر کے
درِ دریائے وحدت اور گلِ گلزارِ کثرتِ حق
بہ اخلاقِ حمیدہ اور بہ اوصافِ پسندیدہ
نہ ہوتے ہر صفت میں کیونکہ وہ موصوف و موصوفہ
وہ اس سے برتر اور بہتر کریں تعریف ہم جو کچھ
تعبیر نہ ہو دنیا میں اس صد موعود کے لئے
دریغا حسرتا و اویلا و افسوس صد افسوس
ہماری بد نصیبی نے کیا ظاہر میں پوشیدہ
کیا دردِ جدائی میں گرفتِ اربلا ہم کو
برائے عاشقین و انبیاء و اولیاءِ رب
بھلا سالِ وفاتِ پیر و مرشدِ عارف و سالک
وفاتِ درد مندِ دین و دنیا کا بیاں ہے یہ
رہے اک یادگار اپنی بھی انکی یادگاری میں

طریقِ قادری و نقشبندی کے ستون و
بزرگ و رہنما و پیشوا و ہادی و رہبر
گلِ شاخِ شریعت اور بحرِ عشق کے گوہر
سما و آفتاب و مہتاب و انجم و دستار
خیمِ لبرِ زیارت اور مطیعِ ساقی کو شر
عظیم المثل تھے پانچ زلمے میں مرے سرور
کہ غوثِ پاک کی اولاد تھے اور آلِ پیغمبر
کریں تعریف ہم جو کچھ وہ اس سے برتر و بہتر
کوئی نالاں کوئی حیران کوئی گریبان کی مضطر
ہوئے نظروں سے غائبِ اشکارا و عیان ہو کر
یکایک کیا کیا قسمتِ ذیہ باری خدا ہم پر
جدا ہو گیا خود و اصل حق ہو گئے جا کر
نہ ہو انکی توجہ باطنی ہم سے جدا دم بھر
لکھیں کوئی کڑی پڑیں کوئی کڑی کہیں کوئی کڑی
کبھی ہوتی میں آنکھیں ترکھی آتا ہے دل بھر
رہا اس واسطے تاریخ گوئی کا خیال اکثر

کہا ہاتھ نے منکر التجا بے انتہا میری
گلِ باغِ بہارِ اولیاءِ تاریخِ ہوا حق

تاریخ دیگر

سیدی باحت علی اولاد حضرت غوث پاک کیا بیاں درود جدائی کا کرے انکے کوئی یہ دل غمیدہ و حسرت زدہ نے دی صدا بے سرو پا کر دیا آفتقر اہل نے ہائے ہائے	جنت الفردوس پہنچے معرفت میں پاکے فوق ہے گل میں جنکے رنج و غم کا اک عالم کے طوق تھا جو تاریخ وفات مرشد کامل کا ذوق دین و تقویٰ معرفت زندہ و روح اخلاق و ذوق
---	---

تاریخ وفات حضرت شاہ عنایت الہی صبا رحمۃ اللہ علیہ

وصف جناب شاہ عنایت الہی حسیت پر شد ز بادہ عشق چو پیانہ سحیات	کامل فقیر بود چہ گویم وصف او شفقت نمود و سرپ الہی بگو بگو
---	--

گفتار حقیر لاثانی آحقہ

تاریخ وفات میر قربان علی صاحب

تطیب جہاں میر قربان علی ممبر کو نسل قدوۃ الکاملین با ستقلال ماہم شیخ نقشبندی سال	صورت خوب واقف اسرار زبدۃ الکلیں باز گرفت
--	---

تاریخ وفات حضرت شیخ خواجہ قادری بخش صبا رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی بہار

ماہ ذی الحجہ و در تاریخ ہشتم آجنگاہ شمس عرفان شیخ قادری بخش ہر دو اسم آں بہر سالش تیرہ آں شیخ آفتقر خود بخود	یافت قرب قادر قیوم حملا میوت طاقت و صفش ندادم اس سبب کہ در سکوت قطب الاقطاب زماں شیخ جہاں گفت ملتوت
--	---

تاریخ وفات دختر احقر

بصد شکر سرمایہ زندگی
بسال وفاتش نداشت غریب
بفضل خداوند کردم سپرد
کہ احقر بگو - دختر نیک مرد

تاریخ وفات شاه التفات حمصیا

پوشاه التفات احمد صاحب
گفتم احقر بچشم ہر تاریخ
سوئے فردوس نیں جہاں بندشت
سجادہ نشین احمدی گم گشت

تاریخ وفات مولوی حبیب حمصیا

مولوی مفتی وصوفی و طریقی نقشبند
انکی گر پوچھے کوئی احقر سے تاریخ وفات
اور حبیب احمد جو ہے وہ ہے حبیب و الجلال
قبری انکی یہ کہدو - جائے بخشش بے لال

تاریخ وفات مولوی حمزہ حبصیا

مولوی میر حمزہ حبصیا زین جہاں رخصت نمود
دادا دین دیکر دلا احقر دل زار و نزار
سال رحلت - امہ الذریعہ بخت و نیک خ
سیدہ ویش و فرخ با عمل عالم بگو

تاریخ وفات دادا پیر صاحب

حافظ و حاجی و صوفی و صافی
بہر تاریخ عرض کن احقر
زاہد و ذاکر و شامل بشیک
مرشد عارف و کامل بشیک

تاریخ وفات امام عید گاہ صاحب دہلی

امام عید گاہ سید محمد بفضل خود خداوند و عالم به حسن صلت و با حسن باطن به مقبول عالم رب الغرت پئے سال وصال آن به آحقتر	مقدس بده اوصاف الہ داد نسب سید بہ آل مصطفیٰ داد حسینے بود با حسن خدا داد به آن مقبول وصف و بہا داد امام وقت ماقدرت نداد
---	---

تاریخ وفات سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

پیر حضرت جان جاناں میرزا مظہر شہید بہر تاریخش چو آحقتر بود فکر نم عوطہ زن	سید نور محمد جائے فیض و جائے فضل بحر سیدیک بجوش آمد کہ گوہر پائے فضل
--	---

تاریخ وفات میرزا عبد الغنی آرشد

میرزا عبد الغنی آرشد کہ او مرحوم شد آں جہاں آباد کرد و زین جہاں شد آہ آہ	بے تامل بود فخر حساندان گورگاں کلبہ احزان آرشد بلبل شیریں زباں
---	---

دیگر

بلبل شیریں زباں نوحہ آرشد یکسند

تاریخ وفات حکیم رضی الدین صاحب شفا الملک

معزز حاکم و حاذق حکیم و رکن دہلی را	بزد و ناکہاں و در جوانی شد قصا بہر
-------------------------------------	------------------------------------

رضی الدین شفاء الملک باشد عیسوی سالش	شفاء الملک عرش آشیان جبری بگفت آتھر
--------------------------------------	-------------------------------------

تاریخ وفات سید یعقوب آفندی رحمۃ اللہ علیہ

سید یعقوب آفندی مہاجر مکرمت سویکی تاریخ میر عالم و فاضل بگو	دور عرفان واقف اسرار سالش ہم ہمیں چار می گفتم شیخ وقت بچادہ نشین ۱۹
--	--

تاریخ وفات مولانا محمد افضل صبا بخاری رحمۃ اللہ علیہ

حیف صد حیف ہزار افسوس صد تاریخ و غم احقر خستہ بعد افسوس بہر یاد گشت	کرد حضرت مولوی صاحب بخاری انتقال رفت عالم با عمل صوفی و صافی بہر سال
--	---

تاریخ وفات حضرت مستان شاہ صاحب

رفت از دار فنا کردند جاں مینا سید و درویش و خواجہ بن بگو آتھر دگر	خواجہ مستان شاہ کابلی دارا پلام باز گوستان شاہ عالی مقام نیک نام
--	---

تاریخ وفات حاجی محمد عمر صبا برادر حاجی محمد اسحاق

خدا بخشے مرحوم و معذور کو جو پوچھے یہاں کون مدفون ہے	تو کچھ نہ کر تاریخ آتھر نہ کر کہوش شیخ حاجی محمد عمر
---	---

تاریخ وفات جناب مولانا مولوی محمد عمر صبا رحمۃ اللہ علیہ

مولوی مقبول احمد با سہ اسم داشت سال تاریخ وفات آنجناب آتھر بگفت	نیک حال و نیک قال فنیات نام از ازل خانہ پاک صوفی و صافی و عالم با عمل
--	--

تاریخ کتاب لب لباب

عالمجناب مولوی احمد حسین خاں
طبع کتاب کرد کہ در کوزہ بجز بر بود
فیض چنان نمود کہ اللہ الصمد
لب لباب شہسوی رحمت ابد

تاریخ مجموعہ کتب

طبع شد تصنیف اہل اللہ بر تاریخ خوش
مشوایات گرانایہ تصوف - سال شد
از سہی مولوی احمد حسین نرم خو
مجموعہ شلخ پر میوہ بگو حق پر گو

تاریخ کتاب شاہ خلیل الرحمن جہاں سراسوی

کیوں نہ ہو تصنیف کامل پراثر
جبکہ کامل ہو گیا کشف تبور
فیض روحی جس سے حاصل ہو گیا
نکشف خود سیال کامل ہو گیا

ایضاً تاریخ کتاب دیگر

خلیل اور رحمن کا جو ہو خلیل
کہا فکر اتھر کو تاریخ نے
کلام اسکا ہو کیوں نہ عالی مقام
ہوا مینڈ کی کو بھی بارے زکام
کلام الملوک و ملوک الکلام
نکل کر مصنف نے خود یہ کہا

تاریخ کتاب عطر محبوبہ تصنیف مولوی امان الرحمن جہاں

لکھا ہے رسالہ یہ خوشبوے ساجدیں
دنیا کا اگر سوز و محشر کا عطر داں ہے
ہر سطر ہے شک اسکی ہر حرف معجز ہے
تاریخ بھی تو اسکی خوشبوے معطر ہے

تاریخ رسالہ منشی مقرب حسین صاحب

ہر دو مصرعہ پر دو سائیں اس
رضی اللہ عنہما خود ہیں
۱۲ ۱۹

آحقرا من چال میسر سی
اصل ذکر حسین ابن علی
۳۲ ۱۳

تاریخ کتاب ارمغان آحقرا

کریں پھر طبیعت کا کیا امتحان
اشاعت کلام آحقرا نیم جان
۲۶ ۱۳

نہ شاعر نہ ماہر نہ واقف نہ کچھ
ہوا بہتر تاریخ خود غیب سے

تاریخ رسالہ مولود شریف مصنفہ میر حمزہ صاحب

کیا لکھی ہے کتاب لاثانی
کیوں مضامین ہوں نہ حقانی
منکروں کے لئے گراں جانی
وعظ اور پند کی ہے یہ بانی
اور ذکر کلام ربانی
ورنہ ہے تم میں شیر نفسانی
دل میں گرہ نہ دخل شیطانی
بے وقوفی و جہل و نادانی
فاش ہو جائے خیش پنهانی
اسے بس راہ حق نہیں جانی
قد حضرت کی کچنہیں مانی

مولوی میر حمزہ صاحب نے
عالم باعمل کا ہے یہ کلام
اہل حق کیلئے ہے قوت روح
ذکر میلاد کی بنا ہے یہ
ہے بیان حدیث پیغمبر
منکر و آسے یہ سنو مولود
غور سے دیکھ کر و انصاف
اسکا انکار ہے بلا حجت
ایسے مولود کا جو منکر ہو
سمجھے واجب نہ ایسے مولود کو
اس نے اللہ کو نہیں مانا

بات اسکی اگر نہیں مانی ہوئی منظور گر سزا پانی کہا احقر یہ غیب نے کیوں ہے سال کے فکر میں پریشانی ہے کہو نید و وعظ روحانی	وعظ ہی کا وہ ہو گیا منکر یادہ منکر ہو پیش خدا پلوچے تاریخ گر کوئی اسکی
تاریخ کتاب	
سید قاسم علی روشن ضمیر نقد کیسہ مخزن اوصاف پیر	دید چوں احقر تبصیف جناب گفت بہر و ہر مرید و متفد
تاریخ دیوان پرویں صاحبہ	
بردانہ جودت بطبع رواں بر این عقل خود ناقص و نیم جاں در گفت گفت شیریں باں	چہا کرد پرویں بدیوان خود چہ تعریف احقر گوید بگو سخن ساز پرویں شیریں سخن
تاریخ کتاب ترجمہ پرویں صاحبہ	
کیا دنیا میں خوب کام دیں ترجمہ زور آور پرویں	کیا ہی اردو زبان میں لا کر آپ تاریخ بن گیا احقر
تاریخ اختیارات نواب صاحب الی رامپور	
مبارک ہو نواب والا مبارک	یہ فرمانروائے عالم پنہا ہی

رہے تا ابد آج جیسا مبارک مبارک بھی ہو اور ایسا مبارک ہو بد خواہوں کو منہ پھلانا مبارک	خدا کے کرم سے ہمیشہ ہمیشہ خوشی جشن کی کیوں نہواک چہائیں خدا خیر خواہوں کو رکھے سلامت
خرد سے جو تاریخِ احقر نے پوچھی کہا اختیارِ زیبِ مبارک	
تاریخ	
خطابِ عزیز - حکیم رضی الدین عدیم المثل - حکیم رضی الدین رضی الدین بذاتِ خویش فائق شفاء الملک لطائفِ حقائق سخنِ بے وقارِ احقر یومِ الاثنين مستقیم	بمجد الله والمنت بجا شد پئے تاریخِ احقر ہم بجا گنت مرقوم بستم رجب بہر دیاب یومِ الاثنين مستقیم
تاریخِ خطابِ حکیمِ اجلِ خانصبا	
یادگارِ خطابِ خود مظهر حاذقِ الملکِ مدینِ گوہر	شد بہ اقبالِ جوہر ذاتی یعنی حافظِ حکیمِ اجلِ خان
تاریخِ خطابِ چودہری احمد بنی صبا مالِ افسر	
بافضل کردگارِ فضیلت مآب شد تاریخ - یعنی خان بہادرِ خطاب شد	باجن کارِ چودہری احمد بنی صبا احقر بگوشتِ خدا بہر یادگار

سخن حقیر رحمت

تاریخ مسجد چوڑی والاں

به فضل و کرم مسجد خوش بنا
بگو خانه خوشش دارا البقا
خدا از سر نو بنا کرد باز
چه خوش ساخت سانش خدا کار بنا
۱۹
۲۹

تاریخ مسجد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

بہر تاریخ مسجد در گاہ
از در فیض خواجہ عالم
سال آحققر ز غیب طلبیدم
مادہ - خانہ حسن ما دیدیم
۱۹

تاریخ تعمیر مکان مدرسہ کلیمی

اے کلیم الہی چشتی نظامی این بنا
گو جزاک اللہ فی الدارین خیر باد
سید قاسم علی خوش کرد بہر آخرت
مدرسہ اسلامی و دینی کلیمی میر حمزہ
۲۹
سخن نمودار آحققر

تاریخ تعمیر مسجد

بلئے مسجد جناب مولوی احمد حسین
خادش آحققر بنفیس حافظ عباس علی
لقتبندی قادری شیخ طریقت بالقیل
گو جزاک اللہ فی الدارین خیر سالیں

تاریخ تولد فرزند سر آسمان جاہ بہہ سادہ

این چه سامان شادمانی هست
مژدہ خوانی ست ہر زبان و دہن

خود بخود خیلے خندہ سے آید ایں چو بشنید شادمانیہا باد ہر دم مسرت افزا است در بہار است لاله و نسریں آمد از غیب ناگہاں آواز آں مدار المہام شاہ نظام عمدۃ الملک و آسماں جاہی شاد و عزم نہ چوں شود ہر کس علیٰ راضی و رشاد آئے	شدہ ہر دل بجز می محزون ہر دے را بخویش کرد وطن نغمہ خواں اندر غمہائے چمن شدہ سر سبز ز گس و سوسن باتو گویم و جبہ بش گفتن یافت فرزند اسعد و آسن شد و گو نہ منور و روشن شاد ماں شد امیر اکبر من ارمیدن بش گفتن آسودن
--	--

گفت آتھر لصد خوشی تاریخ
بوز افرود آفتاب دہکن

تقریباً بمثل حضرت سید حمید الدین صاحب بیخود دہلوی

دل میں پیدا زباں نہیں ہوتی ذرا ذرا میں نور ہے اس کا اسکے شیدا ہیں خوش نصیب بہت اپنے بندے کا دل نشیں وہ ہے کہیں بکر یقین رہتا ہے کہیں وہ گل نظر میں بتا ہے ہر جگہ ہے مگر کہیں بھی نہیں دل پہ لکھا ہوا ہے کیا لکھوں	حمداً خلقِ بیاں نہیں ہوتی سارا عالم ظہور ہے اس کا رگ گردن سے ہے قریب بہت ذکر اس کا جہاں وہیں وہ ہے کہیں وہ خود مکین رہتا ہے کہیں کا شاہ گریں بتا ہے دیکھ سکتی نظر کہیں بھی نہیں جی میں ہے وصفِ مصطفیٰ لکھوں
--	--

نعت ہے حمد سے بھی مشکل تر
 ہے کہا کئی آنکا ہمپا یہ
 سیکتے ہیں فرشتے تھوآن کی
 اس ملاحت پر سرگیں اٹھیں
 جہیم بے سایہ کی ہو کیا تعریف
 تھا کلام خدا کلام آن کا
 آل و اصحاب پر درود و سلام
 اب مرے دل کا مدعا سنئے
 مرزہ اے صوفیان باتکیں
 مرزہ اے درد کے سرور دارو
 دیکھ لو اس کلام رنگیں کو
 رنگ دیکھو زبان اردو کا
 اس زبان کو زبان کہتے ہیں
 قلعہ کی یہ زبان ہے دیکھو
 میرے مخدوم صاحب جو ہر
 انکی توصیف کیا کروں تحریر
 یہ قدامت کی شان ہیں گویا
 وضع داری انہیں کا حصہ ہے
 اب کہاں ہیں جہانیں ایسے لوگ
 وہ نہیں یہ جو رک کے ملتے ہیں
 نہیں عادی بیچ کلاہی کے

نور خالق کہاں۔ کہاں یہ بشر
 اشرف الانبیاء لقب پایا
 بس رہی ہے گلوں میں بوانکی
 دلنشیں حسن و دلنشیں انکھیں
 نور تھا اور پھر کمال لطیف
 تاج عرش بریں ہے نام ان کا
 بھیجتے رہیے روز صبح و شام
 کان رکھ کر آدم سرور اسنے
 مرزہ اے عاشقانِ حسن یقین
 مرزہ اے درد دل کے بیمار و
 نسخہ نیب اود کی تسکین کو
 ڈھنگ دیکھو زبان اردو کا
 ارسکو اردو کی جان کہتے ہیں
 واہ کیا آن بان ہے دیکھو
 میرے مدوح حضرت اہل
 اکبری عہد کی ہیں یہ تصویر
 ایک شاہی نشان ہیں گویا
 اور جو کچھ کہوں وہ قصہ ہے
 ہمنے دیکھے ہیں کیسے کیسے لوگ
 جس سے ملتے ہیں جبکے ملتے ہیں
 رکن ہیں خاندان شاہی کے

یہ کلام اپنا شائع کرتے ہیں
 کیوں نہ ہم اسکو جان سے بلیں
 شاعری انہی ناز کرتی ہے
 ہر محسن ہے لاجواب ان کا
 انکا ہر مصرع تیز نشتر ہے
 طوطی ہندا نکا ہے دمساز
 کوئی کیسی غزل کسی کی ہو
 انکے مصرعے غصہ کے ہوتے ہیں
 قافیہ سخت ہو کہ ہو آسماں
 یہ محسن کے فن میں کیتا ہیں
 کیوں نہ انکا کلام زنجیں ہو
 کس جن کے ہیں یہ گل عینا
 کیسی سلجی ہوئی طبیعت ہے
 دروائے کلام میں پایا
 چوٹ کہا یا ہوا ہے دل انکا
 شاعری اک گنیز ہے انکی
 انکے حسن سخن کا کیا کہنا
 سادگی انکی شوخیوں کی پیل
 یہ تصوف سے خوب ہیں آگاہ
 انکا ہر شعر تیر ہو تا ہے
 اب بھی شاہی کی شان ہر انہیں

ہم تو نئے سخن پر مرتے ہیں
 کچھ محسن ہیں اس میں کچھ غزلیں
 فارسی انے ساز کرتی ہے
 اور پھر اس پہ انتخاب ان کا
 جس محسن کو دیکھو خوب ہے
 ہنجیال انکا بلبل شیراز
 عربی کی ہو فارسی کی ہو
 شعر سب انکے ڈھکے ہوتے ہیں
 ڈال ہی دینگے تو اس میں جاں
 شاعری کے جن میں کیتا ہیں
 کیوں نہ انکی زبان شیریں ہو
 کن بہار و نکو آنکھ سے دیکھا
 چست بندش پہ کیا فصاحت ہے
 خون دل انکے جام میں پایا
 زخم پہلو میں ہے بہت دنگا
 ذات ہر دلعزیز ہے ان کی
 حسن میں بانگین کا کیا کہنا
 شوخیاں انکی سادگی کی کفیل
 ہے حقیقت پہ خاص انکی نگاہ
 سن لیا جسے خون بروتا ہے
 مرمتوں کا نشان ہے انہیں

اس سخن کو کلام کہتے ہیں لئے شعر و کما بول بالا ہے کیا بیاں ہو بیاں کی اسلوبی نغز گو بھی ہیں خوش بیاں بھی ہیں	شعر کے غلام کہتے ہیں رنگ بالکل نیا۔ نرالا ہے میں سمجھتا ہوں شعر کی خوبی اور سچو کے قدرواں بھی ہیں
---	--

یہ سلامت رہیں ہزاروں سال
اب کہاں ہیں جہاں میں ازل کمال

نذر گزرا نیدہ کمرین سید و حمید الدین احمد سچو و دہلوی جانشین حضرت دماغ مرحوم۔

تقریظ و تالیف طبع زاد و تقاطر قلم فصاحت رقم مجمع خجے لیا قیت علم
وفنون مظہر عصمت قابلیت منبع عفت شاعرہ مدبیطیر و ناشرہ خوش تقریر
و تحریر سچو شیریں التیخلص بیروین بنت علامہ زماں سچو محمد غضنفر
علی خان زوجہ جناب طرقت مآب لوی میر قربان علی صبار لکھ
و سابق ممبر کونسل جے پور رحمۃ اللہ علیہ

خندانہ آداب زبان کے شتاق نگاہوں چلو چلو بڑھو بڑھو و مسکدہ پھر ایک بار کہلا ہے
ساقی خجستہ لقا با شیشہ و ساعر مصروف مہمان نوازی و گل بازی ہے خم کے خم او ڈل
رہے ہیں جام پر جام چپک ہے ہیں۔ صحن میکدہ گلزار پر بہار بنا ہوا ہے ہر طرف کہلا
بیشمار شاخہائے اشجار پر جلوہ ریز ہیں اور عند لیبان شیریں نوا مصروف ناہا ہے
درد انگیز ہیں می و دوشینہ کے متوالے اور سرور و غلار کی راحت و فائدہ پہنچا لائیں اس لیے کیا

ہے ہیں۔

صبح انچیز دبل کجای ساقیا بخیر کہ غوغا میکند و سرخا غمزد شینم
کہ یکایک عزیزم افتخارم صاحب عالم صراحی بادہ صاف زبان علم و ادب کی جان لئے
ہوئے ظاہر ہوئے اور ہیکش سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

قبح پر کن کہ من از دولت عشق جواں بخت جہانم گر چہ پیسہ
یہ دیوان ہے یا خمدہ عرفان اشعار میں یا گلہاے پر بہا نظم رنگیں یا بادہ دوشین۔
دلکش ترکیبوں شیریں محاوروں جربستہ بندشوں بلند پایہ مضامین کا مینہ برس
رہا ہے اور تشنگان زلال اردو کے دہن میں قطرہ قطرہ آب حیات بکثرت بہا
اور حلق سے اترتے ہی یہ پانی می انگور بنکر مدہوش و مخمور کر دیتا ہے آنکھوں میں نور
بلکہ کافر کے بھی چہرے پر نور آجاتا ہے اور زبان سے میا خستہ آفریں و مر جانا بکھنے
لگتی ہے۔ حضرت صاحب عالم بہادر سے میرے خاندان کے تعلقات مخلصانہ
محبانہ سے گذر کر یکا رنگت کا مزہ دے رہے ہیں نصف صدی گزر گئی کہ ہم لوگ
آپ کو پہلے اپنے افراد خاندان کے ساتھ ایک محب و مخلص اور برادر بچان برابر اور
پھر بزرگ شفیق و شفقت گستر پارہے ہیں رشتہ اتحاد جبل المیتین حب و دوا دہنگیا ہی
۱۔ وجہ سے مجھ جیسی ہستی ناچیز گوشہ گزین جنمول و غلوت نے یہ چند سطوریہ قطعہ تاریخ
کے لکھنا اپنا فرض سمجھا اگر مجھ جیسی ناقابل کی داد ہی بیداد سے کم نہیں مگر عزیزم
افتخارم صاحب عالم کے اخلاق پر بھروسہ کر کے ہرزہ گوئی ہے آپ کی نظم و نشر
میری تعریف سے مستفی ہے۔ ع

مشک ان است کہ خود ہوید۔ دیکھنے والے خود قدر سے نہیں محویت کے ساتھ بھینچے
غزل خود آپ کہہ دیتی ہے پردیں کوئی اس فن میں ہے ماہر کہانتک
آپ کے علمی چشمہ کا یہ ایک قطرہ اور شاعرانہ مذاق کا یہ دیوان ایک شمع ہے

شاعری آپ کی ذات کیلئے سبب افتخار نہیں محض تفریحاً کہا جو کچھ کہا طبیعت خللاً
موزوں واقع ہوئی ہے ورنہ آپ بہار گلشن آفتاب و غور شیدا جتنا شکوفہ چین رضا
رنگ حدیقہ وفا میں آپ کو مشاغل بلند آپ اہل دل میں ارجند۔ اللہ تعالیٰ اہل سخن کا
دلع اس عطر سخن سے معطر اور اہل دل کی چشم بصیرت کو منور رکھے آمین۔

خاکسار پروین

گفت دیوان چوں امیر الملک بہر سال غیور و درمستم
یعنی پروین برائے تاریخ خوش کلام احقر کیا گفتم
میں حضرت صاحب عالم بہار کی نظم دیکھی جو سلیکٹ ہو اتھا اوس کا جواب سو
اوس کے جو صاحب عالم نے دیا ممکن نہ تھا۔ ع

آفتاب آمد دلیل آفتاب

جس تقدیر پر انسان ایک ہے تقدیر ایک ہے اور جس صورت سے انسان کی
کثرت ہو اوس صورت میں تقدیر بھی جدا ہے۔

تقریظ و تاریخات چکیدہ خامہ اعجاز رقم نو چہم ہر محفل و شادمانی ہر دل
سیدانوار الرحمن صبا بسم خلف جناب میر عبد الرحمن صبا حاکم سار آ
جیو رسولہ اللہ تعالیٰ خلف جناب فیض آباد سید میر قربان علیہ صبا
سابق ممبر کونسل جے پور میں گورنر رحمۃ اللہ علیہ

خلاق عالم نے اپنی کمال قدرت نمائی سے اس عالم بے وجود کو وجود و مہوت عطا فرمایا
اور کائنات کی ہر شے پر اپنی ہستی کا پر توہ ڈال کر اس کو معدوم سے موجود بنا یا ذرہ ذرہ

اسکے صفات کاملہ کا منظر ہے۔ طرفہ ہے کہ اگرچہ ہر شے کو میں انا و اخیر ہی
 پہنچی ہے چلنے کو وہ ایک ذات وحدہ لا شریک کی کسی ایک شان کا منظر ہے
 مگر ساتھ ہی مایہ فنا و ہستی ہر ایک کی بنیاد میں مضمر فرمادیا ہے جو ہمیشہ مادہ غرور و تکبر کی
 پشت پر تازیا نہ معجرت بنکر پڑ رہا ہے اور ادعا کے وجود کا انظار کر رہا ہے۔
 فانی کو باقی سے میسر اور خالق کو مخلوق سے جدا کر کے دکھا رہا ہے کبھی کسی شے کو
 عروج عطا ہوتا ہے تو خزانہ غیب سے وہ کچھ ملتا ہے کہ حد کمال پر پہنچا دیا جاتا ہے
 اور پھر اس کمال کے ساتھ ہی زوال شروع ہو جاتا ہے۔ یہی کلیہ جہان کی جمیع افراڑیں
 نظر آتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دہلی شاہان مغلیہ کا پایہ تخت بن کر اہل کمال کا گھر
 بنی ہوئی تھی اردوئے معلیٰ اردوئے معلائے شاہی سے نکلی گریہ سپاہی زادہ
 مقبول نظر شاہی ہوا اور قلعہ معلائیں اس کی پرورش ہونے لگی تو اتمام تربیت
 شاہی اور نگرانی دایہ ادب اور اتالیق علوم نے اسکو ایسا پروان چڑھایا کہ کنار اک
 جہن و گنگ سے قلعہ ہمالیہ تک تمام اہل ہند کی مقبول اور مسلمہ زبان قرار پا گئی۔
 اگرچہ یہ سکھ ہر جگہ جاری ہوا مگر اسکی نکال قلعہ معلائے دہلی ہی میں رہی بیگمات
 کی زبان سے نئے محاورے نکلتے اور شہزادوں اور سلاطین زادوں کی وساطت سے
 اہل دربار تک پہنچتے اور شعرائے پایہ تخت خدمت اشتہار نویسی اور حکم عام
 نگاری کو انجام دیتے۔ اگرچہ زبان اردو کی تربیت میں ایک زمانہ میں لکھنؤ نے
 بھی حصہ لیا اور شاندار اور پائیدار خدمات انجام دیں زبان۔ ملک۔ اور اہل ملک
 لکھنؤ کا احسان فراموش نہیں کر سکتے مگر کلام انصاف یہ ہے کہ دہلی اگر زبان کی مادہ
 اصلی ہے تو لکھنؤ دایہ سے زیادہ نہیں۔ اہل دہلی اہل زبان اور اہل لکھنؤ زبان
 داں ہیں۔ اسی کلیہ میں اشتباہ آج تک تو نظر نہیں آیا۔ شاہان مغلیہ کی
 بساط اہلی قلعہ معلے تباہ ہونیکے ساتھ وہ زبان کی نکال بھی ٹوٹ گئی۔

مگر جتنے رسکے مسکوک ہو کر ملک میں پھیل چکا تھا وہ اس قدر زیادہ تھا کہ اب تک جاری تھا اور باوجود اسکے کہ کوئی مستقل دارالضرب نہیں بنا مگر ملکی خزانہ میں اس سکے کی فراہمی تھی اور گورنمنٹ انگلشیہ کی مساویانہ اور منصفانہ پالیسی نے اذین عام دیدار کے اطراف ملک کے اہل علم اور مقبول عام حضرات حسب ضرورت ترمیم و تنسیخ کر سکتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نئے محاورے اور جدید الفاظ کا خزانہ زبان میں اضافہ کیا جاسکتا ہے چنانچہ ایسا ہو رہا ہے۔ تاہم اس بینک کا اصلی سرمایہ وہی قلعہ معلیٰ کی دولت ہے ایسے وقت میں کہ اردو کے اصل مرنے والا ہو چکا قلعہ اجڑ گیا اور اہل قلعہ دست برد حوادث سے گوشہ معمول و گمنامی میں زندگی بسر کر کے آخر کار ختم ہو رہے ہیں۔

حضرت صاحب عالم بہادر میرزا محمد امیر الملک عرف مرزا بلالی تیپووری نبیرہ حضرت بہادر شاہ آخری تاجدار دہلی کا دیوان طبع ہونا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس نے ہمارے ہاتھ میں قلعہ کے خزانہ کا بچا کچھ سرمایہ زبان اور زر خالص دیدیا ہے۔ جو اگر خدا تعالیٰ صانع ہو جائے تو اس کی تلافی ہونا ممکن نہ تھا۔ کیونکہ نہ دوبارہ قلعہ آباد ہوتا نہ یہاں پر پھر پیدا ہوتے نہ انکی بیگمات کی آغوش میں کوئی نو بہال تربیت پا کر سہ ماہ سالہ تجربہ زبان حاصل کرنے کے بعد اس قابل ہوتا کہ یہ ادبی زر سکوک ہمارے حوالہ کرتا حضرت عالم اسوقت اپنے خاندان میں ہر طرح سے عظیم الشان سرمایہ ناز و افتخار ہیں زمانہ کے عروج و زوال کا گہرا تجربہ رکھنے کے علاوہ حقیقی اہل زبان کہلانے کے مستحق ہیں معسولی تکلم سے وہ پھول جھڑتے ہیں کہ دلدادگان ادب انکو چون چن کر طرہ دستار بناتے ہیں اسکے ساتھ آپکا مذاق تصوف و رد و دل پاک اور اعلیٰ خدمات و دلکش محاورے سہرے الفاظ اور جربہ طرزِ زاد و وہ وہ چیزیں ہیں جو تنہا گان زبان اس چشمہ صافی میں پائینگے باقی اسکے بار میں زیادہ خاصہ فرسائی زاید ہے کیونکہ (مشک آنست کہ خود بہوید نہ کہ عطار بگوید)

اہل زبان اور زبان دانان اردو پر فرض ہے کہ اس دیوان کا قدر و عزت -
 طلب و تمنا - محبت و آرزو کی نگاہوں سے غیر مقدم کریں اور اہل دل پر واجب ہے
 کہ چشم حقیقت میں کہو ہیں اور دست شوق بڑھائیں اور اس نسخہ کی کیا کوتاہیوں ہاتھ لیں
 گوہرے برہم بازار وجود آوردند تاخیر یاد سے و در کون مکان بخیزد

قطعاتِ تاریخ

بہترین جہتہ نظم حساب عالم ہیں از بہار جاوداں بچو چمن پر است
 چونکائیں تبتان حکمت ہستیل اور بارقم کر دیم سپر گلشن آراستہ

دیگر

دیوان حضرت میرزا احتشام الملک چوں مطبوع و شائع گشتہ و مطبوع عالم آمدہ
 پر نور کرد و پر ضیا خنفتہ اشعار را بسل رستم زد سال او شمع حرم خمد و

تاریخ دیگر

شعر میرزا امیر ملک حشر گویا یک ایام مجلس شد
 سخن خوب کیفیت میدارد کہ از او تر دماغ مجلس شد
 بہر ترو تازگی و رنگ و بو گل و ریحان و باغ مجلس شد

بسل ازوے جہاں منور شد
 سال طبعش چہراغ مجلس شد

تقریظ و لپیرو و بی نظیر از قلم جادو و رقم جناب للنا محمد اکرام الدین صاحب

بخاری نقشبندی مام مسجد نواب زیر خانصا لاہوی سلمہ اللہ علیہ

جواب مستطاب کمرت انتساب فخر خاندان و نشان در بابت تقدیر چہ زیبا
تحریر پذیرفته اند اکابر دین و فقہائے محققین و مفسرین و شرح احادیث سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین سلفاً و خلفاً جناب میرزا صاحب
راہم مزاق میباشند و عقائد عامہ اہل سنت و جماعت چنان است کہ میرزا صاحب
نوشتر اند خداوند تعالیٰ عجیب را ہمیشہ و الاوقات سلامت داشته اند برکات
النفاس ایشان خلایق مستفیض دار او بجزرت النبی و آلہ الامجاد ثم اسلام والدعا
کتبہ العبد الضعیف المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفا اللہ عنہ الشہیر بوا عطا
الاسلام خطیب و امام فی مسجد نواب زیر خانصا لاہور —

حضرت مخدوم مکرم مرشد زادہ اختر جناب لوی احمد حسین خانصا
یظلہ تعالیٰ تقریباً نیم حقیر و سلمہ تقدیر موجب توقیر فرمودہ اند

لِلّٰهِ دَرْسٌ دَرْسٌ فِي السَّلَاطِ ۝ اَوَّاسُطُ النُّوْمِ اِسْتَمْتِ بِالْكَلَامِ

اگر کلمے سے غرضی جنوں کی جو لڑی میں پروئے گئے باور کی سطر دل کی کہ تلمے سے کہیں گئی ہیں

لَمَّا تَابَلْتُ فِي مَبَايِئِهِ وَامْعَنْتُ النَّظْرَ فِي مَعَانِيهِ وَجَدْتُ مَدْعَى الصَّرِيحِ

جب میں نے اسکی عبارت میں تامل کیا اور اسکی ہر معانی پر گہری نظر ڈالی تو کہلا ہوا حق پایا

وَالْكَلَامِ الصَّحِيحِ لَا يَشْوِيهِ الْبَاطِلُ وَلَا يَلْحَقُهُ الْعَاطِلُ فَقُلْتُ لَقَدْ آجَادَ

اور ایسا کلام صحیح پایا جس میں باطل نہیں ملتا اور نہ اس میں لغویات کا میل ہے پس مجھے کہنا پڑا یقیناً

قَائِلُهُ وَأَصَابَهُ فَجْزُ آهٍ اَللّٰهُ خَيْرٌ مَّا بَهِ

اسکے حکم سے بہت خوش اور شگفتہ ہوا جملہ دیکھ کر اسکی مہربانی پر خوش و خوش ہوئے

تقریظ نو جوان لائق حق کے شفیق صبح ہر کا پی شرف طبع ز کی میان محمد غلام نبی صاحب
امر تسری وار د حال دلی سلمہ اللہ تعالیٰ

امد اسد میں اور جناب میرزا صاحب کے کلام کے بارے میں منہ کہوں
نہ اہل زبان اور نہ زبان دان تقریظ لکھنی انہیں زیبا ہے جو فن شاعری کے روبرو
آگاہ اور کلام کی باریکیوں پر نگاہ رکھنے والے ہیں میں تو اسکے پورا سمجھنے کی بھی قابلیت
نہیں رکھتا۔ البتہ آپ کے کلام کیساتھ اپنا نام سعادت داریں سمجھ کر کچھ لکھتا ہوں۔
میرے محذوم و مکرم جناب حضرت مرزا امیر الملک صاحب بیرون بہادر شاہ آفری
تاجدار دہلی اور خاندان مغلیہ کی یادگار ہیں۔ حسن ظاہری و باطنی۔ حسن اخلاق
و ضعداری کے معدن اور منبع فیضان عام ہیں۔ رنگینی طبع۔ شغل تصوف اور
پابندے شریعت آپ کے کلام سے عیاں ہے۔ آپ کی زبان کی نسبت کچھ لکھنا
محض بیکار ہے کیونکہ اردو آپ کی خانہ زاد اور آپ آقائے اردو ہیں گویا زبان
آپ ہی کی زبان ہے۔ آپ کا کلام قدر دانان زبان کے واسطے نعمت غیر مترقبہ
ہے۔ امد تعالیٰ اس کلام کو زبان اردو اور صاحب دیوان کو ہمارے مثلاً
کے مطابق زبان کے سر پر سلامت رکھے۔ آمین شمر آمین

تاریخ

کلام حضرت مرزا امیر الملک و میوئی
ہے اس میں مخمرب جوہ ہوتا ہے میں احسن
لصبہ شکوت پیش شائق اہل فن آیا
تو ہاتف کو بھی یہ سوجھے چرخ آئین آیا

مشوی آشوب دہر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طاقت یہ بہلا کہاں ہماری
ہے کبر و غنا اوسی کو زیب
ہے حمد و ثنا اوسی کو لایق
عاجز سمجھ کہ ہو بیان کیا
عاجز ہے زبان یہاں بیانے
ہے وصف اوسی کا بے تامل
سمجھو تو ہے اصل میں اوسی کی
خوبونین بھی ہے اُمیسی خوبی
ہے حمد تری جہاں کی خوبی
اللہ تو رب العالمین ہے
کہنے کی نہیں زبان میں طاقت
خاموشی ہی بس یہاں ادب ہے

کس منہ سے بیان ہو حمد باری
یکتا ہے وہ اور ہے مبرا
خالق ہے وہ اور سب خلایق
کس سے ہو تری ثنا خدایا
ہو سکتا ہے کب بیان زبانے
اوصاف جہاں میں جتنے بالکل
تعریف کوئی کرے کسی کی
سب اُسکی بنا ہے اور وہ بانی
کیا شے ہے تری ثنا سے خالی
کیا چیز تری ثنا نہیں ہے
دل میں ہے جو ہے تری عنایت
یا رائے بیان کسی کو کب ہے

نعت حضرت سرور کائنات حبیب العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

تو بہ ہے بین اور نعت احمد فرما تا ہے جس کو واحد پاک کس منہ سے بیان ہوا وہی خوبی اللہ نے آپ جس کو چاہا کیا اس کی شہادت کوئی کرے گا ستہ کار خدا شہادت لے حضرت کیا دخل جسم اور کار مولیٰ ہے اس کا خدا ہی مرتبہ داں رتبہ ہو یہ جس کو ترے در سے حضرت ہیں مرے جہان کے سرور یار یہ ہے دل کی اب تمنا ہے میری یہ التجا خدا یا سراپنا ہوا اور اس کا در ہو سب اہل جہان کہیں کہ اتھر	مداح ہے خود آپ جس کا ایزد لَوْلَاكَ لَمْ يَخْلُقْنَا أَفَلَاكَ کہتا ہے خدا جسے جیسی اور آپ ہی خود اسے سراہا گستاخی ہے گریہ دم بھرے گا دعوا کرے بندہ اس کی شامت بندہ کی نہیں یہ تاب ہاشا ہے اس کا خدا ہی بس ثنا خواں نعت اس کی ہو کیا خدا بھر سے قربان ہو میری جان او پیر حاصل ہو زیارت مدینہ سن لیجئے صدقہ مصطفیٰ کا در اس کا ہوا اور اپنا سر ہو قربان ہوا مصطفیٰ کے در پر
---	---

آغاز شہنوی آشوب دہر در وصف چشم

منور جو ایسا ہو رہا ہوں دیکھی ہے وہ جسے چشم قان ایسی آنکھوں کا کیا بیان ہو	دیکھی ہے کسی کی چشم میگوں آئینہ سان ہو رہا ہے حیران جن آنکھوں کا کشتہ ایک جہان ہو
---	--

ہر وقت ہے گویا بر ناز
 آنکھوں کی طرح جھکی جھکی سی
 وہ آنکھیں جو کوئی دیکھ پائے
 آنکھوں پر بہا رہے آہا ہا
 اٹھ جائیں تو حشر ہوئے برپا
 یہ آنکھیں وہ ہیں جدہر کو جائیں
 ذرا سا وہ جلوہ گرد کہائیں
 منہ فوق نہیں ایک عاشقوں کے
 شرمندہ ہیں ہر کسی کی آنکھیں
 ابرو میں کسانکی قدر کہوتے
 ہر نوکِ مژہ سے ٹپکے ہوئے
 اندر سے چشم کیا چپک ہے
 مطلوبہ عام وہ نگاہ ہے
 بچکر کوئی اُس سے پھر کہہ جائے
 ہوتا ہے گذر جہر نظر کا
 سر نہ گھٹائے اس میں جملدن
 وہ آنکھیں ہیں اپنی زندگانی
 جب پامیں وہ تہذہ کر کہائیں
 ہر بات ہے وجہ زندگانی
 بنیا کو وہ چشم دلربا ہے
 اوس چشم نے پانی کیجے شہرت

اندر سے چشم تیرا انداز
 کر دیتی ہے جی میں بیکلی سی
 پھر دیکھ کہ ہر کو بچکے جائے
 موتی سے گئے ہوئے ہیں گویا
 جھک جائیں فتنہ ہوئے پیدا
 پتہ کو بھی موم کر دکھائیں
 ممکن ہے کہ زندہ چھوڑ جائیں
 اوسان خطا ہیں گلخونکے
 کہتے ہیں انہیں دسیلی آنکھیں
 دنیا سے ہیں تیرے چہرے
 کیا آنکھیں ہیں واہ چشم بدو
 خنجر کی سی نوک ہر پلک ہے
 ہر شخص کے دل ہی میں جگہ ہے
 جو چشم کہ دل ہی میں اتر جائے
 مرک جاتا ہے راستہ اودہر کا
 کر دیتی ہے قتل عام گر گن
 اور ہیں وہی موت کی نشانی
 جب پامیں خاک میں ملائیں
 ہر آن آنکی فتور یاد دہنی
 نائینا کو بھی وہ رسم ہے
 مری نہیں کچھ کسی کو حاجت

جس دل میں وہ چشم نوجواں ہے
 اون آنکھوں کی دیکھ کر شرارت
 اوس چشم کا شور سن کے ہر جا
 خاموش ہیں بلبانِ بستان
 ہر چیز کی جان میں وہ آنکھیں
 آنکھوں نے کیا ہے شور کیا
 واعظ کو بھی آج سست پایا
 ناصح جو کبھی وہ چشم دیکھے
 ایک بار کبھی جو دیکھ پائے
 تو دیکھے تو اوس کی قدر جانے
 کیا جانے تو کیسی آنکھ بیان میں
 دیکھے جو کبھی وہ چشم قمان
 ایک میں ہی کہوں تو جھوٹ مانو
 چہیے میں ہزاروں اوسے دتا
 جتیا کوئی یان سے کب پھرے
 اون آنکھوں کا ہو بیان کہانتک
 ہے اوس سے زیادہ جو کہ سوچو
 بڑا ہے خیال و وہم سے وہ
 اب آگے بیان کا کس کو یارا
 کن آنکھوں سے روشنی کو دیکھیں
 موزوں ہے وہ شوخ سر سے تپا

بس و سکو خا رجا وداں ہے
 نرگس کو بھی ہو گئی ہنداست
 جا ماندہ ہیں آہوانِ صحر
 بہوے ہیں رسیدگی غزالان
 آشوبِ جہان میں وہ آنکھیں
 اندھیرے ہر کی کو دنیا
 شاید کہ وہ آنکھیں دیکھ آیا
 اپنی پڑ جائے ہم کو بھولے
 پھر دیکھیں کہ ہر کو بچے جائے
 پھر دیکھیں نہ کیونکہ دلکی مٹنے
 گھر بیٹھے کی ساری سخیان میں
 کرنا پڑے نذر دین و ایمان
 عالم میں ہے شور یہ توجہ افو
 توڑے میں ہزاروں اوسے زنا
 وہ کو چہ زمین کر بلا ہے
 کم ہے جو کوئی کہے جہانتک
 افزون وہ اوس سے جو کہ سمجھو
 برتر ہے گمان و وہم سے وہ
 آنکھوں نے کیا امحوا ایسا
 آنکھوں میں تو بس ہی میں آنکھیں
 سمجھو تو ہے بس یہی سلیا

کس کس کی کرین جب احکامیت
ایک عضو سے دوسرا نہیں کم
آنکھوں نے ہے فخر اوس بدنکو
ایک خبر کا ہے جس کے یہ فسانہ
ہر آن ہے اوس کی مثل یوسف
ہر آن ہے اوس کی بس خداداد
ہے حسن کو اوس جوانے شہرت
کیا پوچھتے ہو کہ عجب کو کیا ہے
سوچو کہ جو اوس کا مستلا ہو
جیتے ہیں مگر ہیں اوس کے مارو
دنرات ہے کام آہ وزاری
گزرے ہے ہمیشہ بے کلی سے
کیا کیجے معشوق نے ستایا
یاں عشق نے جان پر ربائی
دل ہی میں نہیں فقط اداسی
بتاب ہے جی بیکل سیما
وہ حسن میں فرد بیگیاں ہے
جس کی نظر و خمین وہ سہلے
اوس شکل کا جو کوئی ہو گہاں
ساچے میں ڈلے ہوئے ہیں عنصر
وہ ماہ لقا اگر نظر آئے

کل جسم کو آنکھ سے ہے نسبت
گویا کہ ادا ہے وہ مجسم
آنکھیں ہیں صا د جسم پر دو
کل کیون نہو آفت زمانہ
کرتے ہیں سب اوس کو دیکھ اوقت
کر دیتی ہے زندگی سے آزاد
خوبی کو بھی ہے وہاں سے عزت
اوس ماہ کا عشق ہو گیا ہے
سمجھو کہ پھر اوس کا حال کیا ہو
اب جا لگے گور کے کٹاے
کیا خاک ہے زندگی ہماری
در گزرے ہم ایسی زندگی سے
جو دیکھنا نہ تھا سو وہ دکھایا
وان حسن نے اپنی داد پائی
چہرے عیان ہے بدحواسی
دنرات ہے چین ہلکونا یاب
ہر شخص کے لب پہ الامان ہے
کیونکر کوئی اور اوس کو بہلے
کس بات پہ اور پر ہو مایل
ہے نام اوس کا بے بہادر
مہتاب سی کیون نہ منہ چھپ جائے

لیتا ہے وہ دلیں چٹکیاں سی
 یکتائے زمانہ ہے وہ بیشک
 کیونکر نہ جہان ہوا پسشید
 بھرتے ہیں دم او سکا اہل دنیا
 واویلا جو سرتا در عینا
 اڑتی ہیں ہوائیاں سی منہ پر
 آرام سے او سکو کیا غرض ہے
 اوت اوت ہے زبان پر ہمارے
 بیگانہ سا ہو گیا زمانہ
 مضمون ہے گویا د لکوا آزار
 یہاں تا ب بیان اب کہاں ہے
 ہر بات کو ہاتھ سے ندیکے

تصویر ہے جہینا وس جوانی
 رہ جاتے ہیں او سکو دیکھ بکھک
 عالم میں نہوئے مثل جس کا
 کس جلے نہیں ہے او سکا چہرہ
 وہ میرے بھی دل میں آسما یا
 دل بست ہے اور چشم ہے تر
 جس شخص کو عشق کا مرض ہے
 اب بنگی حبان پر ہمارے
 نظر و نمین ہے جسے وہ لیگانہ
 ہاتھو نمین ہے اب قلم گر انبار
 پارے زبان اب کہاں ہے
 اتھر بس اب آگے صبر کیجے

یہ ذکر بھی موجب الم ہے
 جو کچھ کہو ٹھیک بلکہ کم ہے

غزل

جب سے دیکھی ہے بس تمہاری چشم
 چشمہ آب ہے ہمارے چشم
 بھینی بھینی سے پیاری پیاری چشم
 کسکی کرتی ہے انتظار ہی چشم
 حسن و خوبی میں سب کی بار ہی چشم

کرتی رہتی ہے اشکبار ہی چشم
 اشک اس میں بھر ہی رہتو بین
 دلیں کیونکر نہ گھر کرے کہ وہ ہے
 بند ہوتی نہیں کسی عنوان
 خوب رویوں کو تم سے مسم چشمی

ہو گیا قتل عام سا اوسدن سب غزالوں نے اور نرگس نے دیکھ ضبط اوسکو ہونہیں سکتا دیکھ کر تم کو اپنی وارمی چشم اب تو کرنے لگی ہے خوارمی چشم	تنے سرمہ سے جو سنواری چشم
---	---------------------------

خبر و نو نکو دیکھ کر احسرت
کرنے لگتی ہے آہ وزاری چشم

غزل

سبحان کے ستر نہانی ہو یا عبد القادر جیلانی محبوب خدا نے اپنا کیا لاثانی کا رتبہ تکو دیا انٹے بنایا ایسا تمہیں اسو ہی کیا تم جیتیں وہ نام خدا نے نکوئے اور ان مونسے کام لئے قطب بانی آپ ہو غوث الصمدانی آپ ہو پیران پرسی، تجھ پچی وردست گیری بھی غبکلی سیات تمھاری نیاسی بر فعل تمھارا اچھا ہے اے شاہ والا واکرم جو نکو کہیں مہر ہی ہے کم رتبہ میں اپنے کتا ہو کم کیونکہ کہیں تم کیا کیا ہو تم اپنے غلاموں کی عزت ہو بندو کی اپنے سعادت امواج بحر حقیقت ہو اور در سیر راہ شریعت ہو اب اپنے بڑی لیجے خبر موتی ہے برائی میں عمر بسر ہے فخر غلامی کا مولا ہکو ہے بھروسہ یہی بڑا ہے شکر تمھارا عاشق ہو اس ایک نظر کا شائق ہے	جب محبوب سحانی ہو یا عبد القادر جیلانی خود مثل ہو اور خود بوٹانی یا عبد القادر جیلانی ہر مشکل کی آسانی ہو یا عبد القادر جیلانی ہو می الدین والدینا کے یا عبد القادر جیلانی ولیو کے بانی آپ ہوئے یا عبد القادر جیلانی ہم بھی غلامی خوب بھی یا عبد القادر جیلانی کیا کیا کہیں تم میں کم کیا ہو یا عبد القادر جیلانی پر سمجھے میں اپنی سعادت ہم یا عبد القادر جیلانی تکو وہ سمجھے جو تم سا ہو یا عبد القادر جیلانی منکر کی اپنے شاست ہو یا عبد القادر جیلانی درویشی کی شان شوکت ہو یا عبد القادر جیلانی ہو کر یہ تمھارے عایش کدھر یا عبد القادر جیلانی لیجے لیجے اب تمھارے یا عبد القادر جیلانی محبوبی نظر جو فائق ہے یا عبد القادر جیلانی
--	--

احقر ہے تمھارا حقیر تر اسکا بھروسہ ہے تیر خوش ہونہ تمھارا یہ ہو کر یا عبد القادر جیلانی	
رباعی	
پیران پر اور دستگیر دنیا محبوب ہو بھجان کے تو بکچھ ہے بجا	غوث و قطب و فرد ہوا دیو کیا کیا کیا چیز ہو واہ واکیا کہنا
دیکھو	
محبوبی نظر سے ہو نظر ہم پر بھی میں اپکا دل سے ہوں غلامان غلام	مخدوم بھی ہو غوث بھی سرور بھی خود کہئے کہ میرا ہے غلام احقر بھی
تضمین بن غزل حضرت سید وحید الدین احمد صاحب بیخود دہلوی	
جانشین حضرت داغ مرحوم سلمہ اللہ تعالیٰ	
چشم بنے کے لئے رہتی ہے تیار جدا جان لینے کو غرض کرتے ہیں تیار جدا	درد اٹھنے کیلئے بیٹھا ہے سو بار جدا دل ہے شتاق جدا آنکھ طلبگار جدا
خواہش وصل جدا حسرت دیدار جدا	
شان رکھتا ہے الہی ترا دربار جدا حال میں اپنے ہر اک رہتا ہے سرشار جدا	واں نہ کچھ یار جدا اور نہ اغیار جدا کچھ کھڑے جموتے ہیں طالب دیدار جدا
ایں دن نے پھرتے ہیں کچھ خلد میں میخوار جدا	
ہم ہی کچھ جانتے ہیں اسکی وجہ و سبب انہی کی مایل ہو وہ ہم سے کہاں گئے ہیں	کچھ یہ ان بن ہے الگ اور جدائی ہے عجب زاہد و گنہگار بنی حشر کے دن بھی یارب
وہ کھڑے ہیں تری رحمت کے طلبگار جدا	

دی ہر ایک چیز ہے جینے کے بہانے کو مجھے	خون ہے پینے کو دیا غم دیا کھانے کو مجھے
جان کیا دی ہے خدا یونہی گنوائے کو مجھے	جی جلائے کو ستارے کو مٹانے کو مجھے
وہ جدا غیر حسبِ اپنی ستم گار جدا	
ہم کو بے کار بناؤ نہ برائے مسرود	بات کو سمجھو تو ہر طور برائے مقصود
ٹکڑے کر لو نہ اس اک لکونہ سمجھو بے سود	تین و پنج سہ بھی ہیں اندازِ ادا بھی موجود
سر کے گاہک ہیں لگ دِل کے خریدار جدا	
مجھ سے اسے حضرت زہد نہ کرو تم کل کل	دِل کی اک بات سناتا ہے تمہیں یہ بیل
ہاں مگر چلتا ہے ڈھبے ہی یہ دِل کا مائل	کبھے ہوتے ہیں دِل تک تو رسانی مشکل
سارے رستوں سے ہے یہ منزل دشوار جدا	
دِل پھنسلوں کو گل و گلزار جس کا کیا بھاتا	اور افسردہ دلوں کو ہے تماشا کس کا
دلپہ جو سرو نے زنگس نے بنائی کہوں کیا	بلغ میں یاد نے انکی مجھے ٹکنے نہ دیا
چٹکیاں لینے لگے پھول جدا خاں جدا	
مجھ سے پرہیز ہے یا پاس ادا کا اُن کو	خیر جو کچھ ہے گھرِ عذر ہے اچھا اُن کو
بوجھ ہر گز نہ اٹھانا پڑا ایسا اُن کو	ہر قدم پر ہے مری خاک سے کھٹکا اُن کو
ہاتھ دامن سے نہ ہو گا دمِ رفتار جدا	
حسن سے اپنے کو ہم سے نہ بگڑے یار	مزا کیا ہلکو سکنا پڑا چار و ناچار
اچھول اچھول سے بڑے لوگوں سے پوچھو سرکار	بجلیاں حضرت موسیٰ پہ گریں دو اک بار
شعلہ شوق جدا شعلہ دیدار جدا	
تم ہو ہر جا میں یک جانی بھی ہو سکتی ہے	ہاں مگر دید ہر اک جانی ہو سکتی ہے
کننے سے بات یہ پوری جی ہو سکتی ہے	سہسری قال سے کب حال کی ہو سکتی ہے
خالقا ہوں سے بنے خانہ نما جدا	

کوں کیا منہ میں ہی گویا نہ مری جاں نہوں	بس نہیں اتنا بھی میرا کہ زباں کو کھولیں
کوئی دیکھو تو ذرا آکے کہ کس حال میں ہوں	دست صیاد میں ہوں خاک گڑوں کیا بولوں
قیحی گردن میں جدا چٹکی میں منفاجدا	
آپ جو چاہیں کہیں آپ کی ہے یہ قدرت	دغل دے کون بھلا آئی ہے سکی شامت
اوروں پر رکھتے ہو کیوں اپنی جفا کی علت	ہو گئے وہ سحر وصل یہ کمر خست
تجھ سے کرتا ہے مجھے جس رخ ستم گار جدا	
دیکھے ہر طور تماشے دل مائل کے لئے	شادی و غم میں سوا اسکے کہیں کے نہ ہے
خوش بھی ہوتے ہے اور بے بھی کیا کیا نہ سے	دل میں لفت بھی پس رشک کے کانٹے بھی ہے
ان سے سوار ملے ہم ہوتے سوار جدا	
انکے اک کام میں بھی کام نکلتے ہیں کنی	ہاتھ میں نکلے ہے عاشق کی جڑی اور بھلی
ہے تماشہ یہ عجب دیکھو یہ ہے سیر نئی	قتل کرتے ہی مجھے جلوہ نمائی بھی ہوئی
در پہ ہنگامہ الگ ہے پس دیوار جدا	
آہ و فزاد تو عادت ہی ہوئی مائل کی	آنا کافی کی بھی عادت ہے ہر اک قاتل کی
آپڑی جان پر یہ بات بڑی شکل کی	سختیاں عشق کی جھیلیوں کہ سنوں میں دلی
کھائے جاتا ہے محبت میں یہ غمخوار جدا	
سب حسنیناں جہاں دیکھ لیں گریوسف کو	حسن کا سب نہیں کہیں شمس و قمر یوسف کو
حسن کا اپنے نہ کیونکر ہوا ٹریوسف کو	حال یعقوب کی کیونکر ہو خبر یوسف کو
کوچہ حسن جدا عشق کا بازار جدا	
سامے نبیونکی تھے در پر رسانی ہے الگ	سرور انبیاء کی آج بن آئی ہے الگ
اولیا لوگوں کی بھی آج صفائی ہے الگ	زادوں کی تری رحمت پر چڑھائی ہے الگ
ٹولیاں باندھ کے پھرتے ہیں گنہگار جدا	

اتھر ہوشیار دانا تھ سے دینا نہ شعور
ہر طرف سے نہ کہیں آئے یہ آواز کہ دور
آپ فردوس کے غلمان میں جنت کی ہیں حور
وضع کا پاس بھی ہے نہ خود میخوار ضرور

کاک بوتل کا نہ کیجئے سیر بازار جسد

شوی اضطراب طبیعت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کرے گا حمد کیا بندہ خدا کی
وہ خالق اور شہنشاہ یہ گدا ہے
خیال حمد آیا دل میں کب سے
لگا حد سے قدم اپنی بڑھانے
ٹھکانا ہی ترا جب عاجزی ہے
ترا جز عاجزی کے چارہ کیا ہے
ہے گستاخی خیال حمد لانا
ہر ایک چیز اس کی بس قدرت نام ہے
زبان حال سے گویا ہے ہر شے
نہیں ہے حمد کا چارہ کسی کو
جو ہو جائے کسی کی آنکھ بہہنا
تو یکتا ہو کے ہر جائی عیاں ہے
یہ یکتائی و ہر جائی عجب ہے
تو ایسا ہے سمجھ والا کساں کا

یہ قدرت ہی نہیں اس کو عطا کی
یہ عاجز اور بندہ وہ خدائے
ادب سے اسے زلناں داں او ہے
ٹھکانے سے ذرا اپنی ٹھکانے
تو زیبا بیکسوں کو بیکسی ہے
سوائے بیکسی کے یا رکیا ہے
مگر حد کو نہ تو نے اپنی جانا
گواہ بانی کی اپنی ہر مہنا ہے
کہ ماں خالق ہمارا بس وہی ہے
تری ہے ذات میں زیبا تجھی کو
تو ہر جائی ترا دیکھے متا شا
مگر ہم میں وہ مینائی کہاں ہے
سمجھ لینا ہر ایک کا کام کب ہے
کہ ملجائے نشان مسکی نشان کا

نعت شریف

تو خاموشی نہیں زیبا تو کیا ہے تو نعتِ مصطفیٰ کی کب ہو طاقت شنائے مصطفیٰ کا دم نہ بھرنا وہی تو باعثِ کل آں وایں ہے ہے اُسکا آپ ہی اللہ شنائیں تو وہ دعوتِ خدائی کا کرے گا محمد کی شنا ہے کام تیرا محمد ہی مرے دل میں باہو الہی الفیت خیر اور ہا ہو دستِ مصطفیٰ اور ہاتھ میرا دل جاں نذر ہے حضرت سلامت ہو آساں میری دو عالم کی مشکل کہ تم تو رستہ للعالمین ہو کروں تیرے قرباں ایسی سو جاں جدائی کا نہ ختم دل سے جدا ہو نہیں مست دور کا پایا گزارہ یہاں بھی بسکہ خاموشی ادب ہے کہ اُنکے میں گنت گھٹکے مروغیں غبارِ دل نکالوں بھی کسی ٹوہب بظاہر میں ہو گو عشقِ مجازی	محال و غیر ممکن جب ثنا ہے نہیں ہے حمدِ مولا کی جو قدرت خدا کے واسطے ایسا نہ کرنا کہ وہ محبوب رب العالمین ہے ہے اُسکا بس خدا ہی مرتبہ داں جو احمد کی ثنا کا دم بھرے گا معاذ اللہ معاذ اللہ خدا یا مگر الفت خدا اُس کی عطا ہو خدا یا درِ عشقِ مصطفیٰ ہو الہی حشر میں ہو ساتھ اُس کا جدائی کی نہ رہوے دلین طاقت زہے قسمت اگر مقبول ہو دل مری مقبول یہ جانِ حزیں ہو جو عمر جاوداں پائے خوشتر سال تمہارا وصل ہر دم مدحِ ہوا کہیں جب نعت کا دیکھا نہ چارہ تو یوں سمجھے محمد شانِ رب ہے سناوبِ عشق کی باتیں کر نہیں نہیں کچھ شاعری سے محمدِ مطرب عجائب چیز ہے یہ عشقِ ازی
---	--

مجازی ہے وہی گر کیسوئی ہے
 ہے محبوب حقیقی بس کہ محبوب
 ضمیر اسکی طرف پھرتی ہے سبکی
 ہر اک شے کی وہی تو ابتدا ہے
 ہے اک ذکر ایک ذکر ایک مذکور مثال
 حقیقت میں ہے کچھ ذکر نہ کچھ ذکر
 نتیجہ ذکر ذکر کا ہے مذکور
 نہ باقی ذکر رہتا ہے نہ ذکر
 ہے عاشق اور معشوق اور بھی عشق مثال
 کبھی سودل سے عاشق مبتلا ہے
 غرض دونوں میں ہے جلوہ نما عشق
 ہر اک شے میں جھلک اسکی عیاں ہے
 وہ کس سے اور کیا اُس سے جدا ہے
 نہ سمجھے کوئی تو وہ ہی نہ سمجھا
 ہر اک خوبی کو اسی دے رہی ہے
 مسلم اسکی ہر جانی ہے ہر جا
 وہ کتنا گرم نظرہ دل میں سمائے
 کرے تعریف گر کوئی کسی کی
 کوئی سمجھا کرے اچھا کسی کو
 جو دل سے پوچھتا ہوں تجھ کو کیا ہے
 بلائے مبہم و مہر آنی

مجازی کا جہد اگر نادوئی ہے
 ہر اک مطلب کے طالب کا ہے مطلوب
 مثالی شکل ہے سب اپنے رب کی
 وہی ہر اہستہ کی انتہا ہے
 ہوئیں یہ تین شے ظاہر میں مشہور مثال
 سمجھ لیوے اگر معقول ہو فکر
 نتیجہ ہے ہر اک شے کا ہی منظور
 فقط مذکور ہی مذکور ہے پھر
 مگر دیکھو تو ہے بس عشق ہی عشق مثال
 کبھی معشوق عاشق پر فدا ہے
 وجود مطلق ان دونوں کا تھا عشق
 بیاں ہر شے وہ معنی بیاں ہے
 نہوگر غور تو اپنی خطا ہے
 مگر ہے اصل میں ہی ہر اک جا
 نہ ان کی دو جانی دے رہی ہے
 وہ ہر جانی ہے اور بشیل و کیتا
 تو وحدت کا مزا کثرت میں آئے
 کوئی سمجھے نہ سمجھے ہے اسی کی
 مگر زیبا جسے ہے اسی کو
 تو کہتا ہے مراد لبر جدا ہے
 جدائی ہے جدا ہی ہے جدائی

جدا ہے مجھ سے میری تاب طاقت
 جدا کا نوٹ ہے میری سماعت
 نہ ہے نطق لبِ باں کی بس میں ہرگز
 جدا گویائی سے اپنی زباں ہے
 جو کہتا ہوں غرض اُس سے جدا ہے
 الگ چلتی ہے اپنی چال ڈھب سے
 الگ مطلب ہے اپنا اتجا سے
 جدا ہے عقل سے تدبیر میری
 غرض کچھ ہے میری تحریر کچھ ہے
 خطا کرنے لگے اوسان میرے
 شفا سے درد ہی اپنا جدا ہے
 سماعت سے جدا اپنی سمجھ ہے
 سمجھنے سے علاوہ گفتگو ہے
 جدا ہے مہربانی مہرباں سے
 دعائے تیرے میری جدا ہے
 الگ ہے پسند گو سے رہنمائی
 ترجمہ سے مراد دشمن جدا ہے
 یہاں پروا نہیں ہے پاس ل کے
 میری خواہش طبیعت سے پے ہے
 عجب تاثیرِ فرقت کی نئی ہے
 کسید کا کوئی ساتھی ہو بھلا کیا

قرار ہو شِ عقل و صبر و راحت
 جدا آنکھوں سے ہے میری بصارت
 نہیں ملتی ہیں لبِ آپس میں ہرگز
 مقاصد سے الگ اپنا بیاں ہے
 جو سنتا ہوں سمجھ اُسکے سوا ہے
 خیال اپنا جدا رہتا ہے سب سے
 جدا اپنی غرض ہے دعا سے
 الگ تدبیر سے تقدیر میری
 مرے دل میں ہے کچھ تقریر کچھ ہے
 جدائی واہ واہ فتنہ بان تیرے
 مرض سے دور دور اپنی شفا ہے
 علاوہ ہی سمجھ سے اپنی دمع ہے
 علاوہ گفتگو سے آرزو ہے
 الگ ہے راز اپنا رازواں سے
 اثر سے دور اب میری دعا ہے
 جدا ہے آشنا سے آشنائی
 جدا اب دوست سے بوئے وفا ہے
 تنہا ہی نہیں چلتی ہے مل کے
 غرض یہاں ماتمہ کا نو پر دھرے ہے
 ہر اک شے دور ہی سے مجھتی ہے
 جدا دلدار ہی جب ہوئے اُسکا

جدائی نے غرض جاں پر بنائی
 جدائی عشق نے ہم کو دکھائی
 نہوتا یہ تو کیوں نا چار ہوتے
 نہوتا یہ نہ ہوتی آہ وزاری
 نہ گرجے عشق کا آزار ہوتا
 کسی کا دل اگر شیدا نہ ہوتا
 کسی کی جستجو دل کو نہ ہوتی
 نہ ہوتا یہ تو رسوائی نہ ہوتی
 نہ ہوتا یہ تو کیوں ہم جان کھوتے
 نہ آتش اس کی گر سینہ جلاتی
 نہ ہوتا یہ تو کیوں لب خشک رہتی
 نہ اگر یہ اگر دل کو دکھائے
 کسی کے درد گردل میں نہوئے
 نہ ہوتا یہ تو یہ حیرت نہ ہوتی
 نہ ہوتا یہ کسی کا دم نہ بھرتے
 نہ ہوتا یہ نہ ہوتی جگ ہنسائی
 نہ ہوتا یہ تو پھر فریاد سے کیا
 غرض کہ رنگیت ان کی عیاں میں
 کہیں عاشق کہیں محبوب ہے یہ
 کہیں غیار بجاتا ہے یہ نہ ہی

دو مائی ہے دو مائی ہے دو مائی
 نہوتا یہ تو کیوں ہوتی جدائی
 تڑپنے سے ہیں کیا فائدہ تھا
 نہوتا یہ تو کیوں ہم خواہ ہوتے
 نہوتا یہ نہ ہوتی بقیہ لری
 تو کیوں رسوا سیر بازار ہوتا
 تو مشکل پھر ہیں جیسا نہوتا
 کسی کی آرزو دل کو نہ ہوتی
 نہ ہوتا یہ تو کیوں سننے کسی کی
 نہ ہوتا یہ تو کیوں دزات روتے
 تو آہ سرد کیوں ہکوستماقی
 نہ یوں اس چشم تر سے اشک تہی
 تو کیوں ہول پر میری ٹائے
 تو کیوں رورو کے اپنی جان کھوئے
 نہ ہوتا یہ تو کچھ حسرت نہ ہوتی
 نہ بھولے سے کسی کو یاد کرتے
 نہ ہوتا یہ نہوتی بے حیائی
 غرض ہم کو کسی کی یاد سے کیا
 عجائب آپ کی نیلگیاں ہیں
 کہیں طالب کہیں مطلوب ہے یہ
 کسی کا یار بجاتا ہے یہ ہی

کہیں ناز و ادا انداز ہے یہ کہیں مشوق بکدول دکھائے چھپی شرم حیا ہو کر کہیں یہ کہیں ہے انتظار و آہ وزاری کہیں صبر و تحمل تاب بجائے کہیں حُشّی و چالاک و جرات کہیں جور و جفا ظلم و ستم ہے کہیں عیش و خوشی و شادمانی کسی چہرہ پہ یہ سرخی غضب ہے کہیں مقصود آبادی و شادی کہیں عجب و تکبر اور غنا ہے کہیں مغرور ہے اور قمر باری مصیبت ہے کہیں ماتم سرا ہے کسی کے واسطے زنجیر ہے کسی کی جان پر فتنہ اٹھائے بھلا چنگا کہیں ہشیار ہے یہ کہیں بنتا ہے یہ پیغام اپنا نرمی صبح کہیں دکھلا رہا ہے کسی کو یہ پریشانی دکھائے کسی کے لب پہ یہ ہی رنگ پاں ہو کسی کو کوہ اور صحرا جھکائے	کہیں جان باز سوز و ساز ہے یہ کبھی عاشق یہ بن کر جاں گنوائے کبھی ظاہر ہو سکرمہ جہیں یہ کہیں ہے اضطراب و بے قراری کہیں بیستاب ہو کر نفل چمکائے کہیں ہے ناس یا پوی و حسرت کہیں ہو وفا رحم و کرم ہے کہیں رنج و غم درد و ہنسی کہیں زردی رخ خشک لب ہے کہیں ہے بیکسی و نامرادی تنہا ہے کہیں یہ التجا ہے کہیں ہے عاجزی اور انکساری مسرت ہے کہیں عشرت کدہ ہے کسی کے سر پہ یہ زلف دو تار ہے کسی کی آنکھ میں یہ سرمہ بجائے کہیں سُرست اور سرشار ہے یہ کہیں رکھتا ہے عاشق نام اپنا کسی کا رنگ رخ چمکار رہا ہے ہوا بن کر کہیں زلفیں ہلائے کسی کا خون جاں ہو کر رواں ہو کسی کو مطمئن کر کے بٹھائے
---	--

کہیں یہ رنگ بکرو لیں گے
 عروہ یہ ہی ہے یہ ہی ہے عداوت
 کہیں غیظ و غضب اور پر خفا ہے
 کہیں یہ جن باناز و ادا ہے
 یہ سنکر خوب رونی مثل دیکھتا
 کہیں فریاد بجاتا ہے یہ ہی
 کہیں مقصود حاصل و رشادی
 کہیں یہ بنگے نالہ شور و مٹھائے
 کبھی ہو پاس ہر دم بنگے وصلت
 کہیں محنوں بنی لیلی کہیں یہ
 کبھی رکھتا ہے اپنا نام محنوں
 کبھی رسوا کرے یہ بنگے شہرت
 کہیں ہمدرد و بختائے کسی کا
 کہیں فرما دینا سر کٹائے
 ظلاموتے کرائے کا مرانی
 انا الحق آپ کہوئے کسی سے
 کہیں کہو ارہا ہے رب ارنی
 کی کو دار پر یہ کھینچتا ہے
 کہیں ہمارا بن کر بیدار ہو
 دکھاتا ہے غرض یہ رنگ کیا کیا
 کہیں دامن کہیں فرما دینا سر و

کہیں یہ دوست کو دشمن بنائے
 یہ ہی الفت ہے یہ ہی ہے محبت
 کہیں یہ صبر و تسلیم و رضا ہے
 کہیں والا و شیدا مبتلا ہے
 ہو کر تا ہے اپنا آپ شیدا
 کہیں بیدار بجاتا ہے یہ ہی
 کہیں بجا صلی و نامرادی
 کہیں شکونکی یہ ندی بہائے
 کبھی غایب ہو برسوں بنگے فرقت
 کہیں محل کہیں محل نشیں یہ
 کبھی کہتا ہے یہ لیلی میں ہی ہوں
 کہیں پردہ میں بیٹھی بنگے عزت
 کہیں کرتا ہے بنگے غیر رسوا
 کہیں شیریں بنے اور منہ چپا
 کر لے بادشاہوں سے غلامی
 بن آیا دار بجاتا اسی سے
 کہیں سنوارا ہے لن ترانی
 کی کو سیر کرنے بھیجتا ہے
 کبھی نامحرمی سے رخ ندیوے
 تماشا فی ہے خود اور خود تماشا
 کہیں شیریں ہے یہ لیلی کہیں ہو

بدلتا نام آیے سلف سے
 کہیں غم اور کہیں غمخوار ہے یہ
 پہلی لگتی ہے اسکی سب کہانی
 غم و اندوہ دیتا جان لیتا
 ذرا آؤ کہیں جلدی سے آؤ ^{لگتی}
 خدا را پھر ذرا صورت دکھاؤ
 تر جاننا باز تو جاں بلب ہے
 دل و جاں سے ہیں تم قرباں تمہارے
 نہ آئے تم تو جاں سے جائینگے ہم
 بنایا تھا تمہیں آنکھوں کا تارہ
 مرے دلکی تو تم آرام جہاں ہو
 مری آنکھوں کو کیوں ترسار کہا ہے
 تمہاری یاد سے دل شاد تو ہے
 میری نظروں سے تم غائب ہو گئے
 نری بن کچھ نظر آتا نہیں ہے
 تمہاری بن ہے سب کچھ دلوں آزار
 مرجاں گرچہ میرے ہاتھ ہوتے
 اسے تم سے زیادہ ہے محبت
 مگر یہ قول کی باندی کرے کیا
 مگر قرباں ہے تم پر تم جہاں ہو
 کہیں کیا حال دل تم سے ہم اپنا

ہیں ہر جا رنگ اسکی مختلف سے
 بڑا ہی کار خود ہشیار ہے یہ
 نہ بہا ہی ایک پر فرقت دکھانی
 نڈیا پر غم فرقت نڈیتا
 چہڑاؤ درد فرقت سے چہڑاؤ
 ذرا عاشق کو اپنے دیکھ جاؤ
 اگر آؤ نہ اب بھی تو غضب ہے
 ذرا صورت دکھا جاؤ پیاسے
 جو آؤ جاں دوبارہ پائیں گے ہم
 سوا جاں سے تمہیں سمجھا پیارہ
 مری پیاری مرجاں اب کہاں ہو
 مری دلبر تمہیں کیا ہو گیا ہے
 مگر آنکھوں کا قصہ گو سگو ہے
 میری آنکھوں میں ہے اندھیر دنیا
 نظر آئے تو وہ بہاتا نہیں ہے
 مگر جیتے ہیں تم بن چار و ناچار
 جہاں تم ہے تمہارے ساتھ ہوتے
 نہیں تم سے زیادہ تن کی الفت
 مکمل جائیکو آندھی ہی کرے کیا
 مری جاں تم مری جانکی بھی جاں ہو
 ذرا خود آنکر دیکھو تڑپنا

ہمارا دل تمہارے طلب بگار
 تمہارے بن سے عالم سے نفرت
 تمہارے بن سے شکل ہے جینا
 تمہارا غم یہ کہا کرجی رہا ہے
 ستاتی ہے غم دوری تمہائی
 نہیں لکھوں میں اب روئی کی طاقت
 ہوے ہیں خشک آنسو چشم تر کے
 نہیں کچھ رحم تمکو مجھ پر آتا
 کرو جو روستم ظلم و جفا تم
 جفا و ظلم بہتر ہے تمہارا
 تمہاری گائیوں سے کچھ نہیں عار
 کہیں کچھ عیب لگ سکتا ہے ہکو
 تمہارے عشق میں حالت دگر ہے
 یہاں رسوائی سے ڈرنا ہے خامی
 غرض جو ہو سو ہو اس جال بلب پر
 نہیں فرقت تمہاری اب گوارہ
 تمہیں خوف خدا آتا نہیں ہے
 چلی آتی ہے غش پر غش غضب ہے
 ذرا سینہ سے لگ جاؤ پیلے
 تمہاری لب لبالب بخشش میں ہاں
 یقین ہے جان تازہ پاؤ نکاح میں

تمہارے بن یہ جینے سے ہے ہزار
 تمہارے نام سے اسکو غربت
 ہے زہر زہار اسکو کھانچنا
 یہ اپنا آپ ہی خوں پی رہا ہے
 رو لاتی ہے یہ مجوری تمہاری
 نہیں ملیں غم و فرقت کی وسعت
 کہ رہ جاتی ہے اب تو آہ بھر کے
 کہیں کیا میں نہیں بندہ خدا کا
 مگر آؤ کہیں بہر خفا دم
 کرو جو روستم اگر خفا دارا
 پیاری یاد ہے تیری ہیں پیار
 برا کہنا بھلا لگتا ہے ہم کو
 لگے گر عیب تو اپنا ہنر ہے
 ہے بدنامی ہماری نیکی نامی
 تمہارا شوق بس غالب ہے سب پر
 مرا جاتا ہے یہ فرقت کا مارا
 تمہارے حق میں یہ اچھا نہیں ہے
 خبر لیتی نہیں میری عجب ہے
 بوئیر دم ہے عاشق کا تمہارے
 بوئسی میری طباؤ میر حیاں
 نہ آئے تم تو جانے جاؤ نگاہیں

لبوں پر منتظر جاں ہے ہماری
 ٹکڑا اب کہیں چلے بہانے
 اجی آؤ کہیں جلدی سے آؤ
 اودھری ہے نہ یہی ہے ادھری
 ہمارے حال پر تم ہیریاں تھے
 تمہیں بھی چین کب تھا بن ہمارا
 کبھی تھی خستہ تم تیرے دردانی
 کیا کس نے تمہیں بیرحم یا
 ہوئے کیوں سخت نکلیں دل تم ایسے
 میری فرقت تمہیں تھی کب گوارہ
 پڑا پھر تار ہوں اب میں مارا مارا
 وہی میں ہوں جو کل دلیں بہا تھا
 تمہیں بھی شاق تھی میری جدائی
 تھی ناخوش میری شکل دہاں سے
 میری ہر درد کی تم تو دوا تھے
 جو خوف ہجر سے منہ زرد پاتے
 کبھی جو دیکھتے رونا مارا
 ہم آہ سرد بھر بھر کے جو روتے
 کبھی وہ گرم جوشی تھی تمہاری
 بھلا ایسے جدا ہم تم کہاں تھے
 بری کہتا کوئی گر میری ملت

بگڑ گئی

کہاں کرتی ہے دیکھو اتھاری
 پڑی رہ یہ کہاں تک بے ہنگام
 اسے اگر ٹھکانے سے لگاؤ
 نہ لے تم تو یہ ہوگی کدھر کی
 بھلا نامہرباں ایسے کہاں تھے
 برے کیوں لگے اب بن ہمارا
 کیلے قدر کیوں اب ہم کو جانی
 خدا کی واسطے میں نے کیا کیا
 پڑیں پھر مری قسمت پہ ہے
 مجھے اپنا سمجھتے تھے پیارہ
 مرا گردش میں آیا سے ستارہ
 جسے چھوڑا تڑپتا آج شہنا
 جدا کس نے کیا تم کو الہی
 کیا کرتی تھی تراپنی زباں سے
 تمہیں آرام و صحت اور شفا تھے
 تو اپنے وصل کا مردہ سناتے
 ہنس لے وصل کا دیکر ہمارا
 تو ہر دے سے تم بھی گرم ہوتے
 ہوئی ہے سرد مہری اب یہ تیری
 کبھی قابل تھا تو دوا یک جاں تھے
 تو اسکی شکل سے تھی تھوکتا

مرگ کے نہیں کس سو تھی رغبت
 جدا میرے لئے تھا اک جہاں سے
 اور اب تم ہو جہاں میں جدا ہوں
 جہاں غیار تنہا اور یار رہتا میں
 اور اب سب یار ہیں غیاب میں ہوں
 یہ الفت کا ہمیں بدلا ملا ہے
 کوئی یوں جاں فدا تپ کر کے گا
 کرے گراں طرح کوئی غلامی
 کوئی یوں چوڑ کر اپنا بیگانہ
 کسی کو اپنی جاں دو بہ نہیں ہے
 زبانی سب تمہارے یار ہیں یار
 ذرا انصاف سے دیکھو تو آکر
 ستاتی ہے کسے فرقت تمہاری
 کہنڈی زردی سی ہو رنگت کپکپی
 خبر کو کون جاں سے بے خبر ہے
 ہے ظاہر کس کے چہرے اور اکی
 ہوا تا یاب کس کو چین و آرام
 تمہارے کون غم میں ہے گرفتار
 ہے کس کو زندگی آزار اپنی
 تڑپتا کون پھر تپے شبِ روز
 زبان کسی نہیں تانے سے لگتی

تھی میرے واسطے عالم سے نصرت
 جو تھی الفت تو تھی مجھ پرست جاں سے
 بہلا سا راجہاں ہے میں برابر ہوں
 تمہیں ہر وقت میں درکار تھا میں
 جہاں ناکام ہے بیکار میں ہوں
 ہماری جاں شامی کا صلہ ہے
 مصیبت دیکے دل تکو بھرے گا ^{مکمل}
 تو ہوں میں دونوں ہاتھ سلائی
 تمہیں ہی سمجھ گا اپنا بیگانہ
 ہتیلی پر کسی کا سر نہیں ہے
 مگر جاں کا فدا کرنا ہے دشوار
 جدائی نے بنائی کس کی جاں پر
 ہے کس کو دن غصہ بے رات بھائی
 ہے چھائی مرونی صورت پر کسی
 ذرا دیکھو تو کس کی چشم تپے
 عیاں کس کے ہے منہ پر بوجہ اسی
 شروع نالہ ہے کس کا سر شام
 تمہارے بن کے جینے ہے دشوار
 ہے کس کو موت اب درکار اپنی
 ہوئے کس کا دم آج بگر سوز
 نہیں بس آنکھ اکدم کو جھپکتی

کبھی دکنو ہے اک غفلت سی تازی
 ہوئی جاں کس کی آدمی بن مہسار
 زمانہ کس کو عاشق کہہ رہا ہے
 لگے سب کس کو دیوانہ بنانے
 ہیں کسے طعنہ زن اپنے پرے
 یہ کس کی لب پہ فریاد و فغاں ہے
 جہاں سن سن کے میری آہ و فریاد
 برس بجے گئے جن کے لئے ہم
 دل و جان سے تھی تلو تلو رعبت
 کوئی واں نام بھی لیتا نہیں ہے
 مکروہ سچ ہو جس کو نہیں ہے
 ہمارے حال پر ہوتی تمہیں غور
 نہوتی دل میں پھر گنجائش غیر
 مریجاں مجھے ہے شہرت تمہاری
 کر گیا جاں فدا تمہیں کوئی نہیں
 کوئی کیوں بنا دل بانو نے کہوئے
 مگر یہ ہو گئی ہے کہانی
 نہ غیر دکنی سی بھی سے نہا ہی
 میری امید کی ٹوٹی کمر آج
 جے مایوس تھے کر دیا ہے
 کیا نظروں میں غیر دکنی مجھے خوار

کبھی ہے رات بھر اتھر شمار سی
 گہلی جاتی ہے ساری غم کے مارے
 جانے کون طعنہ سہہ رہا ہے
 لگے اب کس کو سودائی تباہے
 کیسی کون دیکھیں تو اوٹھائے
 غم فرقت سے کس کی لب پہ جاں ہے
 تمہیں کہتا ہے ہر اک آفریں باد
 وہی پھرتے ہیں دیکھو شاد و غم
 او نہیں کہے برابر سحر و صلت
 تمہاری کچھ او نہیں پروا نہیں ہے
 بنی ہے جان پر جسکی بنی ہے
 تو دل میں کیوں سما جانا کوئی اور
 نہ دکھلاتے عدو کو تم میری سیر
 نہ سمجھو گرتو ہے غفلت تمہاری
 کسی سے تو ذرا کہو آؤ ہاں ہوں
 کوئی کیوں بنی جاں سے ہاتھ دھوئے
 ہماری قدر کچھ تم نے نہ مانی
 یہ ہے طالع کی اپنے نار سائی
 زیادہ ہو گیا در دگر آج
 میرے ارماں بکھنے بھی نہائے
 ہوے خاطر سے ادنیٰ مجھے نیرال

ہمیں میرے باقی کہاں ہے
 نہ اپنے پاس ہے زور و زبر ہے
 مرا سینا تھو درو جگر ہے
 ہے بے حال فغان و نالہ زار
 نہیں تاثیر گریں ہماری
 حقیقت میں یہ کچھ بے اثر ہے
 غرض ہر طور محرومی ہے اپنی
 تمہارا کاش کے دل نرم ہوتا
 مگر چپکی لے گی داد اکدن
 گواہی اتنا دیتا ہے مبادل
 نہیں اچھا ستانا ہے کیسا
 زمانہ ایکساں رہتا نہیں ہے
 کبھی کیدن بڑے راتیں کبھی کی
 خدا کا خوف بندہ کو ہے لازم
 خدا سے خیر ماگو مست سناؤ
 نہیں اچھا وفاسے دم چرانا
 مرا جینا تو ہاں مسکن نہوگا
 خدا منصف ہے اور تم ہو جفا کا
 تمہیں جب قدر ہوگی میری پوری
 نہوگا جب سہارہ میرے دم کا
 بد لجا ئیگی کہتا ہوں قسم سے

کہ اب درپے ہمارا آسمان ہے
 محبت ہے تو وہ بھی بے اثر ہے
 ہماری آہ نخل بے ثمر ہے
 نہیں ہکو موافق اور سزاوار
 غرض کیونکر ہو گھر دلیں تہلے
 تمہارا یا کہ پتھر کا جگر ہے
 یہ سب تقدیر کی شومی ہے اپنی
 تو میں فریاد میں سرگرم ہوتا
 کریگی کچھ اثر فریاد اکدن
 تمہیں بھی چین ہے اک اثر شکل
 ببادل کا دکھانا ہے کیسا
 اک عالم پر جہاں رہتا نہیں ہے
 نہ پیش آئیں کبھی باتیں کبھی کی
 بر ہے یوفانی کا برا لم
 چلو بس دل جوں کو مست جلاؤ
 خدا کو ایک دن ہے منہ دکھانا
 تمہیں بھی چین میرے بن نہوگا
 ہو تم میرے جسم اور اندر مددگار
 کہ کوڑی کو بھی پوچھے گا نہ کوئی
 تو ختم کئے گا زلف خم خم کا
 بندہ ہی ہے یہ ہوا جو میرے دم سے

یہ چہرہ پہلا پہلا سا جواب ہے
 گڑھے ہو جائینگے چہرہ پر پیشک
 ادا ہو جائینگے ساری ادائیں
 سمجھ کر ناز کو خنجر تہاں سے
 یہ دل بستہ جو ہے بالونکا گونگر
 کبھی جو بال چہرہ پر بکھر جائیں
 بنو سنور جو کبھی جو آ رہی ہو
 تہاں ساری ناز اور غمزے کی عادت
 غضب میں جان آجائے تہاں ہی
 کرو گے یاد پھر مہ کو پیلے
 جو اپنی قدر تم دنیا میں چاہو
 ہے در معشوق کی عاشق کو دم سے
 ہوئی شہور مجنوں سے ہی لیلیٰ
 ملے ہے شمع محبوبوں میں کیونکر
 تڑپتی عشق میں گریوں نہ بلبل
 ہوا آہن سے مقناطیس مشہور
 جو چاہی غیاں محبوبی نے شہرت
 کسی انسان کا غل کرنا جو چاہا
 ہے عاشق سے جو بس عزت جہان تک
 تمہاری قدر ہے مجھے اسی طور
 نہ میرا دل جو دم بھر تاتہاں را

کوئی گرا سکو دیکھے تو عجب ہے
 کنول سے اب جو ہیں یہ فاعل چپک
 بلائے جان ہو جائیں جنائیں
 نزدیکی اک نظر کوئی پیار سے
 دم او بچے گا جو دیکھی اسکو دم بھر
 تو سب بیہوشہ و کابل بتائیں
 تو کہو میں لوگ کیوں اترا رہی ہو
 عبت کر دیگی بس میں منہ سے غفلت
 یقین ہے یاد پھر آئے تمہاری
 پیار سے میری جاں قرباں تمہارے
 تو میری خیر تم ہر دم مناؤ
 ہے نام عشق عاشق کے قدم سے
 سمجھنا کون لیلیٰ کو اکبلا
 کیا مشہور پروانہ نے جس لکڑ
 تو کہلاتا نہ معشوقوں میں پھر گل
 زباں زد ہو گیا نر و یک اور دور
 تو دی انسان کو اپنی محبت
 تو پھر محبوب سے اپنا بسایا
 تمہیں اب کوئی سمجھائے کہاں تک
 نہو باور تو جا دیکھو کہیں اور
 تو کیوں میں منہ ٹکا کرتا تمہارا

نہیں اب جان میں ہو جان ہو ہے
 مجھے کیا ہو گیا بارِ حُف دایا
 کہاں میں اور کہاں یہ آہ و زاری
 کہاں میں اور کہاں رنج و غم و درد
 کہاں میں اور کہاں دردِ جگر لپٹے
 میں واقف بھی نہ تھا رنج و الم سے
 ہمیشہ کام تھا عیش و خوشی سے
 بہر صورت ہمیشہ شاد رہتے
 کسی کے ہجر کا ماتم ہوا اور میں
 کسی کی التجا ہوا اور میں واہ
 اور او سپر ماجرہ طرف یہ ہے اور
 خدا عاشق کرے تم کو کسی کا
 مرے بدلے تمہارا دل کہیں آئے
 خدا یا کر عطا اپنی محبت
 ترا ہی عشق بس دل میں بسا ہو
 شراب شوق کا جرءِ پلاوے
 ہو مخموری گئی الفت کی ہر دم
 پہروں دیوانہ سا الفت میں تیری
 مجھے مجنوں بنائے تیری الفت
 میں ہوں فریاد تیرا عشق شیریں
 تمہارے عشق کا پا کر سہارا

خطا ہونے لگو اوسان ہے ہے
 مرے دم پر ہو اکیوں حشر برپا
 کہاں میں اور کہاں یہ بتیقاری
 فغان و نالہ و گریہ دم سرد
 بنی کس دن تھی میری جان پر ہاتھ
 چلا کرتا تھا جس کرد و دوغم سے
 ہوا کرتی تھی وحشت خاموشی سے
 سہنسی آتی تھی رونے پر کسی کے
 خدا کی شان ہے یہ غم ہوا اور میں
 خوشا ہوا اور میں اللہ اللہ
 ہمارے حال پر تھکو نہیں غور
 مزا آئے تمہیں بھی بیکسی کا
 اور اب مجھ کو خدا تم سے بجائے
 سوا تیرے ہر اک صغیر سے نفرت
 نہ اک دم کو مرے دم سے جلازم
 وہ جرءِ دین و دنیا کو بہلائے
 وہ مخموری نہ ہو ہرگز کبھی کم
 چڑھی رہی ہو محبت کی گھمیری
 مری لیے بنی تیری محبت
 خدا آمین آمین شہ آمین
 پھرے سر نہ کریں کہا ہمارا

بگل پر دروہو اور چشم پر دم
 نپائے کل دل شیدا نپائے
 گریباں چاک ہو دشت میں تیری
 دم سروا نپا ہو سرمہ الہی
 رہوں بیکل تیری الفت میں مولا
 مجازی کو حقیقی سے بدل دے
 ترا ہی عشق بس آرام جان ہو
 الہی مجھ کو دیوانہ بنا دے
 نہ ہوے اوس کی بیہوشی کبھی کم
 تیرے ہی عشق کا دل پر شاں ہو
 ترا عشق ایسا نظر نہیں سملائے
 صدائے عشق سے یہ کان بھر جائے
 تری الفت میں ایسا مبتلا ہوں
 نہ ہوے کچھ غرض اہل جہاں سے
 خوشی جنت کی نے دوزخ کا غم ہو
 ہو کر تی ہے جو عاشق کی فوجت
 تری الفت میں یا اللہ میرے
 زباں میری ہو اور ہو نام تیرا

راحت زخم کی لینے نہ دے دم
 جو چھپیں آئے تری الفت میں آئے
 یہ چہرہ زرد ہو الفت میں تیری
 ہو نور عشق کی لب پر دہائی
 نہ آئے چین بن تیرے کسی جا
 الہی اب دل بیکل کو کل دے
 ترا ہی نام بس ورد زباں ہو
 مجھے جام مے الفت پلا دے
 جو ہوں ہوشیار تو تیرا ہر دم
 تری الفت میں جاں تن سے رواں ہو
 سوا تیرے نظر بھر کچھ نہ آئے
 کہ اور آواز پھر سننے نہ پائیں
 کہ ہر اک کام سے بیدار ہوں
 زمین سے آسماں سے لاکاں سے
 ہمارے حامی بس بیت الصنم ہو
 محبت میں جو کچھ ہوتی ہے حالت
 وہی آحقم کہ ہو قربان تیرے
 یونہی ہو غامت با انخیر میرا

عطا ہو پیرومی دین اللہ
 مسلمانوں کہو آمین اللہ

نہین برغزل اعظم حضرت جناب مولانا احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی

عالم نے تیری ذات کیا کیا کیا	مانگنے والا ہو تجھے کوئی اچھا کرے
دروازے سے محروم نہ پھر کر آیا	واہ کیا جود و کرم ہے شیر لٹا تیرا
نہیں سنا ہی نہیں مانگنے والا تیرا	
کیا بندہ نوازی ہوئی تجھ پر شایاں	میر بانی بھی وہ موزوں ہے کتیرے قرباں
نہ مکے گھر سے تجھے کیا کیا ساماں	آساں خوان زمیں خواں زمانہ مہماں
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا	
عالم میں پھیلے ہوا تیرا سایہ	تیرے الطاف سے محروم نہیں کوئی جا
الطف کا لیتا ہے ہر ایک گھر بچھا	فیض ہے یا اثر تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کی بخشش میں ہے دریا تیرا	
دنیا تیری اس شان کو کیا پہچانیں	کر کر اکھائیں یہ جتنا بھی گمراہ کو چھانیں
لق سے آگے ہیں تیری سب شانیں	فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسرو و عرش پہ اڑتا ہے پھر یہ تیرا	
تجھ سے کوئی ایسا ہوا اللہ کے قریب	قاب قوسین سے آواز دئی ہو کس کو نصیب
لو اے آقے سے تیرا قرب عجیب	میں تو مالک ہی کو گا کہ ہوا مالک کے حبیب
کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میسر تیرا	
ہو ہے ظاہر و باطن میں تیرا پورا مطیع	خوبیاں پائی ہیں جس نے کہ تیرے دے جمع
عے ذربار سے رہتے ہیں بے جس کو رفیع	تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع

جو پسِ غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

۱۸۸

ہر چیز کوئی ہی جانی جا رہی ہے
باقی ہیں ہمیں اور یہ سب فانی ہیں

دنیا کو وطن جانتا نادانی ہے
آپے سے نہ باہر کہیں ہونا احقر

دیکھو

ایک بات مگر اپنی بن آئی کیسی
دقیر بھی یہاں کم ہیں رباعی کیسی

کیا حمد ہے اور مدح سرائی کیسی
احقر کی سعادت ہے یہ اتنا کتنا

بیت

کتابت فی...

کتبہ نصیر الدین شیر کوئی تلمیذ محمد عبدالرحمن خان صاحب

